بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید التفاسیر

المعروف بہ

تفسیر اشرفی

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

سید التفاسیر

المعروف بہ

تفسیرِ اشرفی

جلد ہشتم

وَمَنْ يَّقْنُتْ ۲۲ - وَمَا لِیَ ۲۳ - فَمَنْ اَظْلَمُ ۲۴

شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

نام کتاب: 'سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی' ﴿جلد ہشتم﴾

مفسر: شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

کورڈیزائن و کمپیوٹرائزڈ کتابت: منصور احمد اشرفی ﴿نیویارک، یو ایس اے﴾

اشاعت اول: پاکستان، ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۱۲ء

ناشر: محمد حفیظ البرکات شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، کراچی

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور فون: 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 37247350 فیکس: 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی فون: 021-32212011 فیکس: 021-32210212

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

اجازت نامہ طباعت واشاعت برائے اردو تفسیر قرآن، بنام سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی (کامل)

[illegible]

جانشین محدث اعظم ہند

سجادہ نشین ومتولی درگاہ ... محدث اعظم ہند ...
کچھوچھہ شریف، ضلع امبیڈکر نگر، یو پی، انڈیا

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

حسبِ معمول ایک دلچسپ نوٹ:

تفسیرِ اشرفی کی اِس جلد ہشتم کے متنِ تفسیر میں ٨،٤١،٤٠٦ (آٹھ لاکھ اکتالیس ہزار چار سو چھ) حروف ---
٩٢،٦٧٥ (بانوے ہزار چھ سو پچھتّر) الفاظ --- ٧،٨٢٧ (سات ہزار آٹھ سو ستائیس) سطریں ---
اور ٣،٨٩٦ (تین ہزار آٹھ سو چھیانوے) پیراگراف شامل ہیں --- کئی مرتبہ پروف ریڈنگ کی جا چکی ہے،
پھر بھی اگر کوئی غلطی سامنے آئے، تو ہمیں اطلاع دے کر قارئین شکریہ کے مستحق ہوں --- ﴿ادارہ﴾

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔۔۔اَمَّا بَعْدُ

عرض ناشر

الحمدللہ! ثم الحمدللہ! کہ رب تبارک وتعالیٰ کی توفیقِ رفیق سے سید التفاسیر المعروف بہ تفسیرِ اشرفی کی جلد ہشتم جو کہ بائیسویں، تیئیسویں اور چوبیسویں پارے کی تفسیر پر مبنی ہے، قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ مفسرِ محترم حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرتِ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کی صحت اور عمر میں برکت عطا ہو، اور تفسیری کام اِسی طرح چلتا رہے اور جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ ﴿آمین﴾۔۔ مزید برآں۔۔ دلی مسرت کے ساتھ ہم یہ اعلان کر رہے ہیں کہ مفسرِ محترم کی اجازت بہ سعادت سے اب ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے مینیجنگ ڈائریکٹر جناب محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب تفسیرِ اشرفی کو پاکستان کے قارئین کے لیے شائع کیا کریں گے۔

ہم شیخ الاسلام والمسلمین کے تمام پُر اخلاص خادمین کے بھی شکر گزار ہیں جو ہر دفعہ ہمارے ساتھ کمپوزنگ، پروفنگ، اور دوسرے طباعتی واشاعتی مراحل میں ہمہ تن گوش رہتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُن تمام اصحاب وافراد کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو مفسرِ محترم کی سرپرستی میں رہتے ہوئے دینِ اسلام کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔

﴿ امین! بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ﴾

نصف شعبان ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۴؍جولائی ۲۰۱۲ء

ناچیز
محمد مسعود احمد
سہروردی، اشرفی

چیئرمین
گلوبل اسلامک مشن، انک
نیویارک، یوایس اے

۲۲

وَمَنْ یَّقْنُتْ

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۲۱؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۱۶؍جنوری ۲۰۱۲ء

بروز دوشنبہ، بائیسویں ۲۲ پارہ کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔

دُعا گوہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل

کرنے کی سعادت عطا فرمائے، اور فکر وقلم کی حفاظت فرماتا رہے۔

آمِیْن یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ

بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا

اور جوفرمانبردار رہے تم میں سے اللہ اور اُس کے رسول کا، اور کرے کرنے کے کام، تو دیں گے ہم اُس کا ثواب

مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾

دونا۔ اور تیار کرلیا ہے ہم نے اُن کے لیے عزت والی روزی"●

اِس سے پہلی آیتِ کریمہ میں ازواجِ مطہرات کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتایا گیا تھا،

کہ۔۔۔

اُن میں سے جو بھی اللہ ورسول کی کھلی نافرمانی کریں گی، تو اُن کو دوسری عورتوں کے بہ نسبت دونا عذاب دیا جائے گا۔ (اور) اب یہ ارشاد فرمایا جارہا ہے، کہ (**جو فرمانبردار رہے تم میں سے اللہ**) تعالیٰ (**اور اس کے رسول کا**)، یعنی ہمیشہ خدا اور رسول کی فرمانبرداری کرتی رہے، (**اور کرے کرنے کے کام**) یعنی نیک عمل انجام دے، (**تو دیں گے ہم اُس کا ثواب دونا**)۔ یعنی اگر عام عورتوں کو اُن کی نیکیوں پر دس گنا ثواب دیا جاتا ہے، تو اُن کو بیس گنا دیا جائے گا۔

۔۔یا یہ کہ۔۔

ہم اُن کو اُن کا اجر دو بار دیں گے۔ ایک بار تو خدا کی فرمانبرادی کے واسطے، اور ایک بار پیغمبر کی خوشنودی ڈھونڈنے کے لیے۔ (اور) صرف اِتنا ہی نہیں، بلکہ (**تیار کرلیا ہے ہم نے اُن کے لیے**) بہشت میں (**عزت والی روزی**) اُن کے اجر سے زیادہ۔

ذہن نشین رہے کہ ہر وہ چیز جو اپنی جنس میں شرف والی ہو وہ کریم ہے، اور جنت کی نعمتوں کے 'رزق کریم' ہونے میں کیا شک ہے؟ جو شخص جنت کی نعمتوں کا ارادہ کرتا ہے، وہ دُنیا کی نعمتوں کو ترک کردیتا ہے۔ اور وہ شخص دُنیا کی عیش وعشرت میں بہت زیادہ غلو نہیں کرتا، اور نہ ہی دُنیا کی لذتوں میں منہمک ہوکر یادِ خدا اور فکرِ آخرت کو فراموش کردیتا ہو، یہاں تک کہ بندوں کے حقوق نہ ادا کرتا ہو۔۔۔ الغرض۔۔۔ مطلقاً اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونا منع نہیں ہے بلکہ مطلوب اور مستحسن ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

اے آنحضرت کی بیبیو! "تم نہیں ہو اور کسی عورتوں کی طرح، اگر خدا سے ڈرتی رہو، تو مت لوچ پیدا کرو

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾

بات کرنے میں کہ للچائے وہ جس کے دِل میں بیماری ہے، اور بولتی رہو اچھی بولی●

(اَے آنحضرت کی بیبیو! تم نہیں ہو اور کسی عورتوں کی طرح)، اس واسطے کہ تم کو سب عورتوں پر بڑی فضیلت ہے، نبی کریم کی ازواجِ مطہرات ہونے کی حیثیت سے اور امہات المومنین ہونے کی حیثیت سے۔

اِس کو جزوی فضیلت کہتے ہیں، جو اِس بات کو مستلزم نہیں کہ ہر ہر حیثیت سے فضیلت حاصل ہو۔ اِس طرح کی فضیلت کی تعبیر خصوصیت سے بھی کی جاتی ہے، جیسے حضرت فاطمہ کو یہ خصوصیت ہے کہ وہ جسم رسول کا جزء ہیں۔ یہ خصوصیت خلفائے راشدین کو بھی حاصل نہیں۔۔المختصر۔۔

اَے نبی کی بیبیو! تم بے مثل و بے نظیر ہو، **(اگر خدا سے ڈرتی رہو)** اور اُس کا حکم مانتی رہو، **(تو مت لوچ پیدا کرو بات کرنے میں کہ للچائے وہ جس کے دِل میں بیماری ہے)**، یعنی کسی سے لچک دار لہجہ میں بات نہ کرو، کہ جس کے دِل میں بیماری ہو وہ کوئی غلط امید لگا بیٹھے، جیسے کہ آوارہ عورتیں اجنبی مَردوں سے باتیں کرتی ہیں، اور جس سے فساق کے دِلوں میں نفسانی خواہشات بیدار ہوتی ہیں، بلکہ دستور کے مطابق شریفانہ لب ولہجہ میں بات کرو۔ **(اور بولتی رہو اچھی بولی)** جو نیک ہو اور شبہ سے دُور ہو۔

وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ

اور ٹھہری رہا کرو اپنے گھروں میں اور نہ بن سنور کر پھرو اگلی جاہلیت کی طرح، اور پابند رہو

الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

نماز کی، اور دیتی رہو زکوۃ کو، اور کہا مانتی رہو اللہ اور اُس کے رسول کا، یہی چاہتا ہے اللہ

لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾

کہ دُور کر دے تم سے ہر ناپاکی کو۔ اَے نبی کے گھرانو! اور پاک کر دے تمہیں خوب●

(اور ٹھہری رہا کرو اپنے گھروں میں) جو ایک باوقار خاتون کو زیب دیتا ہے، تو بلا ضرورتِ شرعی گھر سے باہر نہ نکلو، **(اور نہ)** ہی **(بن سنور کر پھرو اگلی جاہلیت کی طرح)**، جیسے کہ حضرت ابراہیم کے

دَور میں عورتیں پوشاک موتیوں کا بنا کر پہنتی تھیں اور اپنے کو مَردوں کے سامنے پیش کرتی تھیں۔

یہ جاہلیتِ اولیٰ تھی اور جاہلیتِ اُخریٰ حضرت عیسیٰ اور جناب سلطان الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے درمیان میں تھی۔ اِس آیت کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے، کہ۔۔۔

زمین پر نہ چلو اُس انداز کی چال جیسے زمانۂ جاہلیت کی عورتیں لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے مٹک مٹک کر چلتی تھیں۔ (اور پابندر ہو نماز کی) جو عبادتِ بدنیہ کی جڑ ہے، (اور دیتی رہو زکوٰۃ کو) جو عباداتِ مالیہ میں ایک بڑی عبادت ہے، (اور کہا مانتی رہو اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کا)، یعنی خدا کا فرائض میں اور رسول کا سنتوں میں حکم مانتی رہو، کیونکہ (یہی چاہتا ہے اللہ) تعالیٰ (کہ دُور کردے تم سے ہر ناپاکی کو، اَے نبی کے گھرانو!) خواہ تم بیتِ سکنٰی والے ہو۔۔یا۔۔بیتِ نسب والے۔ (اور) تاکہ (پاک کردے تمہیں خوب)، اس طرح کہ ناپاکی تمہارے قریب آنے ہی نہ پائے۔ یعنی بُری خواہشات، دُنیا کی میل کچیل اور دُنیا کی طرف رغبت سے تم کو دُور رکھے گا، اور تمہارے دِلوں میں بخل اور طمع نہ آنے دے گا، اور تم کو سخاوت اور ایثار کے ذریعہ پاک اور صاف رکھے گا۔

نبی کریم کی قولی اور عملی تفسیر نے ظاہر فرمادیا، کہ آیتِ کریمہ میں مذکور لفظ 'اہل بیت' سے ازواجِ مطہرات تو مُراد ہیں ہی، لیکن اُن کے ساتھ ساتھ آلِ عباء یعنی حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اُن کی آل واولاد بھی اُس کے مفہوم میں داخل ہیں۔ آگے حق تعالیٰ کا ارشاد۔۔۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ

اور یاد کرتی رہو جو تلاوت کی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں، اور حکمت۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ ع

بے شک اللہ لطیف باخبر ہے"●

(اور) فرمان ہوتا ہے، کہ (یاد کرتی رہو جو تلاوت کی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ) تعالیٰ (کی آیتیں) قرآنِ کریم کی شکل میں، (اور حکمت) کی باتیں رسولِ کریم کے ارشادات میں، جو کہ محض حکمت ہیں۔۔الغرض۔۔قرآن وحدیث کو حفظ کرلو، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جن احوال وافعال اور آپ کے جن خصائل اور شمائل کا مشاہدہ کرتی ہو، اُن کو خود بھی یاد رکھا کرو اور لوگوں کے سامنے بھی

حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع بطورِ وعظ ونصیحت بیان کرتی رہو۔ یعنی پہلے اُن آیات اور احادیث سے اپنے اندر کمال پیدا کرو، اور پھر اُن آیات اور احادیث اور سنن سے دوسروں کی تکمیل کا ذریعہ بنو۔

یہاں اللہ تعالیٰ کی آیات سے مراد قرآنِ کریم کی آیات بھی ہوسکتی ہیں، اور اُس سے وہ نشانیاں، دلائل، اور معجزات بھی مراد ہوسکتے ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت اور رسالت کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔

(بے شک اللہ) تعالیٰ (لطیف)، یعنی تمہارے ساتھ نیک کام کرنے والا ہے، اور تمہاری باتوں اور تمہارے کاموں سے (باخبر ہے)۔

یہ آیات ازواجِ مطہرات کے باب میں نازل ہونے کے بعد مسلمان عورتوں کی ایک جماعت نے کہا، کہ ہمارے واسطے کچھ نہیں نازل ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی۔۔۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں، اور عبادت گزار مرد اور عبادت گزار عورتیں،

وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ

اور سچے مرد اور سچی عورتیں، اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، اور خشوع والے مرد اور خشوع والی عورتیں، اور صدقہ دینے والے مرد

وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ

اور صدقہ دینے والی عورتیں، اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی نگہبانی کرنے والے مرد اور نگہبانی کرنے

فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ

والی عورتیں، اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں،

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾

تیار کرلیا ہے اللہ نے اُن کے لیے مغفرت، اور بڑے ثواب کو●

(بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں، اور عبادت گزار مرد اور عبادت گزار عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں، اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، اور خشوع والے مرد اور خشوع والی عورتیں، اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی نگہبانی کرنے والے مرد اور نگہبانی کرنے والی

عورتیں، اوراللہ) تعالیٰ (کو بہت یاد کرنے والے مرداور یادکرنے والی عورتیں، تیار کرلیا ہے اللہ) تعالیٰ (نے اُن) سب (کے لیے مغفرت اور بڑے ثواب کو)، جواُن کی اطاعت سے کہیں زیادہ ہے۔۔ الحاصل۔۔مؤمنین ومؤمنات پر لازم ہے، کہ اللہ ورسول کی کامل اطاعت کریں اور اپنے اختیار کوخداو رسول کے اختیار کا تابع کردیں۔

۔۔چنانچہ۔۔جب آنحضرت ﷺ نے بی بی زینب بنتِ جحش کی خواہش حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے واسطے کی، بی بی زینب نے اِس گمان پر یہ پیام قبول کرلیا، کہ آنحضرت ﷺ اپنے لیے میری خواہش کرتے ہیں۔ جب اُنہیں معلوم ہوا کہ حضرت زید کے لیے یہ خواہش ہے، تو اِنکار کیا۔ اس واسطے کہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ رسولِ کریم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ بولیں کہ "میں آزاد کیے ہوئے غلام کی جورُو کیوں بنوں"۔ اُن کے بھائی حضرت عبداللہ بھی اُس اِنکار میں اپنی بہن کے شریک تھے، توحق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی۔۔۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا

اورنہیں ہے کسی مومن نہ مومنہ کوحق، جب کہ حکم دے دیا اللہ اور اُس کے رسول نے کسی امر کا،

اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ

کہ رہ جائے اُنہیں کچھ بھی اختیار اپنے معاملہ کا۔ اور جو نافرمانی کرے اللہ

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴿۳۶﴾

اوراُس کے رسول کی، تو بے شک بہک گیا علانیہ ●

(اور) فرمایا، کہ (نہیں ہے کسی مؤمن نہ مؤمنہ کوحق، جب کہ حکم دے دیا اللہ) تعالیٰ (اوراُس کے رسول نے کسی امر کا، کہ رہ جائے انہیں کچھ بھی اختیار اپنے معاملہ کا)۔ یعنی حضرت زید کے ساتھ بی بی زینب کے نکاح کا فیصلہ جب خداورسول نے کردیا، تواب نہ تو بی بی زینب کواور نہ ہی اُن کے برادر کواختیار رہا کہ وہ اس کے تعلق سے چون وچرا کریں، اور نکاح کرنے سے اِنکار کردیں۔ (اور) اُس فرمانِ واجب الاذعان کے بعد (جو نافرمانی کرے اللہ) تعالیٰ (اوراُس کے رسول کی) اور قرآن و حدیث کے حکم سے درگزرے، (تو بے شک بہک گیا علانیہ)۔ یعنی کھلی ہوئی گمراہی اختیار کرلی، اس واسطے کہ اگر اعتقاد کے رُو سے خلاف کرے تو کفر ہے۔

یہ آیت نازل ہونے کے بعد بی بی زینب بھی راضی ہوگئیں اوراُن کے بھائی بھی، اور

حضرت زید کے ساتھ اُن کا نکاح ہوگیا۔ اور حق تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو علم دیا، کہ میرے علمِ قدیم میں یہ بات ٹھہری ہوئی ہے، کہ زینب تمہاری بیبیوں میں داخل ہوں گی۔ پھر حضرت زینب اور حضرت زید میں ناموافقت ظاہر ہوئی، یہاں تک کہ کئی مرتبہ انہوں نے طلاق دینے کا ارادہ کیا، اور آنحضرت ﷺ منع فرماتے تھے، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ۔۔۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ

اور جب کہا کرتے تم اُسے جس پر انعام فرمایا اللہ نے، اور انعام کیا تم نے کہ "روکے رکھو اپنے ذمہ اپنی

زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ

بیوی کو، اور ڈرا کرو اللہ کو" اور چھپاتے رہے تم اپنے دِل میں جس کو اللہ ظاہر کردینے والا ہے، اور تم خیال کرتے تھے لوگوں کا،

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ

اور اللہ کا زیادہ حق ہے کہ اُسی کو ڈرتے رہو۔ پھر جب پوری کرلی زید نے اپنی غرض اُس سے، تو نکاح کر ہی دیا ہم نے تمہارا اُس سے،

لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا

تاکہ نہ رہ جائے مسلمانوں پر کوئی حرج اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں میں اُس وقت بھی،

مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷

کہ پوری کرلی اُن سے غرض، اور اللہ کا حکم ہو کر رہا●

اَے محبوب! یاد کرو (اور) اُس بات کو ذہن میں حاضر کرلو، (جب کہا کرتے تم اُسے جس پر انعام فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے)، اسلام کی دولت عطا کرکے اور تمہاری خدمت اور متابعت کی توفیق دے کر، (اور انعام کیا تم نے) پرورش، آزاد اور متبنّیٰ کرکے، یعنی زید جو خدا اور رسول کی نعمتوں کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں، اُن سے تم نے کہا، (کہ روکے رکھو اپنے ذمہ اپنی بیوی کو) یعنی بی بی زینب کو، (اور ڈرا کرو اللہ) تعالیٰ (کو) اُس کے کام میں، اور ضرر کی راہ سے اُس کو طلاق نہ دو۔ (اور) اُس وقت (چھپاتے رہے) تھے (تم اپنے دِل میں) وہ بات، (جس کو اللہ) تعالیٰ (ظاہر کردینے والا ہے)۔ وہ بات یہ تھی کہ زینب تمہاری بیبیوں میں داخل ہوگی۔ (اور تم خیال کرتے تھے لوگوں) کی ملامت (کا)، کہ کہیں گے، کہ اپنے متبنّیٰ کی زوجہ کی خواہش کی، (اور اللہ) تعالیٰ (کا زیادہ حق ہے کہ اُسی کو ڈرتے رہو) اُس بات میں جس میں ڈرنا چاہیے۔ (پھر جب) طلاق دے کر (پوری کرلی زید نے اپنی) طلاق دینے

والی (غرض اُس سے، تو) عِدّت کے بعد (نکاح کر ہی دیا ہم نے تمہارا اُس سے)۔
اُس میں یہ حکمتِ بالغہ تھی، (تاکہ نہ رہ جائے مسلمانوں پر کوئی حرج) یعنی تنگی۔۔یا۔۔گناہ۔۔ یا۔۔وبال (اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں میں اس وقت بھی، کہ پوری کر لی اُن سے غرض) یعنی وہ بیٹے اُنہیں طلاق دے کر اُن سے بے غرض ہو گئے، اور اپنے طلاق دینے کی مراد پوری کر لی۔ تو اب اُن کو منہ بولا بیٹا بنانے والے اُن کی بیبیوں سے نکاح کر سکیں۔۔الختصر۔۔اللہ نے جو چاہا وہی ہوا، (اور اللہ) تعالیٰ (کا حکم ہو کر رہا)۔ کیونکہ وہ بہر حال ہونے والا ہی تھا، جیسے حضرت زینب کا کام۔
پس حضرت سید عالم ﷺ اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں اُن کی بے اجازت چلے گئے۔ وہ بولیں کہ "یارسول اللہ ﷺ بے خطبہ اور بے گواہ؟" آپ نے فرمایا کہ "اللہ نے نکاح کر دیا اور جبرائیل گواہ ہیں"۔ حضرت زینب اور دوسری بیبیوں پر فخر کرتی تھیں، کہ میرا نکاح خود خدا نے اپنے رسول کے ساتھ کر دیا اور تمہارے نکاح کے مہتمم اور متولی تمہارے ولی لوگ تھے۔
۔۔الختصر۔۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرت زینب سے نکاح کو مقدر فرما دیا تھا، سو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اُس نکاح کو کرنا قضا و قدر کے مطابق تھا، اور نکاح کرنے کو اللہ تعالیٰ اِس سے پہلے نبیوں اور رسولوں پر مشروع فرما چکا ہے، اس لیے نبی کریم پر یہ اعتراض کرنا درست نہیں، کہ جب آپ کے عقد میں پہلے سے ازواجِ مطہرات موجود تھیں، تو پھر آپ نے حضرت زینب سے نکاح کیوں کیا؟۔۔تو۔۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ

نہیں ہے نبی پر کوئی حرج، اِس میں جسے فریضہ بنایا اللہ نے اُن کے لیے۔ اللہ کا دستور رہا اُن میں

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ﴿٣٨﴾

جو گزرے پہلے۔ اور اللہ کا حکم تقدیر کا لکھا ہے●

(نہیں ہے نبی پر کوئی حرج اِس میں جسے فریضہ بنایا اللہ) تعالیٰ (نے اُن کے لیے) اور اُن کے لیے مقدر فرما دیا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں، بلکہ (اللہ) تعالیٰ (کا دستور رہا اُن میں جو گزرے پہلے)۔
۔۔چنانچہ۔۔حضرت داوٗد علیہ السلام کے عقد میں سو بیویاں تھیں اور اُن کے پاس تین سو کنیزیں تھیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عقد میں تین سو بیویاں تھیں اور سات سو

کنیزیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے معاملے میں انبیاء علیہم السلام پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، اور اِس معاملے میں اُن کو وسعت حاصل رہی ہے۔ اور ایمان کے بعد دُنیا کی عبادت میں سے صرف نکاح ہی ایسی عبادت ہے جو جنت میں بھی حاصل ہوگی۔

(اور اللہ) تعالیٰ (کا حکم تقدیر کا لکھا ہے)۔ 'قدر' سے مراد اللہ تعالیٰ کا 'علمِ ازلی' ہے اور 'قضا' سے مراد ہے 'اللہ تعالیٰ کا اُس علم کو لوح میں محفوظ کر لینا'۔ ہر چیز جو تدریجاً وقوع پذیر ہو رہی ہے، وہ مقدور ہے۔

اِس آیت میں یہ اشارہ ہے، کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی ۔۔یا۔۔ ولی کے لیے کسی کام کو مقدر فرما دیتا ہے، تو خواہ بظاہر اُس میں کوئی حرج ۔۔یا۔۔ نقصان ہو، لیکن حقیقت میں اُس میں کوئی حرج ۔۔یا۔۔ نقصان نہیں ہوتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت زید کے طلاق دینے کے بعد حضرت زینب کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے مقدر کر دیا تھا۔

بہ ظاہر یہ نکاح بعض منافقین کے طعن و تشنیع کا سبب بنا، کہ آپ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنانے کے بعد اُن کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیا، لیکن حقیقت میں اس میں کوئی غلط بات نہ تھی۔ کیونکہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا، اور اُس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا حقیقی بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے کی طرح نہیں ہے۔ اور اِس میں عام مسلمانوں اور مؤمنوں کے لیے یہ نمونہ ہے اور یہ ہدایت ہے، کہ وہ منہ بولے بیٹے کے اوپر حقیقی بیٹے کے احکام جاری نہ کریں، اور منہ بولے بیٹے کو نسبی بیٹا نہ قرار دیں۔ اور ہر وقت خدا سے ڈرتے رہیں اور سن لیں، کہ۔۔۔

الَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا يَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

جو پہنچاتے رہے اللہ کے پیغاموں کو، اور ڈرتے رہے اُسے، اور نہ ڈرے کسی کو اللہ کے سوا۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا ﴿۳۹﴾

اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا●

(جو پہنچاتے رہے اللہ) تعالیٰ (کے پیغاموں کو اور ڈرتے رہے اُسے، اور) وہ بھی اس شان سے، کہ **(نہ ڈرے کسی کو اللہ) تعالیٰ (کے سوا۔ اور اللہ) تعالیٰ (کافی ہے)** ڈرنے والے بندوں کا **(حساب لینے والا)** ۔۔یا۔۔ بندوں کو شمار کرنے والا۔ اور جب حساب و کتاب اُسی کے ہاتھ میں ہے تو چاہیے کہ خوف بھی اُسی سے ہو۔

اُن ڈرنے والوں میں۔۔۔

انبیاءِ کرام اللہ تعالیٰ کے عتاب سے ڈرتے ہیں، یعنی اُن سے کوئی ایسا کام نہ ہوجائے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اُس کی منشاء کے خلاف ہو اور وہ اس پر عتاب فرمائے یعنی ناپسندگی کا اظہار فرمائے۔

اور اولیاءِ کرام اللہ تعالیٰ کے حجاب سے ڈرتے ہیں، یعنی اُن سے کوئی ایسا کام نہ ہوجائے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مطالعہ اور اُس کی تجلیات سے محروم ہوں، اور اُن کے اور اللہ تعالیٰ کے جلووں کے درمیان حجاب آجائے۔

اور عام مسلمان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، خواہ قبر کا عذاب ہو۔۔یا۔۔حشر کا عذاب ہو۔۔یا۔۔دوزخ کا عذاب ہو۔

۔۔الغرض۔۔خدا سے حقیقی طور پر ڈرنے والا خدا کے سوا کسی سے بھی نہیں ڈرتا، اِس معنی میں کہ اُس کو اعتقاد رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور حکم کے بغیر انہیں کوئی چیز ضَرر اور نقصان نہیں پہنچاسکتی۔ کیونکہ اِس کو علم ہوتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے ہوتی ہے۔

اور جن بعض واقعات میں اُن کو غیر اللہ سے ڈر ہوا، اُن کو وہ ڈر بشری تقاضوں سے عارض ہوا، جیسے کہ اُن کا سونا، کھانا، پینا، اور ازواج کے ساتھ مشغول ہونا بشری تقاضوں سے تھا، ورنہ اُن کا اللہ تعالیٰ سے قرب اور اُس کی معرفت کا تقاضہ تو یہ تھا، کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدہ میں منہمک اور مستغرق رہتے، اور اس کی یاد اور اس کے ذکر کے سوا اور کسی چیز کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔

ام المومنین حضرت زینب کے اس معاملہء نکاح کے بعد بے ادبوں نے زبانِ طعن دراز کی، کہ محمد عربی ﷺ لوگوں کو تو نصیحت کرتے ہیں کہ بیٹے کی جورُو تم پر حرام ہے، اور خود زید کو بیٹا بنایا اور اُس کی مطلقہ عورت سے نکاح کرلیا۔ وہ لوگ متبنّیٰ کو حکمِ شرع میں اصلی بیٹے کے برابر جانتے تھے، تو حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی، کہ۔۔۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

"نہیں ہیں محمد کسی کے بھی باپ تم مَردوں سے، لیکن اللہ کے رسول، اور سارے نبیوں میں پچھلے زمانہ والے۔"

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ۝

اور اللہ ہر ایک کو جانتا رہا●

(نہیں ہیں محمد کسی کے بھی باپ تم مَردوں سے)۔

اگر چہ آنحضرت ﷺ طیب وطاہر اور قاسم وابراہیم کے باپ تھے، مگر یہ چاروں پیغمبر زادے مردمی یعنی جوانی کی حد تک نہیں پہنچے۔ تو درحقیقت آپ کی صلب سے کوئی بیٹا نہیں، کہ اُس کی زوجہ آپ پر حرام ہو، اور نہ ہی کوئی آپ کا رضاعی بیٹا ہے۔ ذہن نشین رہے کہ 'تبنیت' کے لحاظ سے بھی جو کسی کو کسی کا 'فرزند' کہا جاتا ہے، وہ اُس صورت میں ہے جبکہ اُس کا حقیقی باپ غیر معروف اور مجہول ہو، اور حضرت زید بن حارث اپنے حقیقی باپ ہی کی طرف منسوب ہیں، تو اب کسی صورت سے بھی انہیں محمد عربی ﷺ کا بیٹا نہیں قرار دیا جاسکتا۔ رہ گیا نبی اور امتی کا آپس کا رابطہ، تو بے شک ہمارے نبی اپنے امتیوں کے روحانی باپ اور ازواجِ مطہرات امتیوں کی روحانی مائیں ہیں۔ اور مسئلہ زیرِ بحث کا اُس سے کوئی تعلق نہیں۔

(لیکن) وہ (اللہ) تعالیٰ (کے رسول) ہیں (اور سارے نبیوں میں پچھلے زمانہ والے) ہیں۔

آپ کے سبب سے نبوت پر 'مہر' ہوگئی اور پیغمبری آپ پر ختم کی گئی اور آپ خاتم الانبیاء ہیں 'نورِ ظہور' میں، جس طرح اُن کے اوّل ہیں 'ظہورِ نور' میں۔

(اور اللہ) تعالیٰ (ہر ایک کو جانتا رہا) کہ کون شخص اِس کے لائق ہے کہ اُس پر نبوت ختم ہو۔

ہر نوشتے کی صحت 'مہر' کے سبب سے ہے اور حق تعالیٰ نے پیغمبر کو 'مہر' کہا، تا کہ لوگ جان لیں، کہ محبتِ الٰہی کے دعویٰ کی تصحیح آپ کی متابعت ہی سے کر سکتے ہیں۔ ہر کتاب کا شرف اور بزرگی 'مہر' کے سبب سے ہے، تو سب پیغمبروں کا شرف حضرت کی ذات سے ہے۔ اور ہر کتبہ کی گواہ اُس کی 'مہر' ہوتی ہے، تو محکمہ قیامت میں گواہ آپ ہوں گے۔

اور جہاں کتاب پر 'مہر' کی گئی تو کتاب تمام ہو جاتی ہے۔ چونکہ نبوت پر آپ کی ذات 'مہر' ہے، تو آپ کے سبب سے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور چونکہ سب انبیاء سے 'مہرِ نبوت' کے ساتھ آپ مخصوص ہوئے، تو اُن کی ختمیت کے ساتھ بھی آپ نے اختصاص پایا۔

اِس سورت کے مقاصد میں یہ ہے کہ نبی ﷺ کو، آپ کی ازواج کو، اور آپ کی امت کو، نیک خصائل اور عمدہ شمائل کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ الاحزاب آیت ۱ میں فرمایا، کہ اَے نبی! اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہیے اور سب سے زیادہ مقرب بارگاہِ الٰہی ہونے کی وجہ سے اُس سے بے خوف نہ ہو جائیں۔ یہ حکم تعلیم امت کے لیے ہے، اس لیے کہ نبی کا خدا سے بے خوف ہو جانا محال اور ناممکن ہے۔

اورالاحزاب آیت ۲۸ سے آیت ۳۴ تک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو نیکی، تقویٰ اور ذکر کی تلقین فرمائی، اورالاحزاب آیت ۴۱ میں نبی کریم کی امت کو یہ ترغیب دی، کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کیا کریں، تاکہ دُنیاوی کاموں میں اتنا منہمک نہ ہوں، کہ خدا کو بھول جائیں۔۔چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے۔۔۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ ﴿۴۱﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً

اَے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی، بہت یاد● اور پاکی بولو اُس کی صبح

وَّ اَصِیْلًا ﴿۴۲﴾

وشام●

(اَے ایمان والو! یاد کرو اللہ) تعالیٰ (کی بہت یاد)۔یعنی اکثر اوقات۔۔یا۔۔بہت طرح سے یاد کرو **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کہہ کر، **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** کہنے سے، **اَللّٰهُ اَكْبَرُ** کہہ کر، (اور پاکی بولو اُس کی صبح وشام)۔اس لیے کہ صبح وشام کے وقت نماز ادا کرنا بہت شاق ہے۔

بعض عارفین کا کہنا ہے، کہ **ذِكْرًا كَثِیْرًا** سے 'دِلی ذکر' مراد ہے، اس واسطے کہ ہمیشہ ذکر کرنا دِل ہی سے ہوتا ہے، زبان سے ممکن نہیں۔ **ذِكْرًا كَثِیْرًا** کا حکم اشارہ ہے حق تعالیٰ کی محبت کی طرف یعنی اُسے دوست رکھو، اس لیے کہ جو کسی کو دوست رکھتا ہے تو اکثر اُس کا ذکر کرتا ہے۔ ذکر کی کثرت محبت کی علامت ہے۔محبت چھوڑتی ہی نہیں، کہ زبان۔۔یا۔۔دِل دوست کے ذکر سے خالی رہے۔اِس مقام پر جس ذاتِ رحیم وکریم کے ذکر کی بات ہو رہی ہے۔۔وہ۔۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ

وہی ہے جو درود بھیجے تم پر، اور اُس کے فرشتے، تاکہ نکال رکھے تمہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾

اور وہ مسلمانوں کے لیے رحمت والا رہا●

(وہی ہے جو درود بھیجے تم پر) اور رحمت نازل فرمائے، (اور اُس کے فرشتے) بھی درود بھیجتے ہیں تم پر اور مغفرت چاہتے ہیں تمہارے گناہوں کی۔اور یہ خدا اور فرشتوں کا درود تم پر اس واسطے ہے، (تاکہ نکال رکھے تمہیں) کفر کی (اندھیریوں سے) ایمان کی (روشنی کی طرف)۔یعنی کفر کی ظلمتوں سے

نکال کر ایمان کی روشنی پر ثابت رکھے۔

یہاں پر ایمان کی طرف نکالنے سے مراد ہمیشہ نکالے رکھنا اور نکلنے پر قائم کردینا ہے۔اس واسطے کہ خدا اور فرشتوں نے جب اُن پر دُرود بھیجا، تو اُس وقت وہ تاریکیوں میں نہ تھے۔اور بعضوں نے کہا ہے کہ نکالنا 'ظلمتِ معصیت' سے تھا 'نورِ طاعت' کی طرف ۔۔یا۔۔شک سے یقین کی جانب ۔۔یا۔۔'تدبیر کے اندھیرے' سے 'یقین کے اُجالے' کی طرف۔۔یا۔۔'ظلماتِ بشریت' سے 'نورِ روحانیت' کی طرف۔ **(اور وہ) ربِّ کریم (مسلمانوں کے لیے رحمت والا رہا)**۔خود تو رحمت کرتا ہی ہے، اور فرشتوں کو بھی اُن کی بخشش چاہنے کا حکم فرماتا ہے۔

تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا ﴿٤٤﴾

اُن کی دُعائے ملاقات ہے، جب ملیں گے اُس کو کہ "سلام"۔اور تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے باعزت ثواب●

(اُن کی دُعائے ملاقات ہے جب ملیں گے اُس کو، کہ 'سلام')۔یعنی جب مؤمن موت کے وقت اللہ سے ملاقات کریں گے۔۔یا۔۔جب قبروں سے اٹھ کر میدانِ حشر میں اللہ سے ملاقات کریں گے۔۔یا۔۔جب دخولِ جنت کے وقت اللہ سے ملاقات کریں گے، تو اُن کو اللہ کی طرف سے 'سلام' پیش کیا جائے گا، جو ہر خوف اور ہر آفت سے سلامتی کی خبر دے رہا ہوگا۔

اِس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے، کہ جب ملک الموت مؤمن کی روح قبض کرنے کے لیے آئے گا، تو کہے گا کہ تمہارا رب تم کو 'سلام' بھیجتا ہے۔۔یا یہ کہ۔۔جس دن وہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو دیکھیں گے، تو عزرائیل علیہ السلام اُن پر 'سلام' کہیں گے۔

(اور) صرف اتنا ہی نہیں بلکہ باوجود اُس تحیت کرنے کے، جنت اور اُس کی نعمت کی شکل میں **(تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے باعزت ثواب)**۔اور یہ سب کچھ اس لیے کہ یہ سب تیرے غلاموں اور تجھ پر مخلصانہ ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔۔تو۔۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿٤٥﴾

اَے آنحضرت! بے شک بھیجا ہم نے تم کو ہر جگہ کا چشم دید گواہ، اور خوشخبری دینے والے، اور ڈر سنانے والے●

(اَے آنحضرت) بزرگ و برتر، میری بارگاہِ قدس میں حاضر رہنے والے، اور میرے فضل و کرم اور میری عطا سے ایسی خبر دینے والے جس کا دینا آپ ہی کے لیے مقدر فرمادیا گیا ہے، **(بے شک**

بھیجا ہم نے تم کو ہر جگہ کا چشم دید گواہ) بنا کر۔

چونکہ آپ کا نور اوّل مخلوقات ہے، تو جو کچھ 'عدم' سے نکل کر 'وجود' میں آتا رہا، آپ سب کا مشاہدہ فرماتے رہے، آپ نے جس جس چیز کی گواہی دی، دیکھ کر دی۔ یہاں تک کہ آپ نے رب تعالیٰ کی 'وحدانیت واحدیت' کی گواہی بھی دیکھ کر دی ہے۔ ظاہر ہے جب آپ سب سے پہلی مخلوق ہیں، تو پیدا ہوتے ہی آپ نے 'واحدِ حقیقی' کو دیکھا اور اُس کی 'وحدانیت' کو دیکھا، 'احد' کو دیکھا اور اُس کی 'احدیت' کو دیکھا۔ آپ کے سوا باقی تمام گواہی دینے والوں نے فرشتوں سے سن کر گواہی دی ہے۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ جنت میں 'واحد تعالیٰ' اور 'احد عز و جل' کو سارے مؤمنین دیکھیں گے، لیکن اُس کی 'وحدانیت واحدیت' کو دیکھنے والی صرف نگاہِ مصطفیٰ ہی ہے۔۔ الختصر۔۔ آپ چشم دید گواہ ہیں مصدقین کی تصدیق کے اور مکذبین کی تکذیب کے۔ حشر کے میدان میں بھی فیصلہ آپ ہی کی گواہی پر فرمایا جائے گا۔ بنیادی طور پر وہاں آپ ہی گواہ ہوں گے۔ رہ گئے آپ کے اُمتی، تو اُن کی گواہی آپ ہی کی گواہی کی بنیاد پر ہوگی۔

(اور خوش خبری دینے والے) ہماری رحمت کی، (اور ڈرسنانے والے) ہمارے عذاب کے۔۔۔

وَّدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿۴۶﴾

اور بُلانے والے اللہ کی طرف اُس کے حکم سے، اور روشن کرنے والا سورج ●

(اور بُلانے والے اللہ) تعالیٰ (کی طرف اُس کے حکم سے) یا اُس کی توفیق سے، (اور روشن کرنے والا سورج)۔ یعنی قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والا، جس نے اپنے نورِ وجود سے اور اپنی تلاوت کی تابانیوں سے کفر کے اندھیروں کو جہان سے نیست و نابود کر دیا۔

حق تعالیٰ نے آفتاب کو بھی چراغ فرمایا اور ہمارے پیغمبر کو بھی چراغ فرمایا۔ آفتاب چراغِ آسمان ہے اور جناب رسالت مآب چراغِ زمین و زمان ہیں۔ وہ چراغِ دُنیا، آپ چراغِ دین ہیں۔ وہ منازلِ فلک کا چراغ، اور آپ محافلِ مِلک کے چراغ۔ وہ چراغِ آب و گل، آپ چراغِ جان و دِل۔ آفتاب کا چراغ جلنے سے لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہیں، اور آپ کے نور کا چراغ روشن ہونے سے سب 'خوابِ عدم' سے اُٹھ کر 'میدانِ وجود' میں آئے۔

ویسے بھی آسمانی آفتاب ظاہر کو روشن کرتا ہے اور باطن تاریک رہتا ہے، آدھی دُنیا کو روشن کرتا ہے اور آدھی دُنیا تاریک رہتی ہے۔ اُس پر کبھی گہن لگتا ہے اور کبھی وہ بادلوں کے پیچھے چھپ جاتا ہے، اُس صورت میں اُس کی روشنی باہر نہیں آتی۔ مگر آفتابِ رسالت کی شان ہی کچھ اور ہے، وہ ظاہر و باطن دونوں کو روشن کرتا۔ ایک ہی وقت میں ساری دُنیا کو منور کیے ہوئے، پر اس پر کبھی گہن نہیں لگتا، اور نہ ہی کسی طرح حجاب اُس کے نور کے سامنے حائل ہوتا۔

مگر یہ خیال رہے کہ سورج کا کام در و دیوار پر لگی ہوئی سیاھیوں کو مٹانا نہیں ہے، بلکہ دکھانا ہے۔ جب سورج نہیں نکلا تھا تو پتہ ہی نہیں تھا کہ دیوار پر سیاہی کہاں ہے؟ اور سفیدی کہاں؟ سرخی کہاں ہے؟ اور سبزی کہاں؟ اندھیری رات میں رسّی کو سانپ، اور سانپ کو رسّی سمجھ لیا، لیکن جب سورج نکل آتا ہے تو سفیدی و سیاھی اور سرخی و سبزی کے درمیان امتیاز ہو جاتا ہے، کوئی سانپ کو رسّی اور رسّی کو سانپ سمجھنے کی غلطی نہیں کرتا۔

یہی ہے امتیاز والی روشنی جو دِل و دماغ کو منور کر دیتی ہے۔ تو جب تک آفتابِ رسالت طلوع نہیں ہوا تھا، پتہ ہی نہ تھا کہ کفر کدھر ہے، ایمان کدھر؟ شرک کدھر ہے، توحید کدھر؟ منافقت کدھر ہے اخلاص کدھر؟ ابوجہلیت کدھر ہے، صدیقیت کدھر؟ وغیرہ وغیرہ۔ مگر آفتابِ رسالت نے طلوع ہو کر ساری دُنیا کو ایسا روشن کر دیا، کہ اب بُرائیاں اپنا چہرہ چھپا نہ سکیں گی اور نہ ہی اچھائیاں پوشیدہ رہ سکیں گی۔ یہی ہے ساری دُنیا کو روشن کر دینا۔

اور اگر چراغ سے گھر کا چراغ مراد لیا جائے، تو ذاتِ رسالت مآب کی چراغ سے مناسبت کی بعض صورتیں یہ ہیں:

﴿۱﴾۔۔ جو کچھ گھر میں گم ہو جاتا ہے اُسے چراغ کی روشنی میں پا سکتے ہیں۔ تو جو حقائق لوگوں سے پوشیدہ تھے اُس چراغ کے نور سے انوارِ معرفت حاصل کرنے والوں پر روشن ہو گئے۔

﴿۲﴾۔۔ چراغ گھر والوں کے امن و امان اور راحت کا سبب ہوتا ہے اور چور کو خجلت اور عقوبت کا باعث ہوتا ہے، تو آنحضرت ﷺ دوستوں کے واسطے سلامت اور کرامت کے سبب ہیں، اور منکروں کے لیے حسرت اور ندامت کے باعث ہیں۔

اور **مُّنِیْرًا** کی تاکید نے بتا دیا کہ آپ چراغ ہیں، مگر اور چراغوں کی طرح نہیں، جو کبھی بجھتے ہیں اور کبھی روشن ہوتے ہیں، بلکہ آپ اوّل سے آخر تک روشن ہیں۔ دوسرے چراغ ہَوا سے جھلملاتے تھے، لیکن آپ کے نور کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ دوسرے چراغ رات کو

روشن کیے جاتے ہیں دن کو نہیں، مگر آپ نے 'ظلماتِ دُنیا' کی رات کو 'دعوتِ اسلام' کے نور سے روشن کر دیا، اور قیامت کے دن کو بھی 'مشعلِ شفاعت' سے آپ روشن کر دیں گے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿٤٧﴾

اور خوشخبری دو ایمان والوں کو کہ "بلاشبہ اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے"●

تو اَے محبوب! آگاہ کر دو **(اور خوشخبری دو ایمان والوں کو کہ بلاشبہ اُن کے لیے اللہ)** تعالیٰ **(کی طرف سے بڑا فضل ہے)** جو ان کے کام کے اجر سے زیادہ ہے، یعنی دولتِ لِقاء کہ بہت بڑی عطا اور بہت ہی خوب جزا ہے۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

اور نہ کہا ماننا کافروں اور منافقوں کا، اور اُن کے ایذا دینے پر خود درگزر کر دو، اور بھروسہ رکھو اللہ پر۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٤٨﴾

اور اللہ کافی کارساز ہے●

(اور نہ کہا ماننا کافروں اور منافقوں کا) یعنی اُن کے کہے پر ثابت نہ رہ۔ **(اور)** اَے ہمارے حبیب **(اُن کے ایذاء دینے پر خود درگزر کر دو)**۔ یعنی اُن سے بدلہ لینے کے درپے نہ ہو، کہ میں اُن کی بُرائی کو کفایت کرتا ہوں، **(اور بھروسہ رکھو اللہ)** تعالیٰ **(پر)**، یعنی انہیں دفع کرنے میں خدا پر توکل کرو۔ **(اور اللہ)** تعالیٰ **(کافی کارساز ہے)**۔ یعنی بس ہے کارساز، مہم پرداز۔۔یا۔۔نگہبان۔۔یا۔۔ضامن تمہارے واسطے نصرت اور غالبیت کے وعدے پر۔

اپنے رسول سے خطاب فرما کر حق تعالیٰ نے مؤمنین کی طرف خطاب کا رخ فرما کر آفتابِ ہدایت کی شعاعوں کا رخ اُن کی طرف کر دیا، اور فرمایا۔۔۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ

اَے ایمان والو! جب نکاح کر لیا تم نے ایمان والی عورتوں سے، پھر طلاق دیدی اُنہیں، قبل اِس کے

اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ

کہ اُنہیں ہاتھ لگاؤ، تو نہیں ہے تمہارے لیے اُن پر کچھ عدت، کہ تم اُسے شمار کرو۔ تو اُنہیں کچھ پونجی دے دو

وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٤٩﴾

اور چھوڑ دو خوبی سے●

(اَے ایمان والو! جب نکاح کرلیا تم نے ایمان والی عورتوں سے، پھر طلاق دیدی انہیں قبل اِس کے کہ انہیں ہاتھ لگاؤ)۔۔۔

۔۔یعنی۔۔امام شافعی کے نزدیک 'مباشرت' کرو۔۔یا۔۔امامِ اعظم کے نزدیک 'خلوتِ صحیحہ' کرو۔

۔۔الحاصل۔۔ جب طلاق دو تم عورتوں کو 'دخول' ۔۔یا۔۔ 'خلوتِ صحیحہ' سے پہلے، **(تو نہیں ہے تمہارے لیے اُن)** طلاق دی ہوئی عورتوں **(پر کچھ عدت کہ تم اُسے شمار کرو، تو انہیں کچھ پونجی دے دو)۔**

اِس آیت میں بیوی کو ہاتھ نہ لگانے کا ذکر ہے، اور فقہائے احناف کے نزدیک 'خلوتِ صحیحہ' بیوی کو ہاتھ لگانے یعنی 'عملِ زوجیت' کے قائم مقام ہے۔ اور 'خلوتِ صحیحہ' کی تعریف یہ ہے، کہ "خاوند کی بیوی کے ساتھ خلوت میں 'عملِ زوجیت' سے کوئی 'شرعی مانع' نہ ہو۔۔مثلاً: دونوں میں سے کسی نے احرام باندھا ہو۔۔یا۔۔کسی کا روزہ ہو۔۔یا۔۔بیوی کو حیض ہو۔ اور نہ کوئی 'حسی مانع' ہو۔۔مثلاً: بیوی کو ایسی بیماری ہو، کہ وہ اُس عمل سے مانع ہو۔ اور نہ کوئی 'عقلی مانع' ہو۔۔مثلاً: وہاں کوئی ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے خاوند اُس عمل سے حیا کرے۔"

اگر اِس طریقہ سے خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہو، پھر خاوند نے اُس عمل سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی، تو خاوند پر مکمل مہر واجب ہوگا، اور اُس عورت پر احتیاطاً عِدّت واجب ہوگی۔ اور اگر اس طرح خلوت نہ ہوئی ہو اور نہ خاوند نے 'عملِ تزویج' کیا ہو، تو اُس پر نصف مہر واجب ہوگا اور عورت پر عِدّت واجب نہیں ہوگی۔ فقہائے احناف کے نزدیک مطلقات کی چار۴ قسمیں ہیں:

﴿۱﴾۔۔جس عورت کے ساتھ حقیقۃً۔۔یا۔۔حکماً، یہ عمل نہیں کیا گیا اور نہ اس کا مہر مقرر کیا گیا ہے، اُس کو متاع دینا واجب ہے، اور یہ قمیص، دوپٹہ اور تہبند ہے۔

﴿۲﴾۔۔جس کے ساتھ حقیقۃً۔۔یا۔۔حکماً یہ عمل نہیں کیا گیا اور اُس کا مہر مقرر کیا گیا ہے، اس کو نصف مہر دینا واجب ہے اور اُس کو متاع دینا مستحب ہے۔

﴿۳﴾۔۔جس عورت کے ساتھ حقیقۃً۔۔یا۔۔حکماً، یہ عمل کیا گیا اور اُس کا مہر مقرر کیا گیا تھا، اُس کو پورا مہر دینا واجب ہے اور اُس کو متاع دینا مستحب ہے۔

﴿۴﴾۔۔جس عورت کے ساتھ حقیقۃً۔۔یا۔۔حکماً، یہ عمل کیا گیا اور اُس کا مہر مقرر نہیں کیا

گیا تھا، اس کو مہر مثل دینا واجب ہے اور اُس کو بھی متاع دینا مستحب ہے۔

۔۔الحاصل۔۔اوپر آیتِ کریمہ میں مذکور جن عورتوں پر طلاق کے بعد عدّت واجب نہیں ہے، تو پھر اُن کو جانے دو (اور چھوڑ دو خوبی سے) کسی طعن و تشنیع کے بغیر۔ **سَرَاحًا جَمِیۡلًا** کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے، کہ خاوند عورت کو جو کچھ دے چکا ہے اُس سے واپس نہ مانگے۔اب خاص کر کے خطاب نبی کریم سے ہے، اس لیے کہ آگے چل کر بعض امور ایسے بھی مذکور ہیں جو نبی کے ساتھ خاص ہیں، اور اُن کی اجازت عام مؤمنین کو نہیں۔۔چنانچہ۔۔فرمایا جاتا ہے۔۔۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحۡلَلۡنَا لَكَ اَزۡوَاجَكَ الّٰتِیۡۤ اٰتَیۡتَ اُجُوۡرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتۡ

اَے آنحضرت! بے شک حلال کردیا ہم نے تمہارے لیے تمہاری بیبیاں، جن کا مہر تم دے ہی چکے، اور جن پر مالکانہ قبضہ کرلیا

یَمِیۡنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیۡكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ

تمہارے ہاتھوں نے، جنہیں مالِ غنیمت میں دیا تمہیں اللہ نے، اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپھی کی بیٹیاں، اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیۡ هَاجَرۡنَ مَعَكَ ۫ وَامۡرَاَةً مُّؤۡمِنَةً اِنۡ وَّهَبَتۡ

اور تمہاری خالہ کی بیٹیاں، جنہوں نے ہجرت کی تمہارے ساتھ۔اور ایمان والی عورت، اگر وہ دے ڈالے

نَفۡسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنۡ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنۡ یَّسۡتَنۡكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ

اپنے کو آنحضرت کے لیے۔اگر چاہا آنحضرت نے بھی، کہ نکاح کرلیں اِس سے۔صرف تمہارے لیے ہے سارے

الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَیۡهِمۡ فِیۡۤ اَزۡوَاجِهِمۡ وَمَا مَلَكَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ

مسلمانوں سے الگ۔بے شک ہم نے جان لیا جو مقرر کردیا ہے اُن پر اُن کی بیبیوں کے بارے میں، اور اُن کی لونڈیوں کے

لِكَیۡلَا یَكُوۡنَ عَلَیۡكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۵۰﴾

بارے میں، تاکہ نہ رہ جائے تم پر کوئی تنگی۔اور اللہ غفور رحیم ہے●

(**اَے آنحضرت! بے شک حلال کردیا ہم نے تمہارے لیے تمہاری بیبیاں جن کا مہر تم دے ہی چکے**) ہو۔حلال کردینے کو مقید کرنا، مہر عطا کرنے کے ساتھ، طریقِ افضل کے ایثار کی جہت سے ہے، حلال ہونا اس پر موقوف ہونے کی وجہ سے نہیں۔(**اور**) حلال کردیا اُن کو (**جن پر مالکانہ قبضہ کرلیا تمہارے ہاتھوں نے**)، یعنی تمہاری لونڈیاں (**جنہیں مالِ غنیمت میں دیا تمہیں اللہ**) تعالیٰ (**نے**) جیسے حضرت صفیہ اور حضرت ریحانہ وغیرہما۔(**اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپھی کی بیٹیاں**)

اولادِ عبد المطلب میں سے، **(اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں اور تمہاری خالہ کی بیٹیاں)** عبد مناف بن زہرہ کی اولاد میں سے **(جنھوں نے ہجرت کی تمہارے ساتھ)**۔

ذکر کی ہوئی عورتوں کو حلال کرنا ہجرت کی قید کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے حق میں خاص ہے، اور حضرت اُمّ ہانی کا یہ قول اس احتمال کی تائید کرتا ہے کہ حضرت نے میرے ساتھ نکاح کا پیغام دیا، اور اِس آیت کے سبب سے میں آپ پر حرام ہوگئی، اس واسطے کہ میں نے ہجرت نہ کی تھی۔

(اور) حلال کردی ہم نے نبی کے لیے **(ایمان والی عورت اگر وہ دے ڈالے اپنے کو آنخضرت کے لیے، اگر چاہا آنخضرت نے بھی کہ نکاح کرلیں اُس سے)**۔ اَے محبوب! یہ حکم **(صرف تمہارے لیے ہے، سارے مسلمانوں سے الگ)**۔ یعنی دوسرے مؤمنین اِس حکم میں شامل نہیں۔

۔۔الغرض۔۔آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوصات سے یہ بات ہے کہ فقط 'ھبہ' کے ساتھ ہی 'بے مہر' اور 'بے نکاح' عورت پر آپ تصرف کر سکتے تھے۔ امام اعظم نے فرمایا، کہ 'ھبہ' کے لفظ سے 'نکاح' بندھ جاتا ہے، مگر 'مہرِ مثل' لازم ہے۔ اوراس بات میں اختلاف ہے کہ یہ صورت کس بی بی کے ساتھ واقع ہوئی۔ بہت مشہور بات یہ ہے، کہ 'ھبہ' واقع ہوئی حضرت زینب بنت خزیمہ الانصاریہ جنھیں اُمّ المساکین کہا جاتا تھا۔۔یا۔۔حضرت خولہ بنت حکیم۔۔یا۔۔حضرت میمونہ بنت حارث۔۔یا۔۔حضرت ام شریک بنت جابر رضی اللہ عنہن۔

ایک قول یہ ہے کہ قبیلہ بنی اسد کی حضرت ام سھل سے یہ واقعہ ہوا۔ اگر 'ھبہ' کرنے والی حضرت زینب تھیں، تو اُن کی 'ھبہ' رمضان ۳ھ میں واقع ہوئی، اور چند مہینے حضرت ﷺ کی حرم محترم میں رہ کر ربیع الاوّل ۴ھ میں وفات پائی، مگر اہلِ سیر کے نزدیک 'ام شریک' سے 'ھبہ' واقع ہوا۔ اور اِن بی بی صاحبہ کو دولتِ عقد حاصل نہیں ہوئی۔

اِس کے تعلق سے ایک دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے نکاح میں کوئی ایسی خاتون نہیں تھی، جنھوں نے آپ کے ساتھ نکاح کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا ہو۔ جن خواتین نے اپنے آپ کو آپ کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کیا تھا، آپ نے اُن میں سے کسی کو قبول نہیں فرمایا اور یہ آپ کے لیے مباح تھا، اور آپ کے ساتھ مخصوص تھا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اگر نبی اُن کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں یعنی اُن کو پسند کرلیں"۔ احزاب ۵۰۔۔۔تو نکاح کر سکتے ہیں۔

(بے شک ہم نے جان لیا جو مقرر کر دیا ان) مؤمنین (پر اُن کی بیبیوں کے بارے میں اور اُن کی لونڈیوں کے بارے میں)۔ یعنی شرائطِ عقد اور اُس کے حقوق جس قدر اہلِ ایمان پر فرض کیے گئے ہیں، آپ کی تعظیم و تکریم کے پیشِ نظر آپ پر کوئی فرض نہیں۔ یہ صرف آپ کے لیے توسیع ہے، ورنہ ہم نے دوسرے مسلمانوں پر عورتوں اور کنیزوں کے بہت سے حقوق فرض کر رکھے ہیں۔ اور آپ کی خصوصیت سے یہ ہے، کہ آپ بلا مہر و ولی و شہود وغیرہ کے نکاح کریں۔

آپ کے برعکس دوسرے مسلمانوں پر مہر و ولی و شہود و نفقہ، اور آزاد اور کنیزوں کے درمیان باری کی پوری تقسیم، اور آزاد عورتوں میں سے صرف چار سے نکاح کرنا، اور کنیزیں بھی وہی رکھنا جو 'ملک شرعی' سے حاصل ہوں۔۔ المختصر۔۔ یہ مذکورہ باتیں فرض ہیں۔ آپ پر اُن امورِ مذکورہ کے فرض نہ فرمانے کا خصوصی حکم اس لیے ہے، (تاکہ نہ رہ جائے تم پر کوئی تنگی) نکاح کے معاملے میں۔ اور دین کے فروغ وارتقاء اور اُس کی توسیع واشاعت۔۔ نیز۔۔ احکامِ شرعیہ کو عام کرنے کے لیے جن جن قبیلوں اور خانوادوں کی خواتین سے نکاح آپ ضروری خیال فرمائیں، اُن سے بآسانی اور بلا تکلف نکاح کر سکیں (اور) ایسا کیوں نہ ہو، اس لیے کہ (اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے یعنی بخشنے والا ہے وہ چیزیں جن سے بچنا دشوار ہے۔ اور (رحیم ہے) یعنی مہربان ہے وسعت دے کر اس مقام پر جہاں حرج کا گمان ہو۔ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے، کہ اَے محبوب!۔۔۔

تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُــٔۡوِیۡۤ اِلَيۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَيۡتَ مِمَّنۡ

ہٹائے رکھو جس کو چاہو اُن میں سے، اور ٹھکانہ دو اپنے پاس جسے چاہو۔ اور جس کی تم نے خواہش کی اُن میں سے

عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكَ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَنۡ تَقَرَّ اَعۡيُنُهُنَّ وَلَا يَحۡزَنَّ

جنہیں معزول کر دیا تھا، تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ ٹھنڈی ہوں اُن کی آنکھیں، اور نہ رنج کریں

وَيَرۡضَيۡنَ بِمَاۤ اٰتَيۡتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ

اور خوش رہیں، جو کچھ دے دیا تم نے، سب کی سب۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگوں کے دلوں میں ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَلِيۡمًا ۞ ۵۱

اور اللہ علم والا حلم والا ہے●

(ہٹائے رکھو جس کو چاہو اُن) اپنی ازواج (میں سے اور ٹھکانہ دو اپنے پاس جسے چاہو)۔

اِس آیت کے سبب سے باری باٹنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سے ساقط ہو گیا۔

اُمّ المومنین حضرت سودہ کے سوا اور سب بیبیوں میں حضرت نے آخر عمر تک باری کی رعایت رکھی، اس واسطے کہ حضرت سودہ نے اپنی باری ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بخش دی تھی۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ ۵ بیبیوں کو الگ رکھا، یعنی اُمّ المومنین حضرت سودہ، حضرت صفیہ، حضرت جویریہ، حضرت میمونہ اور حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو، اور اُن میں باری کی رعایت فرماتے تھے جب چاہتے اور جس طرح چاہتے۔ اور چار ۴ بیبیوں کو اپنے ساتھ رکھا، حضرت بی بی عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ، حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

(اور) اَے محبوب! **(جس کی تم نے خواہش کی اُن میں سے جنہیں معزول کر دیا تھا)**، یعنی جن سے کنارے رہتے ہو اور انہیں الگ رکھتے ہو، **(تو تم پر کوئی حرج نہیں)** یعنی کوئی گناہ اور کوئی تنگی نہیں۔ بلکہ **(یہ)** معزول بیبیوں کو طلب کرنا اور دُور رہنے والیوں کو اپنے پاس بُلانا، **(زیادہ قریب ہے کہ ٹھنڈی ہوں اُن کی آنکھیں۔ اور نہ رنج کریں اور خوش رہیں جو کچھ دے دیا تم نے سب کی سب)**، یعنی جو عطا فرمایا اُن سب کو۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ جب اُنہوں نے جان لیا، کہ اَے محبوب! جو کچھ تم کرتے ہو، الگ رکھنا، ساتھ رکھنا، اور پاس بُلانا، اور دُور کر دینا، یہ سب خدا کے حکم سے ہے، تو رنجیدہ نہ ہوں گی اور بہ سرو چشم مان لیں گی۔ **(اور اللہ)** تعالیٰ **(جانتا ہے جو کچھ تم لوگوں کے دِلوں میں ہے)** رغبت اور کراہت۔ **(اور اللہ)** تعالیٰ **(علم والا)** ہے۔ اُس سے کچھ پوشیدہ نہیں۔ اور **(حلم والا ہے)** یعنی بُردبار ہے، کہ گنہگاروں پر عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ اور اَے محبوب!۔۔۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ

نہیں حلال ہیں تمہیں عورتیں اِن کے بعد، اور نہ یہ کہ اِن کی جگہ پر لاؤ دوسری بیبیاں، گو

وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ

اچھی لگے تمہیں اُن کی خوبصورتی مگر تمہارے ہاتھ کی مقبوضہ۔ اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

ہر چیز پر نگہبان ہے●

ع ۶

(نہیں حلال ہے تمہیں عورتیں ان) نو ۹ بیبیوں **(کے بعد)** جو تمہارے عقدِ نکاح میں ہیں،

اس واسطے کہ آپ کے حق میں نو۹ بیبیاں ایسی ہیں جیسے امت کے حق میں چار۔ (اور نہ) ہی (یہ) حلال ہے (کہ اُن کی جگہ پر لاؤ دوسری بیبیاں)۔ یعنی اُن میں سے ایک کو طلاق دو اور اُس کی جگہ دوسری سے نکاح کرلو۔۔الغرض۔۔ یہ بھی حلال نہیں، (گو اچھی لگے تمہیں اُن کی خوبصورتی)۔۔الحاصل۔۔ یہ نو۹ بیبیاں جور کھتے ہو، اُن کے بعد تم پر حلال نہیں اور عورتیں، (مگر) وہ عورت جو (تمہارے ہاتھ کی مقبوضہ) ہو، یعنی جو عورت تمہارے قبض و تصرف میں آئے اور تمہارے ہاتھ کا مال ہو جائے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (ہر چیز پر نگہبان ہے) اور مہربان ہے۔

جو کوئی حق تعالیٰ کے رقیب ہونے سے آگاہ ہے، اُسے 'مراقبہ' سے چارہ نہیں۔ 'مراقبہ' یہی ہے کہ حق تعالیٰ کو دانا بینا جاننا، اور ظاہر اور پوشیدہ ادب اور حرمت سے زندگی بسر کرنا۔

ادب وحرمت کا تقاضہ یہ بھی ہے، کہ۔۔۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ

اَے ایمان والو! مت اندر جاؤ آنحضرت کے گھروں میں، مگر یہ کہ اجازت دی جائے تمہیں

اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ

کھانے کی۔ نہ پہلے سے انتظار کرتے ہوئے پکنے کا، لیکن جب تم پکارے جاؤ تو اندر جاؤ، پھر جب کھا چکے

فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ

تو نکل چلو، اور بغیر دِل بہلاتے ہوئے باتوں میں۔ بلا شبہ تمہارا یہ طریقہ تکلیف دیتا تھا آنحضرت کو،

فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا

تو وہ لحاظ کرتے تم لوگوں سے، اور اللہ نہیں شرماتا ٹھیک بات بتانے سے۔ اور جب مانگا بھی تم نے اُن سے کوئی سامان،

فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ

تو مانگو اُن سے پردے کے باہر سے۔ یہ زیادہ پاکیزہ ہے تمہارے دِلوں کے لیے، اور اُن کے دِلوں کے لیے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ

اور تمہیں جائز نہیں کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو، اور نہ یہ کہ نکاح کرلو اِن کی بیبیوں سے

مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝۵۳

اِن کے بعد کبھی۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے●

(اَے ایمان والو! مت اندر جاؤ آنحضرت کے گھروں میں، مگر یہ کہ اجازت دی جائے تمہیں کھانے کی)، یعنی جب تم کو بلائیں (نہ پہلے سے انتظار کرتے ہوئے پکنے کا)۔ یعنی ایسا نہ کرو کہ دھواں دیکھ کر ہی گھروں میں داخل ہو جاؤ اور وہیں بیٹھ کر کھانے کے پکنے کا انتظار کرو۔ (لیکن جب تم) کھانے کے لیے (پکارے جاؤ تو اندر جاؤ، پھر جب کھا چکے تو نکل پھیلو)۔ باہر نکل کر اِدھر اُدھر منتشر ہو جاؤ، (اور) ایسا کرو (بغیر دِل بہلاتے ہوئے باتوں میں)، یعنی وہاں نہ بیٹھے رہو آرام سے باتیں کرنے کے لیے۔

(بلاشبہ تمہارا یہ طریقہ تکلیف دیتا تھا آنحضرت کو، تو وہ لحاظ کرتے) ہیں (تم لوگوں سے) اور از راہِ شرم صاف لفظوں میں تم سے یہ نہیں فرماتے، کہ باہر نکل جاؤ۔ (اور اللہ) تعالیٰ (نہیں شرماتا ٹھیک بات بتانے سے)۔ اللہ تعالیٰ کو ہرگز یہ منظور نہیں کہ تمہارے کسی عمل سے اُس کے حبیب کو اذیت پہنچے، اور تمہیں اُس اذیت رساں عمل کے کرنے کی اجازت دی جائے۔

مذکورہ بالا واقعہ میں جس قصے کی طرف اشارہ ہے وہ یہ تھا، کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکمِ خدا سے بی بی زینب کو قبول کیا، تو ولیمہ ترتیب دیا۔ لوگوں کو بُلا کر دعوت دی۔ جب کھانا کھا چکے تو لوگ باتیں کرنے لگے، اور حضرت زینب گھر کے گوشے میں دیوار کی طرف منہ کیے بیٹھی تھیں۔ حضرت چاہتے تھے کہ لوگ چلے جائیں، تو آپ خود مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے اور اکثر صحابہ بھی چلے گئے، لیکن تین۳ آدمی اُسی طرح باتیں کرتے رہے۔ حضرت ﷺ گھر کے دروازے پر آئے اور اُن سے عذر چاہنے میں آپ شرماتے تھے۔ بہت انتظار کے بعد خلوت ہوئی۔

حضرت انس کہتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ حضرت زینب کے گھر میں داخل ہوئے، میں نے چاہا کہ میں بھی اندر جاؤں، آپ نے حجرے کے دروازے پر پردہ ڈال لیا، پھر یہ 'آیتِ حجاب' جس کا بعض حصہ اوپر مذکور ہو چکا نازل ہوئی۔ آگے فرمایا جاتا ہے، کہ۔۔۔

اَے ایمان والو! اس ادب (اور) تہذیب کا بھی پاس ولحاظ رکھو، کہ (جب مانگا بھی تم نے ان سے کوئی سامان) گھر کے اسباب میں سے کہ اس سے اپنا کام کر لو، (تو مانگوان سے پردہ کے باہر سے) یعنی حجاب کی آڑ سے۔ (یہ) حجاب کی آڑ سے مانگنا (زیادہ پاکیزہ ہے تمہارے دلوں کے لیے اور اُن) بیبیوں (کے دلوں کے لیے) خیالاتِ شیطانی اور خطراتِ نفسانی سے حفاظت کے نقطۂ نظر سے۔

اس آیتِ حجاب کے نازل ہونے کے اسباب میں اور بھی دوسری روایتیں ہیں، لیکن اس مختصر کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اوپر کے واقعے سے پتہ چلا، کہ آنحضرت ﷺ کو تھوڑی بھی اذیت پہنچانا اور اُن کے حضور میں وہ کرنا جو انہیں بُرا لگے، کسی ایمان والے کو زیب نہیں دیتا۔

۔۔لہٰذا۔۔ تمہارے لیے کسی حال میں مناسب نہیں **(اور تمہیں جائز نہیں، کہ تکلیف دو اللہ) تعالیٰ (کے رسول کو)** کہ وہ بات کرو جو انہیں بُری معلوم ہو، **(اور نہ)** ہی چاہیے تمہیں **(یہ کہ نکاح کر لو اُن کی بیبیوں سے)** جو اُن کے تصرف میں آئی ہوں، **(اُن)** کی وفات **(کے بعد)** یا اُن کی طلاق دینے کے بعد، اس واسطے کہ پیغمبر ﷺ کی بیبیاں تمہاری مائیں ہیں اور ماں بیٹے پر حرام ہے، تو تم کو اُن کے ساتھ نکاح نہ کرنا چاہیے ہرگز **(کبھی)**۔

(بے شک یہ) یعنی آنحضرت ﷺ کی ایذاء اور آپ کی بیبیوں سے نکاح کرنا، **(اللہ) تعالیٰ (کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے)** اور بڑا ہی عظیم گناہ ہے، اِس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمت آپ کی ظاہری حیات میں اور آپ کی ظاہری وفات کے بعد لازم ہے، بلکہ آنحضرت ﷺ کی تعظیم اور حرمت آپ کی حیات میں اور وفات کے بعد حقوق تعظیم ادا کرنے میں یکساں ہے۔ اس واسطے کہ 'خلافتِ عظمیٰ' کی خلعت حالتِ حیاتِ ظاہری میں، اور 'شفاعتِ کبریٰ' کا لباس وفات کے بعد آپ کے قد وقامت سراپا رفعت پر چست کر دیا ہے۔

روایت ہے کہ صحابہ میں ایک شخص نے یہ بات کہی تھی، کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وفات فرمائیں، تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کروں، اور دوسرے کسی صحابی کے دل میں یہ بات گزری تھی زبان پر نہ آئی تھی، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

اِنْ تُبْدُوْا شَیْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۵۴﴾

اگر ظاہر کرو کچھ یا چھپاؤ اُسے، تو بے شک اللہ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے●

(اگر ظاہر کرو کچھ یا چھپاؤ اُسے) یعنی بعض امہاتِ مؤمنین کے ساتھ نکاح کرنے کا لفظ زبان پر لاؤ۔۔یا۔۔ اُس بات کو اپنے دِل میں چھپاؤ اور زبان سے نہ کہو، **(تو بے شک اللہ) تعالیٰ (ہر ایک چیز کا)** وہ چھپی ہو۔۔یا۔۔ کھلی **(جاننے والا ہے)**، اور اُس پر تم کو جزا دے گا۔

روایت ہے کہ پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد حکم ہوا اور سب بیبیاں پردے بیٹھیں، تو اُن کے باپوں، بھائیوں اور قرابتداروں نے عرض کی، کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب

عورتوں کو پردہ کا حکم ہوا تو اب ہم کو پردہ کی آڑ میں ان سے بات چیت کرنا چاہیے یا نہیں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی، کہ۔۔۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ

نہیں حرج ہے اِن پر، اِن کے باپ، اور بیٹوں اور بھائیوں، اور

اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ

بھتیجوں، اور بھانجوں، اور اپنی عورتوں، اور ہاتھ کی ملکیت لونڈیوں میں۔

وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

اور ڈرتی رہو اللہ کو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر نگراں ہے●

(نہیں حرج ہے ان پر ان کے باپ اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی) ایمان والی **(عورتوں اور)** وہ جو **(ہاتھ کی ملکیت)** یعنی **(لونڈیوں میں)** ہیں، کہ اُن کو اپنا چہرہ دکھائیں۔

اِس آیت میں جن محارم کا ذکر کیا گیا ہے، وہ امام اعظم کے نزدیک اُس عورت کے چہرے کو، اُس کے سر کو، اُس کی پنڈلیوں کو، اور اُس کے بازوؤں کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور اُس کی پشت کو، اور اُس کی رانوں کو، اور اُس کے پیٹ کو نہیں دیکھ سکتے۔ کسی خاتون کے محارم کے لیے اس کو دیکھنا اس لیے جائز قرار دیا گیا ہے، کہ محارم کا گھروں میں آنا جانا بہت زیادہ ہوتا ہے اور خواتین کو اُن سے ملنے جلنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اس طرح عورتوں پر ہم دین خواتین کا پردہ نہیں رکھا گیا ہے۔۔لہٰذا۔۔ایک مسلم عورت دوسری مسلم عورت کی طرف اُس کی ناف اور گھٹنوں کے درمیان کے ماسوا کی طرف دیکھ سکتی ہے۔ اِسی طرح عورتوں پر اُن کی باندیوں سے بھی پردہ نہیں رکھا۔ اپنے غلاموں کے تعلق سے خاص کر کے ہمارے زمانہ میں، امام اعظم اور جمہور کا یہی قول ہے، کہ اُس کا حکم وہی ہے جو کسی اجنبی مَرد کا ہوتا ہے، اور یہی حکم تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

اس لیے کسی عورت کا اپنے غلام کے ساتھ حج۔۔یا۔۔کسی اور سفر پر جانا جائز نہیں ہے۔ غلام اگر شہوت سے مامون ہو، تو اُس کا اپنی مالکہ کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا جائز ہے، لیکن اُس سے اُس کا محرم ہونا لازم نہیں آتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم کو جو حجاب میں رہنے کا حکم دیا ہے اس لیے ہے تا کہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ۔۔۔

(اور ڈرتی رہو اللہ) تعالیٰ (کو۔ بے شک اللہ) تعالیٰ تمہارے اقوال وافعال میں سے (ہر چیز پر نگراں ہے)۔ یعنی گواہ ہے اور جو کچھ تمہارے دِلوں میں خیال گزرتا ہے اُس پر آگاہ ہے، تو تم کو چاہیے کہ تم اپنی عادات کو احکامِ شرعیہ کے مطابق ڈھال لو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اور تمہارے محارم پر یہ احسان فرمایا ہے کہ اُن کے لیے تمہارے اوپر حجاب واجب نہیں کیا، سو تم اُس احسان کا شکر بجالاؤ اور اللہ نے تمہیں جو پردے کا حکم دیا ہے اُس کی خلاف ورزی نہ کرو۔

ان آیتوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شرائطِ تعظیم اور وظائفِ تکریم کو لازم پکڑنا معلوم اور مفہوم ہوتا ہے، تو اُن آیتوں سے ملی ہوئی ایسی ایک آیت نازل فرمائی جو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال مرتبہ عنایت کو ظاہر کرتی ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہوتا ہے، کہ۔۔۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بے شک اللہ اور اُس کے سارے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں آنحضرت پر۔ اَے ایمان والو!

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۵۶

تم بھی درود بھیجو اُن پر، اور خوب سلام عرض کرو●

(بے شک اللہ) تعالیٰ **(اور اُس کے سارے فرشتے درود بھیجتے ہیں آنحضرت پر۔ اَے ایمان والو! تم بھی درود بھیجو اُن پر اور خوب سلام عرض کرو)** جیسا کہ سلام عرض کرنے کا حق ہے۔۔ یا۔۔ خوب اطاعت کرو اُن کے حکم کی جیسی اطاعت کرنے کا حق ہے۔

ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کا 'درود'، 'رحمت' اور 'اوروں کا درود'، 'طلبِ رحمت' ہے۔

یہاں آیت کریمہ میں **يُصَلُّوْنَ** سے تعریف وتوصیف اور مدح وثنا مراد ہے۔۔ لہٰذا۔۔ اس لفظ کے ۲ دو معنی نہیں ہیں بلکہ ایک ہی معنی ہے جس کی نسبت خدا کی طرف بھی اور فرشتوں کی طرف بھی ہے۔

آیتِ مذکور میں حکم **صَلُّوْا** کے جواب میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ اِس کے معنی کے تعلق سے ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ سبحانہ نے ہم کو آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا اور ہم کو معلوم نہیں تھا، کہ آپ کا کیا مرتبہ ہے اور آپ پر کس طرح صلوٰۃ پڑھنی چاہیے، تو ہم نے صلوٰۃ پڑھنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، اور ہم نے کہا،

اَے اللہ اپنے رسولِ مکرم کے مرتبے کوتُو ہی جاننے والا ہے،تو اُن کے مرتبہ کے موافق تُو ہی اُن پر صلوٰۃ پڑھ سکتا ہے، سوتُو ہی اُن پر صلوٰۃ پڑھ۔۔الختصر۔۔ہماری طرف سے تُو ہی اپنے حبیب کی شایانِ شان درود اُن پر پہنچادے۔

اللہ تعالیٰ اِس بات پر قادر ہے کہ ہماری زبان سے نکلے ہوئے درود کے کلموں کو اُس تحفے میں بدل دے، جو تحفہ وہ اپنے حبیب تک پہنچانا چاہتا ہے،اور پھر اُسے حبیب تک پہنچادے ۔۔الختصر۔۔اللہ تعالیٰ کے نبی پر صلوٰۃ پڑھنے کا معنی ہے فرشتوں کے سامنے آپ کی حمد وثنا کرنا،اور فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنی یہ ہے، کہ آپ کے حق میں دُعا کرنا۔

الاحزاب آیت ۵۶ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور فرشتوں کے صلوٰۃ کو جمع فرمایا ہے،تو یہاں صلوٰۃ کا معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حمد وثنا کرنا اور آپ کی تعظیم وتکریم کو ظاہر کرنا ہے۔اور ہم کو جو آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے،اُس کا معنی یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اُسی صلوٰۃ کو طلب کریں، جو صلوٰۃ اللہ تعالیٰ آپ پر پڑھتا ہے اور جو صلوٰۃ فرشتے آپ پر پڑھتے ہیں۔

۔۔الختصر۔۔ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ پر صلوٰۃ پڑھے،اور اللہ کی آپ پر صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ آپ کی حمد وثنا کرے اور آپ کے ذکر کو بلند کرنے اور آپ کو مقرب بنانے کا ارادہ فرمائے۔۔الغرض۔۔جب ہم آپ پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں،تو اللہ سے ایسا کرنے کی دُعا کرتے ہیں۔اِسی لیے یہ ہمارا دُرود بھی کہلاتا ہے جو آپ کی حمد وثنا اور آپ کے شرف اور فضیلت کے ذکر اور آپ کی محبت کو متضمن ہے۔

۔۔الحاصل۔۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ ہیں کہ ''اَے اللہ! عظمت ظاہر فرمانا محمد ﷺ کی دُنیا میں اُن کا دین بلند کرکے،اور دعوت ظاہر فرما کر،اور ذکر کو بزرگی دے کر،اور شریعت کو باقی رکھ کر،اور آخرت کے دن امت کے حق میں اُن کی شفاعت قبول فرما کر،اور ثواب دونا کرکے،اور اولین وآخرین پر اُن کی بزرگی ظاہر کرکے،اور سب انبیاء مرسلین اور ملائکہ اور آدمیوں پر انہیں مقدم رکھ کر۔

جمہور علماء اِس بات پر ہیں، کہ اِس آیت میں دُرود کا حکم محمول ہے وجوب پر،مگر اُس واجب کی مقدار میں اختلاف ہے۔اِس تعلق سے عطرِ تحقیق یہ ہے کہ ساری عمر میں ایک بار دُرود پڑھنا ہر مکلّف پر واجب ہے،اور اِس سے زیادہ مندوب ومستحب ہے نماز کے 'قعدۂ اخیرہ' میں دُرود پڑھنا امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔اور امام اعظم کے نزدیک سنت۔

بعض علماء فرماتے ہیں حضور ﷺ کا جب جب نام لیا جائے۔۔یا۔۔سنا جائے، دُرود

شریف پڑھنا واجب ہے۔ بعضے اِس بات پر ہیں کہ ایک مجلس میں ایک۔۔یا۔۔تین[۳] بار دُرود پڑھنا واجب ہے۔ اور فتویٰ اِس بات پر ہے، کہ ایک مجلس میں ہر چند آپ کا نام مکرّر لیا جائے۔ دُرود پڑھنا ایک[۱] بار تو واجب ہے، باقی سنت۔

سابقہ آیتوں میں وضاحت کردی گئی ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہر ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے اور ہر چیز کا نگراں ہے اور خدا اور سول کا دشمن اُس کی گرفت سے اپنے کو بچا نہیں سکتا۔ چنانچہ۔۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ

بلاشبہ جو دکھ دیں اللہ اور اُس کے رسول کو، پھٹکار دیا اُنہیں اللہ نے دُنیا و آخرت میں،

وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾

اور تیار کرلیا ہے اُن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب●

(بلاشبہ جو دکھ دیں اللہ) تعالیٰ کو، یعنی ایسے کام کے مرتکب ہوں جو خدا کے نزدیک مکروہ ہے۔۔ مثلاً: اُس کے ساتھ شریک اور جورُو لڑکے لڑکی کی نسبت کرنا، اور کفر کے کلمے کہنا، **(اور) اذیت دیں (اُس کے رسول کو)** زبان سے شاعر و ساحر کہہ کر، اور ہاتھ سے چہرے اور دندانِ مبارک کو صدمہ پہنچا کر، تو **(پھٹکار دیا اُنہیں اللہ)** تعالیٰ **(نے دُنیا و آخرت میں)**، یعنی اُن موذیوں کو اپنی رحمت سے دُور کردیا۔ **(اور تیار کرلیا ہے اُن کے لیے)** آخرت میں **(رسوا کرنے والا عذاب)**، جو انہیں اہلِ محشر میں ذلیل کردے گا۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا

اور جو دکھ دیں ایمان والوں اور ایمان والیوں کو، بغیر کچھ کیے،

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

تو بے شک اُنہوں نے بار لیا بہتان کا، اور کھلے گناہ کا●

(اور جو دکھ دیں ایمان والوں) جیسے حضرت صفوان سہمی رضی اللہ عنہ کو، **(اور ایمان والیوں کو)** جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو **(بغیر کچھ کیے)**، یعنی بے ایسا کام کیے ہوئے جس کے سبب ایذاء کے مستحق ہوں۔ **(تو بے شک انہوں نے بار لیا بہتان کا، اور کھلے گناہ کا)**۔

بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقوں کی شان میں اُتری ہے، کہ نالائق باتوں سے

حضرت مولیٰ علی کو رنج دیتے تھے۔ اِس آیت کے اسبابِ نزول میں سے یہ بھی ہے، کہ ایک دن حضرت فاروقِ اعظم نے ایک لونڈی بناؤ سنگار کیے دیکھی کہ بدکاری کی میل رکھتی تھی، اُسے ملامت کی بلکہ ادب دے کر جھڑکا۔ لونڈی اپنے آقا کے پاس شکایت لے گئی، اُس بے ادب نے سخت اور بُری باتیں حضرت فاروقِ اعظم کے منہ پر کہیں، اور یہ آیت اُس کے باب میں نازل ہوئی۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ زنا کاروں کی شان میں نازل ہوئی، کہ راتوں کو سرِ راہ بیٹھتے اور لونڈیوں پر دست درازی کرتے۔

سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، کہ اس وقت میں آزاد عورت کی یہ علامت تھی، کہ سر کو چادر سے چھپا کر راہ میں چلتیں اور لونڈیاں ننگے سر پھرتیں۔ چونکہ وہ بدکار لوگ اُن عورتوں سے دُور رہتے جو سر چھپائے رہتی تھیں، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ

اَے آنحضرت! کہہ دو اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ "ڈال رکھا کریں

عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ

اپنے چہروں پر اپنی چادریں" یہ زیادہ قریب ہے کہ پہچان لی جائیں، تو ستائی نہ جائیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾

اور اللہ غفور رحیم ہے●

(اَے آنحضرت! کہہ دو اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو، کہ) گھر سے باہر نکلتے وقت (ڈال رکھا کریں اپنے چہروں پر اپنی چادریں) اور اپنے منہ اور بدن اُس سے چھپالیں۔ (یہ) سر اور منہ اور بدن چھپانا، (زیادہ قریب ہے کہ پہچان لی جائیں)، نیک بختی اور پاکدامنی کے ساتھ ۔۔یا۔۔ پہچان لی جائیں کہ آزاد بیبیاں ہیں لونڈیاں نہیں ہیں، (تو ستائی نہ جائیں)، یعنی وہ زنا کار مَرد اُن سے تعرض نہ کریں۔ (اور اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے بخشنے والا ہے پچھلے گناہ، جب توبہ کریں۔ اور (رحیم ہے) مہربان ہے، کہ بندوں کی مصلحت اُن سے بیان کرتا ہے۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ

یقیناً اگر باز نہ آئے منافق لوگ، اور جن کے دِلوں میں بیماری ہے، اور جھوٹی گپ اڑانے والے

فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿٦٠﴾

مدینہ میں، تو ہم ضرور مسلط کردیں گے تمہیں اُن پر، پھر نہ پڑوسی رہ جائیں گے تمہارے اِس میں، مگر کچھ دن●

مَّلْعُوْنِیْنَ ۚ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ﴿٦١﴾

سب کے سب لعنتی۔۔اب جہاں ملے دھر لیے گئے اور کاٹ کر رکھ دیے گئے●

(یقیناً اگر باز نہ آئے منافق لوگ) اپنے نفاق سے، **(اور جن کے دِلوں میں بیماری ہے)** یعنی زنا کار لوگ زنا کے قصد اور بُری باتوں کو طرف میل سے اگر باز نہ آئیں، **(اور جھوٹی گپ اڑانے والے مدینہ میں)**، یعنی وہ لوگ جو بُری خبریں مشہور کرتے ہیں اسلامی لشکروں کے تعلق سے اور مؤمنین کی عیب جوئی کرتے ہیں، **(تو ہم ضرور مسلط کردیں گے تمہیں اُن پر)** اور حکم کریں گے اُن کے قتل کا۔ **(پھر نہ پڑوسی رہ جائیں گے تمہارے اُس میں مگر کچھ دن)**، یعنی شہر سے جلدی نکل جائیں گے **(سب کے سب لعنتی)** راندے ہوئے عاجز ہوکر۔ **(اب جہاں ملے، دھر لیے گئے اور کاٹ کر رکھ دیے گئے)**۔ اس میں اشارہ ہے کہ وہ جہاں ملیں چاہیے کہ انہیں گرفتار کرلیا جائے اور ذلت کے ساتھ انہیں قتل کردیا جائے۔ یہی ہمیشہ سے۔۔۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ﴿٦٢﴾

اللہ کا دستور رہا اُن میں بھی جو گزر چکے پہلے، اور نہ پاؤ گے اللہ کے دستور میں ادل بدل●

(اللہ) تعالیٰ **(کا دستور رہا)** اور یہی اُس نے اپنی سنت و عادت رکھی **(اُن میں بھی جو گزر چکے پہلے)**، یعنی اگلی امتوں میں یہ بات مقرر کی، کہ انبیاء کو منافقین کے قتل کا حکم تھا۔ **(اور نہ پاؤ گے اللہ)** تعالیٰ **(کے دستور میں ادل بدل)** کوئی تغیر و تبدل۔

اب آگے کی آیتوں میں اُن لوگوں کا بیان ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچاتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کافروں کو آخرت اور قیامت کے عذاب سے ڈراتے تھے، تو وہ قیامت کے آنے کو بہت بعید سمجھتے تھے اور اُس کے آنے کی تکذیب کرتے تھے، اور لوگوں کے دماغوں میں یہ وہم ڈالتے تھے، کہ قیامت نہیں آئے گی، اس لیے وہ استہزاءً رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے تھے کہ بتایئے قیامت کب آئے گی؟ اُسی سوال کے تعلق سے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کہ۔۔۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ

پوچھتے ہیں لوگ تم سے قیامت کے بارے میں، کہہ دو کہ "اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے،"

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝٦٣

اور کیا اٹکل ہے تمہیں، ممکن ہے کہ قیامت نزدیک ہی ہو●

اَے محبوب! (پوچھتے ہیں) کافر (لوگ تم سے قیامت کے بارے میں)، تو اَے محبوب! لوگوں کے سوال کے جواب میں اُن سے (کہہ دو، کہ اُس کا) ذاتی (علم اللہ) تعالیٰ (ہی کے پاس ہے)۔ اُس کو از خود بغیر تعلیم الٰہی کوئی نہیں جان سکتا۔ یہ اپنے اٹکل سے بتانے والی چیز نہیں (اور) نہ ہی قیاس آرائی ہی سے اُس کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ تو اُس کے وقوع کے قرب و بعد کے تعلق سے (کیا اٹکل ہے تمہیں)، کہ اپنے ظن و تخمین کی بنیاد پر کوئی جواب دے سکو۔ (ممکن ہے کہ قیامت نزدیک ہی ہو)۔ اچانک آجانے والی شے کبھی بھی آسکتی ہے۔

ہر دانشمند کو تو یہی سمجھنا چاہیے کہ قیامت آہی جانے والی ہے، تاکہ خوفِ قیامت سے وہ بے راہ روی سے اپنے کو بچاتا رہے۔ ہر آنے والی گھڑی کو اپنے لیے آخری گھڑی تصور کرے۔ ہر انسان کے حق میں اُس کی قیامت کا آغاز اُس کی موت سے شروع ہوجاتا ہے، اور کس کی موت کب آجائے گی؟ اُس کا علم اُس سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

اُن بعث و نشر کے منکرین کو اِس طرح کے سوالات کے جوابات سے کیا فائدہ پہنچنے والا ہے۔ اُن کے سوچنے اور سمجھنے کی چیز تو یہ ہے، کہ۔۔۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝٦٤ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ

بے شک اللہ نے پھٹکار دیا کافروں کو، اور تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے دہکتی آگ● رہنے والے اِس میں ہمیشہ ہمیشہ۔

لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝٦٥ۚ

نہ پائیں گے یار نہ مددگار●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (نے پھٹکار دیا) یعنی اپنی رحمت سے دُور کردیا (کافروں کو، اور تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے دہکتی آگ)، مبتلائے عذاب (رہنے والے اس میں ہمیشہ ہمیشہ۔ نہ پائیں گے) اُس میں (یار) جو انہیں دوزخ سے باہر نکالے اور (نہ مددگار) جو عذاب اُن پر سے ٹالے۔ یاد کرو۔۔۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا

جس دن الٹے پلٹے جائیں گے اُن کے چہرے جہنم میں، کہیں گے" اَے کاش! ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا، اور کہا مانا ہوتا

الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾

رسول کا" اور بول پڑے کہ" پروردگارا! ہم نے کہا مانا تھا اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا، تو اُنہوں نے بُھلا دیا ہمیں راستہ●

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾

پروردگارا! دے اُنہیں دونا عذاب، اور مار اُن پر بڑی پھٹکار"●

(جس دن الٹے پلٹے جائیں گے اُن کے چہرے جہنم میں)، تو وہ (کہیں گے،" اَے کاش! ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ) تعالیٰ (کا اور کہا مانا ہوتا رسول کا)،" یعنی خدا اور رسول کی اطاعت کی ہوتی، تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اُس وقت تابع (اور) رذیل قوم کے لوگ (بول پڑے کہ" پروردگارا! ہم نے کہا مانا تھا اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا) جو ہمارے قبیلوں میں تھے، (تو انہوں نے بُھلا دیا ہمیں راستہ) یعنی راہ سے بے راہ کر دیا اور قصے کہانیاں کہہ کر فریب دیا۔ (پروردگارا! دے انہیں دونا عذاب) اُس عذاب سے جو تُو نے ہم کو دیا ہے، اس واسطے کہ وہ خود بھی گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے تھے (اور مار اُن پر بڑی پھٹکار) کہ کبھی بھی عذابِ الٰہی سے باہر نہ نکل سکیں۔۔تو۔۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ

اَے ایمان والو! نہ ہو جاؤ اُن کی طرح جنہوں نے ستایا موسیٰ کو، تو بَری فرما دیا اُنہیں اللہ نے اُس سے

مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

جو وہ کہتے تھے۔ اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے●

(اَے ایمان والو! نہ ہو جاؤ اُن کی طرح جنہوں نے ستایا موسیٰ کو)۔ یعنی تم ہمارے رسول کو ایذاء نہ دو، جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو ایذاء دی اور اُن پر زنا کی تہمت لگا دی، (تو بَری فرما دیا انہیں اللہ) تعالیٰ (نے اُس سے جو وہ کہتے تھے)۔ یعنی اُس بات سے جو انہوں نے کہی تھی اور جس عورت کو انہوں نے رشوت دی تھی کہ حضرت موسیٰ کے حق میں افتراء کرے، اُسی نے ان کی پاکی کا اقرار کیا۔

--یا--

جس وقت حضرت ہارون کے ساتھ حضرت موسیٰ کوہِ طور پر گئے تھے اور حضرت ہارون نے وہاں وفات پائی، تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو کہا، کہ تم نے اُن پر حسد کیا اور انہیں قتل کر دیا، تو حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا اور فرشتے انہیں قبر سے نکال لائے اور قوم میں لاکر رکھ دیا، تو معلوم ہوا کہ مقتول نہیں ہیں۔

--یا--

حق تعالیٰ نے حضرت ہارون کو زندہ فرما دیا اور انہوں نے خود اپنے بھائی موسیٰ کو بَری الذمہ ہونے کا اقرار کیا۔

--یا--

بنی اسرائیل کہتے تھے کہ حضرت موسیٰ میں کوئی عیب ہے، اس واسطے کہ یہ تنہا نہاتے ہیں، تو ایک دن انہوں نے اپنے کپڑے اُتار کے پتھر پر رکھ دیے اور خود پانی میں اُترے۔ پس وہ پتھر کپڑوں سمیت چلا اور قوم میں آیا۔ حضرت موسیٰ بھی اُس کے پیچھے ننگے دوڑے اور بنی اسرائیل کو معلوم ہو گیا، کہ ان میں کوئی عیب نہیں۔ **(اور وہ اللہ) تعالیٰ (کے نزدیک آبرو والے تھے)**۔ یعنی صاحبِ وجاہت اور صاحبِ قربت --یا-- مقبول --یا-- مستجاب الدعوات تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿۷۰﴾

اَے ایمان والو! ڈرو اللہ کو، اور بولا کرو درست بولی●

(اَے ایمان والو! ڈرو اللہ) تعالیٰ (کو) خدا سے ناگوار باتیں کرنے میں اور بچو رسول کو ایذاء دینے سے، **(اور بولا کرو درست بولی)**۔

ایمان والوں کے باب میں اِس کلام سے مراد یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولو اور بات میں کجی نہ کرو، جیسے حضرت عائشہ پر تہمت کی بات اور حضرت زینب کا قصّہ، اور بعضوں نے کہا کہ **قَوْلًا سَدِيدًا** کلمہ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** ہے --یا-- جس بات سے خدا کی رضامندی ڈھونڈیں۔ اور قولِ جامع اس باب میں یہ ہے کہ **قَوْلًا سَدِيدًا** وہ بات ہے جو سچ ہو جھوٹ نہ ہو، صواب ہو خطا نہ ہو، سنجیدگی ہو بکواس نہ ہو، خالص ہو اس میں کسی غلط چیز کی آمیزش نہ ہو۔ تو اَے ایمان والو! ایسی بات کہو، تا---

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

کہ درست کردے اللہ تمہارے اعمال کو، اور بخش دے تمہارے گناہ۔ اور جو کہا مانے اللہ اور اُس کے رسول کا،

فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

تو بے شک کامیاب ہوا بڑی کامیابی●

(**کہ درست کردے اللہ**) تعالیٰ (**تمہارے اعمال کو**)۔ یعنی تمہارے اعمال کو قبول ہونے کی صلاحیت دے اور اُن پر ثواب مرتب کرے۔ (**اور بخش دے**) تمہارے واسطے (**تمہارے گناہ۔ اور جو کہا مانے اللہ**) تعالیٰ (**اور اُس کے رسول کا**)۔ یعنی خدا کے رسول کی اُس نے اطاعت کی، جس چیز میں اُس نے حکم کیا۔ (**تو بے شک کامیاب ہوا، بڑی کامیابی**)۔ وہ بُرائی سے نکل کر بھلائی کی طرف پہنچ گیا، اور اُس کو اُس کی بڑی مراد یعنی دیدارِ الٰہی۔۔یا۔۔بہشت حاصل ہوگئی۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا

بے شک پیش فرمایا ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انکار کردیا سب نے کہ یہ بار لیں،

وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۗ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾

اور ڈر گئے اِس سے۔ اور اٹھالیا اِس کو انسان نے۔ بے شک وہ جفاکش نادان ہے●

(**بے شک پیش فرمایا ہم نے امانت کو**) یعنی طاعتِ الٰہی۔۔یا۔۔شرعی حدود کو۔۔۔

ایک قول یہ ہے کہ 'امانت' سے مراد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور امانت داری ہے۔۔

یا۔۔فضول بات سے زبان کو بچانا۔ اور بعضوں نے کہا کہ غسلِ جنابت ہے۔ بہر تقدیر۔۔۔

ہم نے پیش کی امانت (**آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر**) ثواب اور عذاب کی شرط پر، اس وقت جب کہ اُن میں سمجھ پیدا کی تھی، (**تو انکار کردیا سب نے کہ یہ بار لیں**) اور امانت کو اُٹھالیں، (**اور ڈر گئے اُس سے**) اور بولے کہ ہم اس میں حکم کے تابع ہیں، اس واسطے کہ تُو نے ہمیں پیدا کیا، تو ہمیں نہ ثواب کی حاجت ہے اور نہ ہی عذاب کھینچنے کی طاقت۔

۔۔یا۔۔

پیش کی امانت اہلِ آسمان پر کہ فرشتے ہیں اور زمین اور پہاڑوں کے رہنے والوں پر، کہ دریائی اور خشکی کے جانور ہیں، اور انہوں نے بارِ امانت اٹھانے سے اِنکار کیا۔ خوف کی راہ سے، مخالفت کی وجہ

سے نہیں۔۔۔

(اور اُٹھالیا اُس کو) ضعیف وناتواں **(انسان نے۔بے شک وہ جفا کش نادان ہے)**، جس نے اپنے نفس کو مشقت میں ڈال دیا، اور وہ بارِ امانت اُٹھالیا جس سے بڑے بڑے اجرام، یعنی آسمان، زمین، پہاڑوں نے پہلو تہی کی۔اور اُس نے باوصف اپنی عاجزی کے، وہ امانت قبول کرلی۔وہ اس کے انجام سے یعنی اس امانت میں خیانت کے عذاب سے نادان ہے۔حق تعالیٰ نے اس امانت کو اس لیے پیش فرمایا۔۔۔

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ

تاکہ عذاب دے اللہ منافق مَردوں اور نفاق والی عورتوں کو، اور مشرک مَردوں اور شرک والی عورتوں کو،

وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

اور توبہ قبول کرے اللہ، مومن مرد اور مومنہ عورتوں کی۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۧ

اور اللہ غفور رحیم ہے●

(تاکہ عذاب دے اللہ) تعالیٰ **(منافق مَردوں اور نفاق والی عورتوں کو)** امانت ضائع کرنے کے سبب سے **(اور مشرک مردوں اور شرک والی عورتوں کو)** امانت میں خیانت کرنے کے سبب سے۔ **(اور)** تاکہ **(توبہ قبول کرے اللہ)** تعالیٰ **(مؤمن مَرد اور مؤمنہ عورتوں کی)** امانت کی حفاظت کے سبب سے۔**(اور اللہ)** تعالیٰ **(غفور)** ہے، یعنی بخشنے والا ہے توبہ کرنے والوں کو۔اور **(رحیم ہے)** یعنی مہربان ہے اُن پر۔

ایک گروہ نے اِس آیت کے معنی یہ ڈھالے ہیں، کہ اس امانت کی شان اتنی بڑی ہے، کہ اگر اُن بڑے اجرام پر پیش کی جائے اور اُن کو شعور اور فہم دی جائے، تو اُس امانت کو اٹھانے سے اِنکار کریں۔اور حق بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان اجرام کو شعور اور ادراک دیا اور اُن پر اس امانت کو پیش کیا اور اختیار دے کر پیش کیا، تو انہوں نے اُسے اٹھانے سے انکار کیا، اپنی عاجزی کی حیثیت سے معصیت کی راہ سے نہیں۔اور انسان نے وہ امانت اٹھالی ہمت کی راہ سے قوت کی وجہ سے نہیں۔

بعض عارفین نے کہا، کہ اُن اجرام پر امانت عرض کی اور انسان پر فرض کی۔وہاں عرض

تھی، انہوں نے اِنکار کردیا۔ یہاں فرض تھی، انہوں نے اٹھالی۔ شیخ جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ آدم کی نظر خدا کے پیش کرنے پر تھی، امانت پر نہیں۔ پیش کرنے کے مزے نے امانت کا بوجھ بھلا دیا، تو ضرور لطفِ ربّانی نے زبانِ عنایت سے فرمایا، کہ اٹھالینا تیری طرف سے ہے، اور نگہبانی میری جانب سے ہے۔ چونکہ تو نے خوشی سے میری امانت کا بوجھ اٹھالیا، میں نے بھی سب میں سے تجھ کو اُٹھالیا اور سب کو تمہارا مسخر کردیا۔

ایک قول یہ ہے، کہ چاہیے یہاں امانت سے مراد عقل اور تکلیف ہو۔ چونکہ آسمان، زمین اور پہاڑوں کو اُسے اٹھانے کی استعداد نہ تھی، تو انسان نے اپنی قابلیت کے سبب سے قبول کیا۔ اس واسطے کہ **ظَلُوْم** ہے قوتِ غضبی کے غلبہ کے سبب سے، اور **جَهُوْل** ہے قوتِ شہوی کے غلبہ کی جہت سے، اور عقل سے یہ فائدہ ہے کہ دونوں قوتوں کو زیادتی سے بچا کر طریقۂ اعتدال پر ثابت رکھے اور تکالیف سے بڑا مقصود انہی دونوں قوتوں کو اعتدال پر کردینا ہے، جو صفتِ سبعی اور بہیمی کی نتیجہ ہیں۔ پس 'ظلومی' اور 'جہولی' امانت اُٹھالینے کی علت ہے۔

بعضوں نے کہا کہ انسان کی شان سے ظلم اور جہل ہے، جیسا کہ تُو کہے کہ پانی طہور ہے یعنی طہارت اس کی شان سے ہے، اسی طرح یہ دونوں آدمیوں کی شان سے ہیں۔ لیکن چونکہ آدمی امانت اٹھانے والے ہوئے، تو بعضوں نے 'ظلم' اور 'جہل' چھوڑ دیا اور ایک گروہ اُسی حال پر رہا۔۔یا۔۔خود یہ دونوں صفتیں آدمی کے واسطے اِس اعتبار سے ثابت ہیں، کہ اکثر آدمیوں میں پائی جاتی ہیں۔

یہ قول بھی ہے کہ یہ 'ظلوم وجہول' خلق کے نزدیک ہے، حق تعالیٰ کے نزدیک نہیں۔ خواجہ محمد پارسا کی تفسیر میں مذکور ہے، کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اہلِ آسمان، اہلِ زمین، اہلِ جبال پر امانت پیش کی، انہوں نے اپنی بےاستعدادی کی وجہ سے اُس کے اٹھانے سے اِنکار کیا۔ اور چونکہ انسان کو اُس کو اُٹھانے کی استعداد تھی، اُس نے بےتنگی اور مبالغہ کے قبول کرلی۔ اور وہ 'ظلم' کرنے والا ہے اپنے نفس پر، کہ اپنی ذات کو فنا کرتا ہے 'ھویۃ مطلقۃ' میں اور 'جہول' یعنی نادان ہے، کہ خدا کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا اور **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** کہہ کر ماسویٰ کی نفی کرتا ہے۔

فتوحات میں ہے کہ امانت 'اسماءِ حسنیٰ' کے ساتھ متصف ہونا ہے، کہ سب موجودات پر پیش کی اور انسان نے قبول کرلی۔ وہ 'ظلوم' ہوتا یعنی اپنے اوپر ظلم کرتا، اگر یہ امانت اُٹھانہ لیتا۔ اور 'جہول' یعنی عالم ہے اس واسطے کہ اللہ کو جاننے کی نہایت یہ ہے، کہ اُسے پہچاننے

سے اپنے عاجز اور جاہل ہونے کا اقرار ہو۔ بے شک۔۔۔

العجز عن درك الادراك ادراك۔

اُس کے اِدراک کے درک وواقفیت سے عاجز ہونا ہی اُس کا اِدراک ہے۔

تو جو کہے، کہ میں نے خدا کو سمجھ لیا، اُس نے کچھ نہیں سمجھا۔ اور جو کہے کہ میں نے خدا کو کچھ نہیں سمجھا، سمجھ لو کہ اُس نے کچھ سمجھ لیا ہے۔

بعض بزرگوں نے امانت کو خلافتِ ربانی پر ڈھالا ہے، اور یہ بات کہی ہے کہ 'ظلم اور جہل' 'عدل اور علم' کی ضد ہیں۔ اور جب کوئی چیز اپنی حد سے متجاوز ہو جاتی ہے، تو وہ اپنی ضد میں بدل جاتی ہے، اسی لیے ظلم کی جو آخری حد ہے وہاں سے عدل کا آغاز ہو جاتا ہے۔۔۔ یوں ہی۔۔ جہل کی جو آخری حد ہے، وہاں سے علم شروع ہو جاتا ہے۔ تو 'ظلوم وجہول' مبالغہ کے صیغے ہیں۔ جب یہ دونوں صفتیں اپنی حد سے تجاوز ہوئیں، تو ضرور اپنی ضد کے ساتھ مبدل ہو جائیں گی۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ 'ظلوم وجہول' یہاں پر 'مدح' ہے 'مذمت' نہیں۔ آدم علیہ السلام نے بارِ امانت اپنی ہمت سے اُٹھا لیا جو اُن کی طاقت سے بڑھ کر تھا۔ اُن سے کہا، کہ تم نے ظلم کیا اپنی جان پر، نہ سمجھے کہ بوجھ بھاری ہے۔ جواب دیا، کہ میں غیرِ حق سے جاہل تھا۔ پس اُن کی 'ظلومی اور جہولی' کا شہرہ دونوں عالم میں ہو گیا، اور اہلِ عالم اُس کے بھید سے غافل ہیں۔

اِس مقام کی مناسبت کے لحاظ سے یہ توضیح بھی کی گئی ہے، کہ جب آفتابِ امانت عرض الوہیت کے بُرج سے چمکا، تو آسمان بولا، کہ مجھے بلندی کی صفت حاصل ہے، زمین چلائی کہ مجھے کشادگی کی صفت ثابت ہے، پہاڑ سے آواز آئی، کہ مجھے ثابت قدمی کا وصف حاصل ہے، ہم اِس بوجھ کا تحمل نہیں رکھتے، شاید ہم پر آفت نہ آئے اور یہ صفت ہم سے چھن نہ جائے۔

آدم خاکی بولا، کہ مجھ میں کیا ہے جو مجھ سے چھین لیں گے۔ مَردانہ وار سامنے آیا اور جو بوجھ آسمانوں کے جسم نہ اٹھا سکے، اپنے کاندھے پر لے کر **هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ** کا نعرہ مارنے لگا۔ بس حکم ہوا، کہ اَے خاکی دلیر یہ سب قوت کہاں سے لایا؟ پس یہ مشتِ خاک زبانِ حال سے بولا، کہ بارِ گراں یارِ مہرباں کی مدد سے کھینچ سکوں گا۔

۔۔الغرض۔۔انسان جس کے نام نامی پر **اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً** کا پروانہ لکھا

ہے، اُس کے قامت بااستقامت کے سوا کسی کے قد پر امانت اٹھانے کا خلعت ٹھیک نہ ہوا۔ اور جب اتنا بڑا کام اور ایسی بھاری مہم اُس کے نامزد ہوئی، تو حسد کرنے والے شیطان جو اس کے پرانے دشمن ہیں، اُن کی نظرِ بد سے حفاظت کے لیے، غیرت کی آگ میں ڈال کر **اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا** کا اسپند اُس پر کردیا، تاکہ جسے دیکھنا اچھا نہ لگے وہ اندھا ہوجائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہ، آج بتاریخ

۲۹ رصفر المظفر ۱۴۳۳ھ۔مطابق۔۔۲۴ جنوری ۲۰۱۲ء

بروز سہ شنبہ 'سورہ الاحزاب' کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گوہوں

کہ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی

توفیقِ رفیق عطا فرمائے، اور فکر وقلم کی حفاظت فرماتا رہے۔

آمِین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ

بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

باسمہٖ تعالیٰ وبحمدہٖ آج بتاریخ

یکم ربیع النور شریف ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲۵ جنوری ۲۰۱۲ء

بروز چہارشنبہ 'سورہَ سبا' کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ

اِس کی اور پورے کلامِ پاک کی تفسیر مکمل کرنے کی سعادت

مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ

بِحَقِّ ن وص، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سُوْرَةُ سَبَا

سُوْرَةُ سَبَا ۳۴ مَكِّيَّةٌ ۵۸ — اٰيَاتُهَا ۵۴ رُكُوْعَاتُهَا ۶
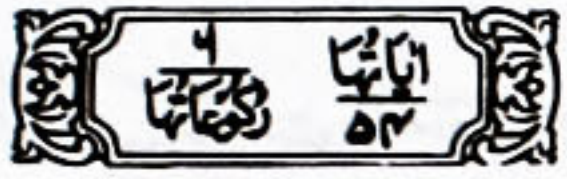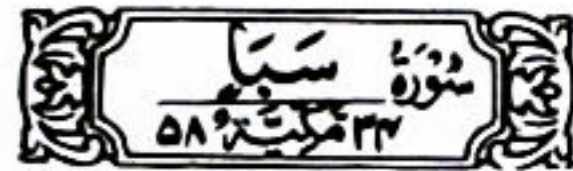
سورۂ سبا۔۔۳۴ مکیہ ۵۸ — آیاتہا۵۴۔۔رکوعاتہا۶

اِس سورۂ مبارکہ کا نام 'سبا' ہے، جو اِسی سورہ کی آیت ۱۵ اِسے ماخوز ہے۔'سبا' یمن کے ایک علاقہ کا نام ہے، جو'صنعاء'اور'حضرموت' کے درمیان ہے، جس کا مرکزی شہر مآرب ہے۔ اِس علاقے میں سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی ایک شاخ آباد تھی، اس لیے اِس علاقے ہی کوسبا کہا جانے لگا۔ یہ علاقہ بھی بہت سرسبز وشاداب اور نعمتوں سے بھرا ہوا تھا، لیکن جب اُس شہر کے لوگوں نے اُن نعمتوں کی ناشکری کی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں چھین لیں اور اُس شہر کے رہنے والوں کو ہلاک کردیا۔۔۔

سورۂ احزاب کے آخر میں دعویٰ فرمایا تھا، کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور مشرکین کو عذاب دے گا۔سورۂ سبا کی پہلی آیت میں اُس پر دلیل ہے، کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا مالک ہے، اس لیے وہ منافقین اور مشرکین کو عذاب دینے پر بھی قادر ہے، اور مؤمنین کو اجر وثواب دینے پر بھی قادر ہے۔ یہ تو رہی سورۂ سبا کی سورۂ احزاب میں پہلی مناسبت، اِس کے علاوہ چند مناسبتیں اور بھی ہیں۔

۔۔مثلاً: سورۂ احزاب کی آخری آیت کے آخر میں فرمایا تھا **وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا** اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔سورۂ سبا میں آیت ۲ کے آخر میں فرمایا **وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ** وہ نہایت مہربان بہت بخشنے والا۔۔المختصر۔۔دونوں سورتیں اپنے دامنِ کرم میں رحمت وغفران کا مژدۂ جانفزا لیے ہوئے ہیں۔ایسی مبارک، باکرامت، بشارت آمیز، اور ہدایت افروز سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو اپنے سارے بندوں پر (بڑا) ہی (مہربان) ہے، اور مؤمنین کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ

ساری خوبیاں اللہ کے لیے، وہ جس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اُسی کی حمد ہے

فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ①

آخرت میں۔اور وہی حکمت والا باخبر ہے●

(ساری خوبیاں) اچھائیاں، برتریاں، جملہ کمالاتِ تمجیدی اور تمام صفاتِ تنزیہی کے جامع (اللہ) تعالیٰ (کے لیے) ہے۔(وہ) صاحبِ جمال وجلال (جس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے) یعنی بڑی بڑی نعمتوں کے وسائط، (اور جو کچھ زمین میں ہے) یعنی مہربانیوں اور بخششوں کے روابط، (اور اُسی کی حمد ہے آخرت میں)، حکم کرنے کی راہ سے نہیں، بلکہ خوشی کی وجہ سے، جیسا کہ کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا۔۔الخ وغیرہا مِنْ اَمْثَالِهَا۔

بعضوں نے کہا، کہ سب آخرت والے اُس کی حمد کریں گے۔دوست اُس کے فضل کے سبب سے حمد وثنا کریں گے، اور دشمن اُس کے عدل کے باعث ستائش کریں گے۔

(اور وہی حکمت والا باخبر ہے)، یعنی وہ ہے کام جاننے والا اور بندوں کے احوال ظاہر اور پوشیدہ حالات سے باخبر۔

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ

جانتا ہے جو کچھ داخل ہو زمین میں، اور جو نکل پڑے اس سے، اور جو کچھ اُترے آسمان سے،

وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ②

اور جو کچھ چڑھے اس میں، اور وہی رحیم غفور ہے●

وہ (جانتا ہے جو کچھ داخل ہو زمین میں) بارش کا پانی، (اور جو نکل پڑے اُس سے) سبزے گل بوٹے۔۔یا۔۔جاننے والا ہے اُسے جو کچھ زمین کے اندر ہے جیسے خزانے، دفینے، مُردے، اور جو کچھ زمین کے اوپر ہے حیوان، چشمے، سونا، چاندی۔(اور) جانتا ہے (جو کچھ اُترے آسمان سے) جیسے فرشتے، کتابیں، روزی اور مینھ کے اندازے۔(اور جو کچھ چڑھے اُس میں) جیسے فرشتے، بندوں کے اعمال نامے، اور دُعائیں، اور کلماتِ طیبات، اور ارواحِ طاہرہ۔

ایک قول یہ ہے کہ جو آسمان سے اُترتا ہے، اُس سے حضرت جبرائیل مراد ہیں۔اور جو آسمان پر جاتا ہے، اُس سے جناب سلطان الانبیاء کا شبِ معراج میں آسمان میں تشریف لے جانا مقصود ہے۔بعض عارفین کا ارشاد ہے کہ اُس کے معنی یہ ہیں، کہ اُس کے علمِ قدیم پر پوشیدہ نہیں، جو اترتے ہیں اولیاء کے دِلوں پر واردات اور کشوفات، اور جو کچھ اوپر جاتے

ہیں اولیاء اور اصفیا کے نفائس انفاس سب اوقات میں۔

۔۔یا۔۔جو کچھ اترتا ہے الطاف و کرم، کہ بارگاہِ قدم سے دلوں کی طرف متوجہ ہوا، جہاں کہیں آشنائی کی بُو آتی ہے وہیں منزل اور مقام کرتا ہے۔اور جو کچھ اوپر جاتا ہے توبہ کرنے والوں کا نالہ اور مفلسوں کی آہ ہے، جب صبح کو اُن کے سینے کے خلوت خانہ سے یہ نالہ وآہ درگاہِ رحمت پناہ کی طرف منہ کرتی ہے، تو فوراً قبول ہو جاتی ہے۔

یہ الطافِ بے پایاں اور کرمِ بے نہایت کیوں نہ ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی زمین وآسمان کا مالک ہے۔(اور وہی رحیم) اور (غفور) بھی (ہے)، یعنی اگر ایک طرف وہ اپنی نعمت پوری کرنے میں مہربان ہے، تو دوسری طرف بندوں کے گناہوں کو اپنے پردۂ رحمت میں چھپانے والا بھی ہے۔

اِس سے پہلے سورۂ الاحزاب، آیت ۶۳ میں قیامت کے آنے کے تعلق سے کافر لوگوں کے سوال کرنے کا ذکر اور اس کا حقیقت افروز جواب بھی ہے۔لیکن کافروں کی یہ عجیب روش تھی، کہ وہ اکثر سوالات صحیح جوابات جاننے کی غرض سے نہیں کرتے تھے، بلکہ ہنسی مذاق کے طور پر۔۔یا۔۔کھلم کھلا تکذیب کرنے کے لیے کرتے تھے۔۔چنانچہ۔۔بکواس کی۔۔۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ

اور بولے جنھوں نے کفر کیا ہے کہ "نہ آئے گی ہم پر قیامت۔" کہہ دو کہ "نہیں کیا میرے عالم الغیب

عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ

رب کی قسم، ضرور آئے گی تمہارے پاس۔" "نہیں غائب ہے اُس سے ذرہ برابر، آسمانوں میں اور نہ زمین میں،

وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۳ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

اور نہ اس سے چھوٹی چیز، اور نہ بڑی، مگر صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے ● تاکہ ثواب دے اُنہیں جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۴

ایمان لائے اور نیکیاں کیں۔اُنہیں کے لیے مغفرت، اور باعزت روزی ہے●

(اور بولے) وہ لوگ (جنہوں نے کفر کیا ہے، کہ نہ آئے گی ہم پر قیامت)۔اس میں سرے سے قیامت ہی سے اِنکار ہے۔۔یا۔۔اِنکار کے ساتھ ساتھ ہنسی اور ٹھٹھا بھی مقصود ہے۔

۔۔الغرض۔۔ابوسفیان نے لات اور عزیٰ کی قسم کھا کر کہا، کہ بعث ونشر کچھ بھی نہیں ہے، تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

اَے محبوب! تم بھی قسم کھاؤ اور (کہہ دو، کہ) وہ بات نہیں ہے جو تم کہتے ہو، (نہیں کیا) یعنی کیونکر نہ آئے گی، (میرے عالم الغیب رب کی قسم، ضرور آئے گی تمہارے پاس)۔ میں اُس رب کی قسم کھا کے کہہ رہا ہوں، جو جاننے والا ہے چھپی چیزوں کو، (نہیں غائب ہے اُس سے ذرّہ برابر آسمانوں میں اور نہ زمین میں، اور نہ) ہی (اُس سے چھوٹی چیز، اور نہ) ہی (بڑی)۔

۔۔الختصر۔۔نہیں ہے آسمان وزمین کی چھوٹی سے چھوٹی چیز۔۔یا۔۔بڑی سی بڑی شے، (مگر) وہ سب کی سب (صاف بیان کرنے والی کتاب) لوحِ محفوظ (میں) محفوظ (ہے ● تاکہ ثواب دے) اللہ تعالیٰ (انہیں جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں)۔ وہ ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کا گروہ ایسا خوش بخت ہے، کہ (انہیں کے لیے مغفرت) ہے خطاؤں سے، (اور باعزت روزی ہے) جو بے طلب اور بے رنج وتعب انہیں حاصل ہوگی۔

وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝

اور جنہوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں ہرانے کے لیے، اُنہیں کے لیے دردناک سختی کا عذاب ہے ●

(اور جنہوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں ہرانے کے لیے)، یعنی جنہوں نے ہماری آیتیں باطل کرنے میں کوشش کی۔عناد کرنے والے۔۔یا۔۔کوشش کرنے والے، اس بات میں کہ لوگ اُن آیتوں سے نفرت کریں۔۔یا۔۔اپنے زعم میں ہم پر پیشی لے جانے والے، تاکہ اُن پر سے ہمارا عذاب فوت ہوجائے، تو وہ لوگ وہ ہیں، کہ (انہیں کے لیے دردناک سختی کا عذاب ہے)۔ اہلِ علم کو اچھی طرح معلوم ہے۔۔۔

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ

اور دیکھ رہے ہیں جن کو علم دیا گیا ہے، کہ جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے، وہ حق ہے۔

وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝

اور بتاتا ہے عزت والے حمد والے کی راہ ●

(اور دیکھ رہے ہیں) آپ کے اصحاب۔یا۔مؤمنین اہلِ کتاب (جن کو علم دیا گیا ہے، کہ جو) کلام (اُتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے، وہ حق ہے)۔صحیح اور درست ہے۔(اور بتاتا ہے عزت والے) خدائے غالب (حمد والے کی راہ) جس کی حمد کی جاتی ہے نعمتوں پر، کمال درجہ کی حمد۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ

اور بولے جنہوں نے کفر کیا ہے کہ "کیا ہم بتادیں تمہیں ایسا شخص جو خبر دیتا ہے تمہیں، کہ جب ریزہ ریزہ

كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾

کردیے جاؤ گے تم بالکل، تو تم نئے جنم میں ہوگے"●

(اور بولے جنہوں نے کفر کیا ہے) اور بعث ونشر کا اِنکار کیا ہے اُن کے بعض بعض سے، (کہ کیا ہم بتادیں تمہیں ایسا شخص جو خبر دیتا ہے تمہیں کہ جب ریزہ ریزہ کردیے جاؤ گے تم بالکل، تو تم نئے جنم میں ہوگے)۔

اِس کلام میں کافروں کا اشارہ سیدنا محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات کی طرف تھا۔۔۔

جو کہتے ہیں کہ جب ٹکڑے کیے جاؤ گے، یعنی متفرق ہوجائیں گے تمہارے سب اجزا بالکل ٹکڑے ٹکڑے کیے ہوئے، یعنی جب تمہارے جسم بالکل خاک میں ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، پھر نئے سرے سے زندہ کیے جاؤ گے۔ کافروں نے باہم کہا کہ جو مَرد یہ خبر دیتا ہے، اُس نے جان بوجھ کر۔۔۔

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

کیا گڑھ لیا ہے اللہ پر جھوٹ، یا اُسے جنون ہے؟" بلکہ جو نہیں مانتے

بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾

آخرت کو، وہی عذاب میں، اور دُور کی گمراہی میں ہیں●

(کیا گڑھ لیا ہے اللہ) تعالیٰ (پر جھوٹ، یا اُسے جنون ہے) کہ جو چیز نہیں جانتا وہ کہتا ہے۔ ایسا نہیں جو وہ کہتے ہیں، (بلکہ جو) لوگ (نہیں مانتے آخرت کو وہی عذاب میں) ہیں اُس جہان میں، (اور دُور کی گمراہی میں ہیں) اِس جہاں میں ایسی گمراہی جو راہِ صواب سے بہت دُور ہے۔

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ

تو کیا نہیں نظر کی؟ اُس کی طرف جو اُن کے آگے اور پیچھے آسمان وزمین ہے۔

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ

اگر ہم چاہیں تو دھنسادیں اُنہیں زمین میں، یا گرادیں اُن پر ایک ٹکڑا آسمان سے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ﴿۹﴾

بے شک اِس میں ضرور نشانی ہے ہر توجہ کرنے والے بندے کے لیے●

(تو کیا) بعث ونشر کے منکرین نے قدرتِ خداوندی میں بالکل غور وتامل سے کام نہیں لیا اور (نہیں نظر کی؟ اُس کی طرف جو اُن کے آگے اور پیچھے آسمان وزمین ہے)، اور یہ آسمان وزمین میں محبوس اور محصور ہیں۔ (اگر ہم چاہیں تو دھنسا دیں انہیں زمین میں، یا گرادیں اُن پر ایک ٹکڑا آسمان سے۔ بے شک اِس میں) یعنی آسمان وزمین پر نظر کرنے میں۔۔یا۔۔زمین میں دھنسا دینے اور آسمان کا ٹکڑا گرادینے کی جو قدرت ہمیں ہے، اُس میں غور وتامل کرنے میں (ضرور نشانی ہے) اور دلالت وعبرت ہے (ہر توجہ کرنے والے بندہ کے لیے) جو حق کی طرف رجوع کرتا ہے، اس واسطے کہ وہ غور وفکر کرتے ہیں ہماری قدرت اور حکمت کی دلیلوں میں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ

اور بے شک دے رکھا تھا ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضل۔ کہ "اَے پہاڑ واللہ کی تسبیح کرو داؤد کے ساتھ" اور پرندوں کو بھی۔ اور نرم کردیا ہم نے

الْحَدِیْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ

اُن کے لیے لوہے کو● کہ بناؤ کشادہ زرہیں، اور یکسانیت رکھو کڑیوں کے جوڑنے میں، اور کرتے رہو نیکی۔

اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱﴾

بے شک میں، جو کچھ کرو نگراں ہوں●

(اور بے شک) یہ ہماری قدرت ہی کے جلوے تھے، کہ (دے رکھا تھا ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضل) اُس زمانے کے سب لوگوں پر۔ یعنی نبوت۔۔یا۔۔زبور۔۔یا۔۔بادشاہی۔۔یا۔۔حسن خلق۔۔یا۔۔رغبت فیصلہ کرنے میں۔۔یا۔۔عدل کی توفیق۔۔یا۔۔ضعیفوں اور عاجزوں پر بخشش۔۔یا۔۔مناجات کی حلاوت۔۔یا۔۔عِلم اِس بات کا، کہ اُس کی بارگاہ کے سوا اور کوئی التجا اور پناہ کی جگہ نہیں ہے۔

ایک قول ہے کہ 'فضل' سے 'اچھی آواز' مراد ہے۔ اس واسطے کہ داؤد علیہ السلام جب زبور پڑھنے میں مشغول ہوتے، تو درندے اور وحشی جانور اپنے مقاموں سے نکل آتے، اور اُن کی آواز دل نواز سنا کرتے، اور پرند اُن کے نغماتِ جانفزا سے مضطرب ہوکر اپنے کو ہَوا سے زمین پر گراتے۔ بعضوں نے کہا ہے، کہ یہاں 'فضل' سے مراد وہی ہے جس کا ذکر

آگے فرماتا ہے۔۔۔

(کہ اَے پہاڑ واللہ) تعالیٰ **(کی تسبیح کرو داؤد کے ساتھ)** اُن کی تسبیح کے وقت، یعنی اُن کے ساتھ موافقت کرو۔۔یا۔۔جہاں وہ جائیں اور تم کو بھی بُلائیں تم اُن کے ساتھ سیر کرو۔

اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا، کہ جب وہ چاہتے تو پہاڑ اُن کے ساتھ چلتے۔۔۔

(اور پرندوں کو بھی) اُن کا مسخر کردیا۔۔چنانچہ۔۔ذکر کے وقت وہ اُن کی موافقت کرتے تھے۔

روایت ہے کہ جب حضرت داؤد تسبیح کہتے، تو پہاڑ آواز سے انہیں مدد دیتے، اور پرند اُن کے سر کے اوپر صف باندھ کر الحانِ دِل آویز سے اُن کی مدد کرتے۔ اور وہ نغمے سننے والے بہتیرے اپنی جان دے دیتے۔ روایت ہے کہ ایک دن ایک فرشتہ حضرت داؤد کی زیارت کو آیا اور عرض کیا، کہ آپ خدا کے پیغمبر اور خلیفہ ہیں، اولیٰ یہ ہے کہ آپ کا کھانا آپ کی کمائی سے ہو۔ داؤد علیہ السلام نے خدا سے پیشہ طلب کیا۔ حکم ہوا کہ زرہ بنایا کرو اور یہ پیشہ حق تعالیٰ نے اُن پر آسان کردیا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔۔۔

(اور نرم کردیا ہم نے اُن کے لیے لوہے کو ۝ کہ بناؤ کشادہ) فراخ دامن **(زرہیں اور یکسانیت رکھو کڑیوں کے جوڑنے میں)**۔ یعنی اُس کی کڑیاں برابر برابر بناؤ تا کہ اُس کی وضع مناسب پڑے۔

حضرت داؤد ہر روز ایک زرہ بناتے اور چھ ہزار ۶۰۰۰ درم کو بیچتے۔ چار ہزار ۴۰۰۰ تصدق کرتے، دو ہزار ۲۰۰۰ اہل وعیال پر خرچ کرتے۔ جب حضرت داؤد نے وفات پائی، تو چھ ہزار ۶۰۰۰ زرہیں اُن کے گھر میں تھیں۔

(اور) کہا ہے، ہم نے کہ اَے داؤد! **(کرتے رہو نیکی)** اپنے لوگوں کے ساتھ، یعنی اُن کے ساتھ ایسا سلوک کرو جو خالص اور غرضوں سے خالی ہو۔ **(بے شک میں جو کچھ کرو، نگراں ہوں)**، اُسی کے لائق جزا دوں گا۔

حضرت داؤد کے واقعات میں بھی قدرتِ خداوندی کے جلووں کی تابناکیاں صاف ظاہر ہیں۔۔یوں ہی۔۔اُن کے صاحب زادے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعات بھی قدرت خداوندی کا شاہکار ہیں۔۔چنانچہ۔۔ارشاد۔۔۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ

اور سلیمان کے لیے ہوا کو، اُس کی صبح کی منزل ایک مہینہ اور شام کی منزل ایک مہینہ۔ اور بہا دیا ہم نے اُن کے لیے پگھلے تانبے

الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ

کا چشمہ۔اور کچھ جن تھے، جو کام کرتے اُن کے سامنے،اُن کے رب کے حکم سے۔اور جو کج روی کرے

مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫

اُن میں سے ہمارے حکم سے،تو چکھائیں گے ہم اُسے دہکتی آگ کا عذاب●

(اور) فرمانِ خداوندی ہے، کہ ہم نے (سلیمان کے لیے ہَوا کو) مسخر کردیا۔(اُس کی صبح کی منزل ایک مہینہ) کی راہ (اور شام کی منزل ایک مہینہ) کی راہ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کو تدمر سے چلتے اور اصطخر شیراز میں قیلولہ کرتے ،اور شام کو کابل میں پہنچ کر شب باش ہوتے۔(اور بہادیا ہم نے اُن کے لیے پگھلے تانبے کا چشمہ)۔وہ کھان سے پانی کی طرح نکلتا،اور یہ کھان ملکِ یمن میں صنعان کے قریب ایک موضع میں تھی۔ ہر مہینے میں تین[٣] دن تانبہ اُس سے بہتا، جو کچھ چاہتے بناتے۔(اور) حضرت سلیمان کے تابع جنوں میں سے (کچھ جن تھے جو کام کرتے) تھے (اُن کے سامنے اُن کے رب کے حکم سے۔اور) مقرر کردیا ہم نے کہ (جو) کوئی جن (کج روی) اور سرکشی (کرے ان) جنوں (میں سے ہمارے حکم سے) اور سلیمان کی طاعت سے، (تو چکھائیں گے ہم اُسے) آخرت میں (دہکتی آگ کا عذاب)۔

اور ایک قول یہ ہے کہ دُنیا میں جو فرشتہ آگ کا کوڑا ہاتھ میں لیے رہتا ہے، وہ جنوں پر مسلط اور مقرر تھا کہ جو جن حضرت سلیمان کے حکم سے باہر ہو، وہ آگ کا کوڑا مار کے اُسے جلا دے۔

دربارِ سلیمانی میں جنوں کی ڈیوٹی یہ تھی، کہ وہ کام ۔۔۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ

بنایا کرتے اُن کے لیے جو وہ چاہتے محرابی گھر،اور تصویریں،اور لگن جیسے بڑے حوض

وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ

اور جمی دھری رہنے والی دیگیں کہ "کرتے رہواے داؤد والو شکر"۔ اور تھوڑے ہیں،

مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ⑬

میرے بندوں سے شکر گزار●

(بنایا کرتے اُن کے لیے جو وہ چاہتے)۔مثلاً: (محرابی گھر) جس کے در اور دالان اچھے اور

دیواریں خوب ہوتی تھیں۔

ایک قول ہے کہ 'محراب' اُس مکان کو کہتے ہیں، کہ ایک درجہ چڑھ کر اُس پر جاسکیں۔اور بعضوں نے کہاہے کہ **مَحَارِيْب** سے یہاں 'حرب' یعنی لڑائی کی جگہ مراد ہے، جیسے اونچے قلعے اور چوڑے پشتے۔جنوں نے ولایتِ یمن میں حضرت سلیمان کے واسطے عجیب عجیب قلعے بنائے تھے۔

(اور) بناتے تھے (تصویریں) یعنی مورتیاں اور فرشتوں کے نام اُن کی خیالی تصویریں، اور انبیاء علیہم السلام کی صورتیں اس وضع پر جس پر کہ وہ عبادت کے وقت رہتے تھے، تاکہ لوگ اُن تصویروں کو دیکھ کر اُسی صورت سے عبادت کریں۔اور اس زمانہ میں تصویر لینا اور رکھنا مباح تھا۔

'عین المعانی' میں لکھاہے کہ لوھے سے آدمیوں کی مورتیں بناتے تھے۔اور جب دشمنوں سے لڑائی کا وقت آتا، تو حق تعالیٰ اُن میں روح پھونک دیتا، تاکہ قتال میں قوی اور سخت رہیں۔

اور بعضوں نے کہا، کہ دو۲ شیر بنائے تھے حضرت سلیمان کے تخت کے نیچے، اور دو۲ کرگس تخت کے اوپر۔جب حضرت سلیمان چاہتے کہ تخت پر چڑھیں، تو دونوں شیر اپنے شانے پھیلادیتے اور اُن پر قدم رکھ کر حضرت سلیمان تخت پر چڑھ جاتے۔اور جب تخت پر بیٹھتے، تو دونوں کرگس اپنے پروں سے اُن پر سایہ کرلیتے۔

(اور) بناتے حضرت سلیمان کے لیے لکڑی وغیرہ کی **(لگن جیسے بڑے حوض)** یعنی وہ کاسے بڑے حوضوں کے مثل ہوتے۔**(اور جمی دھری رہنے والی دیگیں)** اونچی اونچی تپائی پر رکھیں پہاڑوں کے مانند۔

بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ باورچی تھے جو اُن دیگوں میں کھانا پکاتے تھے۔'صاحبِ تفسیرِ حسینی' کے زمانہ تک ولایتِ شام میں بعض مقامات پر ایسی دیگیں پتھر سے ترشی ہوئی موجود تھیں۔مذکورہ بالا نعمتوں کو عطا فرما کر حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

(کہ کرتے رہو اے داوٗد والو! شکر) ان نعمتوں کا کہ ثابت ہیں۔**(اور تھوڑے ہیں میرے بندوں سے شکر گزار)**، جنہیں **شکور** کہا جاسکے۔اس لیے کہ **شکور** اُسے کہتے ہیں جو دِل اور زبان، اور ہاتھ پاؤں سے اکثر اوقات مراسم شکر گزاری ادا کرے۔اور شکر میں باوصف اِس قدر ڈوبے رہنے کے اپنے کو ادائے شکر سے عاجز جانے، اِس واسطے کہ شکر کی توفیق ایک اور نعمت ہے جو دوسرے شکر کو چاہتی ہے۔

اور اِسی جگہ سے کہا ہے، کہ **شَكُوْر** یعنی حقیقی شکر گزار وہ ہے جو دیکھے اپنا عجز ادائے شکر سے۔ روایت ہے کہ بیت المقدس کی بنا حضرت داوٗد علیہ السلام نے شروع کی تھی، اور حضرت سلیمان نے اُسے پورا کرنے میں بڑی کوششیں کیں۔ ابھی اُس کے پورا ہونے میں سال بھر کا کام باقی تھا، کہ موت کا پیام حضرت سلیمان کو آپہنچا، تو ایک روایت کے مطابق اخیر وقت حضرت سلیمان نے اپنے لوگوں کو وصیت کی کہ میری موت ظاہر نہ کرنا، اور مرنے کے بعد مجھے میرے عصے کی ٹیک لگا کر کھڑا کر دینا، تا کہ جن اپنے کام سے باز نہ رہیں اور مسجد کا کام پورا ہو جائے۔

پھر جب سلیمان علیہ السلام اِس جہان سے گزر گئے، تو انہیں غسل دیا جنازہ کی نماز پڑھی، اور عصے کی آڑ میں کھڑا کر دیا۔ جن دُور سے انہیں زندہ جانتے تھے، اور اپنے اپنے کام میں مستعد تھے، یہاں تک کہ ایک سال گزرنے کے بعد عصے کو نیچے کی طرف سے دیمک نے کھالیا اور حضرت سلیمان زمین پر آرہے، تو سبھوں کو اُن کی موت کا حال معلوم ہوا۔ جن بھاگے اور پہاڑوں کی کھائیوں اور جنگلوں کے درمیان میں چل دیے، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔۔۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ

پھر جب حکم بھیجا ہم نے ان پر موت کا، تو نہ پتا دیا اُن جنوں کو اُن کی موت کا، مگر دیمک نے،

تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ

کہ کھاتی رہی اُن کا عصا۔ چنانچہ جب وہ گر پڑے، تو کھل گئے جن۔ کہ اگر جانتے غیب کو،

مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

تو نہ پڑے رہتے ذلت والے عذاب میں ●

(**پھر جب حکم بھیجا ہم نے اُن پر موت کا**) اور مرنے کے بعد انہیں لوگوں نے عصے کی ٹیک لگا کر کھڑا کر دیا، (**تو نہ پتہ دیا اُن جنوں کو اُن کی موت کا مگر دیمک نے**)، جو (**کہ**) زمین سے نکلی اور (**کھاتی رہی اُن کا عصا۔۔ چنانچہ۔۔ جب وہ گر پڑے تو کھل گئے جن**) یعنی جان لیا جنوں نے، کہ اگر جانتے غیب کو جیسا کہ اُن کے بعض کو گمان تھا کہ وہ غیب جانتے ہیں اور لوگوں سے ایسا ہی ظاہر کرتے تھے، تو حق تعالیٰ فرماتا ہے، (**کہ اگر جانتے غیب کو، تو نہ پڑے رہتے**) سال بھر (**ذلت والے عذاب**

میں)اور عمارت بنانے میں جو سخت تکلیفیں اُن کو اُٹھانی پڑیں وہ نہ اُٹھاتے۔

اِس آیت کی تفسیر میں یہ بات بھی کہی گئی ہے، کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کے اوپر موت کا حکم نافذ کردیا، تو اُن کی موت پر جنات کو صرف دیمک نے مطلع کیا جو اُن کے عصا کو کھارہی تھی۔ پھر جب سلیمان گر پڑے تب جنات پر یہ بات آشکارا ہوئی، کہ اگر اُن کو غیب ہوتا، تو وہ اس ذلت والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

اِس مقام پر حضرت سلیمان کی وفات کے تعلق سے یہ روایت بھی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دُعا کی، کہ اَے اللہ! جنات کو میری موت سے ناواقف رکھ، حتی کہ انسانوں کو معلوم ہوجائے کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ پھر آپ عصا کے سہارے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے اور جنات آپ کو زندہ سمجھ کر کام میں مشغول رہے۔ اِدھر دیمک اُس عصا کو کھاتی رہی اور انسانوں کو معلوم ہوگیا، کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہوتا، کیونکہ اگر اُن کو غیب کا علم ہوتا، تو وہ ایک سال تک کام کی مشقت میں مبتلا نہ رہتے۔

۔۔قصہ مختصر۔۔ حضرت سلیمان خود اپنے عصا کے سہارے کھڑے ہوئے تھے، ایسا نہیں تھا کہ وصیتِ سلیمانی کے سبب دوسروں نے بعد وفات آپ کو عصا کی ٹیک لگا کر کھڑا کردیا ہو۔ اور اُسی حال میں اُن کی روح قبض کرلی گئی اور ایک سال تک جن اور انسان یہی گمان کرتے رہے کہ آپ زندہ ہیں۔ آپ کے جسم میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور نہ چہرے کی آب و تاب اور رعب و جلال میں کوئی فرق آیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی ہوتی ہے اور موت سے اُن کا جسم بوسیدہ نہیں ہوتا، اور اُن کی حیات اور موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

باقی رہا یہ کہ وہ عصا کے سہارے کھڑے تھے اور جب دیمک نے اُن کے عصا کو کھالیا، تو وہ زمین پر آرہے۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو اُن کی تجہیز و تکفین کرانی تھی، اور ان کی تدفین کرانی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ امور کیسے واقع ہوتے؟ **انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے نکل کر زمین و آسمان کے اطراف میں آتے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں۔** اس مختصر میں اِس تعلق سے اِس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اِس سورۂ مبارکہ کی تفسیر کے شروع میں سبا نام کے یمن کے جس علاقے اور قبیلہ کا ذکر کیا گیا ہے۔۔۔

لَقَدۡ كَانَ لِسَبَاٍ فِیۡ مَسۡكَنِهِمۡ اٰیَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنۡ یَّمِیۡنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوۡا

بلاشبہ قبیلہ سبا کے لیےاُن کی بستیوں میں نشانی ہے۔ دو باغ داہنے بائیں۔۔۔ کہ کھاؤ

مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّكُمۡ وَ اشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ بَلۡدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوۡرٌ ﴿۱۵﴾

اپنے رب کی روزی، اور شکرادا کرو اُس کا، پاکیزہ شہراور پالنے والا بڑا مغفرت والا●

(بلاشبہ) اُس **(قبیلہ سبا کے لیے اُن کی بستیوں میں نشانی ہے)** یعنی علامت ہے جو وجودِ صانع اوراس کی قدرتِ کاملہ پر روشن دلالت ہے۔

قومِ سبا یمن میں رہتی تھی، قومِ تبع بھی انہیں میں سے تھی، بلقیس بھی یہیں کی رہنے والی تھی۔ یہاں لوگ بہت نعمتوں اور راحتوں میں تھے۔ اُن کے دونوں جانب پہاڑ تھے، جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ بہہ کر اُن کے شہروں میں آتے تھے۔ اِسی طرح نالے اور دریا بھی اِدھر اُدھر سے آتے تھے۔ قدیم بادشاہوں میں سے کسی نے اُن دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوادیا تھا، دریا کے دونوں جانب باغ اور کھیت اُگا دیے تھے، پانی کی کثرت اور زرخیز ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ بہت سرسبز رہا کرتا تھا۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اپنے سر پر ٹوکرا رکھ کر نکلتی، تو کچھ دُور جانے کے بعد وہ ٹوکرا پھلوں سے بھر جاتا۔ درختوں سے اتنا زیادہ پھل گرتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی۔ مآرب میں ایک دیوار تھی جو صنعاء سے تین منزل پر تھی اور 'سدِ مآرب' کے نام سے مشہور تھی، وہاں زہریلے جانور اور مکھی اور مچھر بھی نہیں ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ تمام نعمتیں اس لیے تھیں، کہ وہ اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے پر برقرار رہیں اور اخلاص کے ساتھ اُس کی عبادت کریں۔ یہ اُس نشانی کی تفصیل ہے جس کا ذکر اِس آیت زیرِ تفسیر میں ہے۔ اس میں جس بستی کا ذکر ہے۔۔۔

(دو باغ) اُس میں تھے، ایک **(داہنے)** طرف اور دوسرا **(بائیں)** طرف، بڑے ہی سرسبز و شاداب، میووں اور پھلوں سے بھرے ہوئے، تا **(کہ کھاؤ)** اَے اس علاقے کے رہنے والو! **(اپنے رب کی)** عطا کردہ **(روزی)**۔

۔۔الختصر۔۔اُس عہد کے پیغمبروں نے اُن نعمتوں کو کھانے کی اجازت دی **(اور)** ساتھ ساتھ ہدایت فرمادی، کہ **(شکرادا کرو اُس کا)** اور جان لو کہ یہ شہر جس میں۔۔یا۔۔جس سے روزی دیتا ہے

خدا تم کو، (پاکیزہ شہر) ہے۔ جہاں کی ہَوا تندرست رکھنے والی ہے، اور پانی میٹھا ہے، اور خاک پاک ہے۔ وہاں مچھر، کھٹمل، بچھو، کچھ نہ تھے، اور کپڑوں میں بھی چیلھڑ نہ پڑتے تھے۔ جو مسافر وہاں پہنچتا، اُس کے کپڑوں کے چیلھڑ بھی مَر جاتے۔

۔۔الحاصل۔۔ بہت ہی آرام دہ اور راحت فزا شہر ہے (اور پالنے والا بڑا مغفرت والا) ہے یعنی شرک سے توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ

تو اُنہوں نے روگردانی کی، تو ہم نے کھول دیا اُن پرزور کے سیلاب کا بند، اور بدل دیا ہم نے اُنہیں، اُن کے دو باغوں کے عوض

ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾

دو دوسرے باغ، بدمزہ پھل والے، اور جھاؤ، اور کچھ تھوڑی سی بیریاں●

(تو انہوں نے روگردانی کی) اپنے پیغمبروں سے اور اُن کی ہدایت پر عمل نہیں کیا۔۔ چنانچہ۔۔ ربِّ کریم کی شکر گزاری نہیں کی۔

روایت ہے کہ تیرہ[١٣] پیغمبر اُن کے پاس آئے، اُنہوں نے سب کی تکذیب کی، یہاں تک کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے اُٹھ جانے کے بعد ان میں جو آخری پیغمبر مبعوث ہوئے، اُن کو اُن ناشکروں نے بہت ایذاء دی، تو حق تعالیٰ نے جنگلی چوہے اُس پانی کے باندھ کے نیچے پیدا کر دیے اور انہیں حکم فرمایا، تو انہوں نے اس باندھ میں سوراخ کر دیے۔ آدھی رات کو، کہ جب سب سوتے تھے باندھ ٹوٹ گیا۔ ہر طرف سے پانی کا ریلا آ گیا۔ بس ان ناشکروں کے مکان اور باغ برباد ہو گئے اور چار پائے ہلاک ہو گئے، اور بے شمار آدمی لاپتہ ہو گئے۔ جیسا کہ خود حق تعالیٰ نے فرمایا، کہ۔۔۔

جب انہوں نے حق سے منہ پھیرا، (تو ہم نے کھول دیا اُن پرزور کے سیلاب کا بند)۔

بعضوں نے کہا عَرِمِ اُس پانی کے باندھ کا نام تھا۔۔یا۔۔اس جنگل کا نام تھا جس سے پانی آتا تھا۔۔یا۔۔اس جنگلی چوہے کا نام تھا جس نے باندھ میں سوراخ کیا تھا۔

(اور بدل دیا ہم نے انہیں اُن کے دو باغوں کے عوض، دو دوسرے باغ، بدمزہ پھل والے اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں)۔ ایسے مقام کو باغ کہنا ہم شکلِ باغ ہونے کے سبب سے ہے۔ اُس

شورزمینوں میں تھوڑے سے بیر کے درخت ہم نے پیدا کردیے، تاکہ اُس کے سبب سے گزرے ہوئے میوے یاد کریں جولوگ اُس کا ذائقہ لے چکے ہیں۔۔یا۔۔اُس کے تعلق سے واقعات اور حالات سن چکے ہیں۔

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿١٧﴾

یہ سزادی ہم نے اُنہیں جواُنہوں نے کفر کیا۔اور ہم نہیں سزادیتے، مگر ناشکرے کو●

(یہ) عذاب کر کے (سزادی ہم نے انہیں) بہ سبب اُس کے (جوانہوں نے کفر کیا) اور ناشکری کر کے رسولوں پر ایمان نہ لائے۔(اور) جان لو کہ (ہم نہیں سزادیتے مگر ناشکرے کو)۔

ایک قرأت کی روشنی میں ترجمہ یہ ہے کہ "کیا سزادیا جاتا ہے مگر ناشکرا"۔ جزا عام ہے ہر مؤمن اور کافر کو اور مجازات کفار کے ساتھ خاص ہے۔روایت ہے کہ شہر سبا میں جولوگ باقی رہ گئے تھے انہوں نے پیغمبر کے پاس آکر کہا، کہ ہم نے اپنے خدا اور رسول کو پہچان لیا، اس کے بعد اگر پھر وہ ہم کو نعمت عطا فرمائے، تو ہم ناشکری نہ کریں گے۔اور اتنی عبادت کرتے رہیں گے کہ کبھی کسی قوم نے نہ کی ہوگی۔تو حق تعالیٰ نے دوسری بار نعمت کا دروازہ اُن پر کھول کر فرمایا، کہ۔۔۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً

اور کردیا ہم نے اُن کے درمیان اور اُن آبادیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی ہے کھلی راہ پر،

وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿١٨﴾

اور اندازے پر رکھا ہم نے اُن میں سفر کو، کہ چلو پھرو اُن میں رات دن امن وامان سے●

(اور کردیا ہم نے اُن کے درمیان) یعنی سبا کے درمیان، (اور اُن آبادیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی ہے) ولایتِ شام میں سے، جیسے فلسطین، اردن، اریحا اور ایلیا (کھلی راہ پر) کئی نمایاں بستیاں، جوایک دوسرے کے متصل اور قریب قریب تھیں۔

'بحرالمعانی' میں ہے کہ مآرب، جوسباوالوں کا مسکن تھا، سے لے کر شام تک درمیان میں چار سو سات بستیاں تھیں۔

(اور اندازے پر رکھا ہم نے اُن میں سفر کو)، یعنی ہم نے ان بستیوں میں سفر کی منازل مقدر

کر دیں، تا (**کہ چلو پھرو اُن میں رات دن امن وامان سے**)۔ ایسے بہتر طریقے سے کہ ایک بستی سے صبح کو چلنے والا دوپہر کو دوسری بستی میں قیلولہ کر سکے۔ پھر دوپہر کے بعد چلے، تو شام کو ایک اور بستی میں پہنچ جائے اور وہاں شب باشی کے بعد اُسی طرح آرام سے چلتے چلتے آسانی سے ملک شام پہنچ جائے۔ اُسے راستہ طے کرنے کے لیے زادِ راہ کی ضرورت نہ پڑے، اور نہ ہی پانی ساتھ لے جائے۔ یہ اُن کی نعمتوں کی تکمیل ہے کہ علاوہ دیگر نعمتوں کے سفر وحضر میں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازے ہوئے ہوں۔

جب انہیں سیر کی قدرت دی گئی اور سیر کے اسباب مہیا فرمادیے گئے، تو گویا زبانِ حال سے اب انہیں اجازت دے دی گئی، کہ اُن بستیوں میں اپنی ضروریات کے لیے جاؤ جب چاہو راتوں میں۔۔یا۔۔دنوں میں۔ جب ان آبادیوں میں تمہاری کثرت ہوگی، تو نہ دشمن حملہ کر سکیں گے اور نہ ہی چور آسکیں گے اور نہ ہی درندے۔۔الغرض۔۔تم مامون ومحفوظ رہو گے۔۔یا۔۔امن پاؤ گے بھوک اور پیاس سے بسبب اس کے کہ تمہاری بستیاں آباد اور سرسبز ہیں، کسی وقت میں بھی تمہارے امن اور چین میں کمی نہیں آئے گی۔

۔۔یا۔۔یہ معنی ہے، کہ۔۔۔

تم اپنی زندگی کے دن اور رات امن وچین سے گزارو گے۔ اپنی زندگی کے تمام لمحات میں امن اور چین پاؤ گے، لیکن یہ امر حقیقی طور پر نہیں، بلکہ صرف اس معنی پر کہ تمہیں سیر مذکور پر پوری قوت دی گئی ہے اور تمہاری سیر کے اسباب آسان بنادیے گئے ہیں۔

اہلِ سبا نعمتیں پاکر اکڑ گئے، بلکہ کثرتِ عیش وعشرت سے اُکتا گئے، اور تندرستی وعافیت سے اُن کا جی بھر گیا، اِسی لیے دکھ درد اور تکالیف کے اُسی طرح خواہاں ہوئے جیسے بنی اسرائیل نے 'من وسلویٰ' سے اُکتا کر لہسن اور پیاز وغیرہ مانگا، اور کہتے کہ کاش یہ باغات اور پھل ہم سے کوسوں دُور ہوتے، تا کہ ہمیں اُن کی خواہش نہ ہوتی۔ اور آرزو کی کہ شام اور اُن کے شہروں کے درمیان باغات اور آبادی کے بجائے جنگلات ہوں، تا کہ وہ سواریوں پر سفر کریں اور زادِ راہ کو سر پر اُٹھا کر سفر کریں اور فقر وفاقہ اتنا کہ ہم دوسرے فقراء اور تنگدستوں پر فخر ومباہات کر سکیں۔ یعنی دولتمندوں نے فقیروں اور تنگدستوں پر حسد کیا، کہ ہمارے اور اُن کے درمیان سفر طے کرنے کا کوئی فرق نہیں۔ اسی لیے جب اس امتیاز کے لیے کہ دولتمند سوار ہوکر جائیں اور فقراء وتنگدست پیدل، انہیں کوئی شکل نظر نہ آئی۔۔تو۔۔

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ

پھر اُنہوں نے دُعا کی کہ پروردگارا! دُور کردے ہماری منزلوں کو، اور بُرا کیا خود اپنا، تو بنا دیا ہم نے اُنہیں کہانیاں،

وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿١٩﴾

اور تتر بتر کر دیا اُنہیں بالکل۔ بے شک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے●

(پھر انہوں نے) یعنی اُن کے اغنیاء نے **(دُعا کی کہ پروردگارا! دُور کردے ہماری منزلوں کو)**، یعنی ایک منزل سے دوسری منزل تک جنگل پیدا فرما دے، تا کہ لوگ زادِ راہ اور سواری کے بغیر سفر نہ کر سکیں۔ **(اور)** حقیقت یہ ہے کہ یہ دُعا کر کے انہوں نے **(بُرا کیا خود اپنا)** شرک میں ملوث ہو کر، کفرانِ نعمتِ خداوندی کر کے۔ انبیاءِ کرام کی تکذیب کر کے، خدائی قہر وغضب کے مستحق ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا فوراً قبول فرمالی، یہاں تک کہ اُن کے شہر فوراً تباہ و برباد ہو گئے۔ وہاں چٹیل میدان بنا دیا گیا، کہ نہ کوئی بُلانے والے کی بات سنے اور نہ ہی جواب دے۔ **(تو بنا دیا ہم نے انہیں کہانیاں)**، اِس حیثیت سے کہ لوگ تعجب کرتے ہوئے ایک دوسرے سے اُن کے حالات سنیں گے اور اُن کے انجام و عاقبت سے عبرت حاصل کریں گے۔

(اور تتر بتر کر دیا انہیں بالکل) یہاں تک کہ اُن میں ایک بھی مآرب میں نہیں رہا۔ قبیلہ غسان تو شام چلا گیا، اور قضاعہ مکہ میں، اور اسد بحرین میں، اور انمار یثرب میں، اور جزام تہامہ میں اور ازد عمان میں۔ **(بے شک)** جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے **(اُس میں ضرور نشانیاں ہیں)** عبرتیں ہیں **(ہر صبر کرنے والے)** کے واسطے جو محنتوں پر صبر کرتا ہے، اور **(شکر گزار کے لیے)** جو نعمتوں پر شکر کرتا ہے۔۔ چنانچہ ۔۔تاریخ گواہ ہے کہ اہلِ سبا خوش حالی کے ساتھ بسر کرتے تھے، بے صبری اور ناشکری کے سبب سے گزری جو کچھ اُن پر گزری۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا

اور واقعی سچا کر دکھایا اُن پر ابلیس نے اپنا گمان، چنانچہ اُنہوں نے پیروی کی اُس کی، مگر ایک گروہ

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٠﴾

مسلمانوں کا●

(اور واقعی سچا کر دکھایا اُن پر) اُن کے عہد میں اور دیگر کافروں پر اُن کے اُن کے دَور میں (ابلیس نے اپنا گمان)۔شیطان نے گمان یہ کیا تھا کہ آدمیوں پر میں قابو پاؤں گا، اُن کی شہوت اور اُن کے غضب کے سبب سے جو اُن کے اندر موجود ہے، اور اُسی سبب سے میں اُن کو گمراہ کروں گا، تو اُس کا گمان گمراہوں کے باب میں سچا ہوا۔(چنانچہ انہوں نے پیروی کی اُس کی) شرک اور معصیت میں، (مگر ایک گروہ مسلمانوں کا) کہ وہ مستثنیٰ ہیں جن پر شیطان کا قابو نہ چل سکا۔

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ

اور نہ تھا اُسے اُن پر کوئی قابو، مگر تا کہ ہم چھانٹ بتائیں جو مانتا ہے آخرت کو

مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع ۲ ۱۲ ۸

اُس سے، جو اُس کی طرف سے شک میں ہے۔ اور تمہارا رب ہر ایک کا نگراں ہے●

(اور) یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ (نہ تھا اُسے اُن) لوگوں (پر) جن کے باب میں اُس کا گمان محقق ہوا (کوئی قابو) یعنی تسلط وغلبہ، (مگر) اُس میں حکمت یہ تھی (تا کہ ہم چھانٹ بتائیں) اور الگ الگ ظاہر کر دیں اُسے (جو مانتا ہے آخرت کو اُس سے، جو اُس کی طرف سے شک میں ہے)، تا کہ ہمارے دوست اہلِ ایمان والوں اور شک والوں کو پہچان لیں۔(اور تمہارا رب ہر ایک کا نگراں ہے)۔ یعنی وہ ہر چیز کا عالم ہے، اس لیے وہ بندوں کو جزا اور سزا دیتا ہے۔

آیاتِ سابقہ میں قدرتِ خداوندی کے بعض آثار کا ذکر ہے۔ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے، اے محبوب! اُن بنی ملیح کے مشرکین سے۔۔۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ

کہہ دو کہ "دہائی دے کر دیکھ لو اُن کی جن کو تم لوگوں نے خیال کر لیا ہے اللہ کے خلاف، کہ نہیں مالک ہیں

ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ

وہ ذرہ بھر کے، آسمانوں میں اور نہ زمین میں، اور نہیں ہے اُن کا دونوں جگہ میں کوئی حصہ،

وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾

اور نہیں ہے اللہ کا اُن سے کوئی پشت پناہ"●

(کہہ دو، کہ دُہائی دے کر دیکھ لو اُن کی) کہ جن چیزوں کا میں نے ذکر کیا ہے، کیا تمہارے خود ساختہ معبودوں کو ان چیزوں میں سے کسی چیز پر قدرت ہے؟۔۔الحاصل۔۔مدد کے لیے پکارو اُن کو (جن کو تم لوگوں نے خیال کر لیا ہے اللہ) تعالیٰ (کے خلاف) و مد مقابل معبود، اور پھر دیکھو نفع حاصل کرنے اور ضرر دُور کرنے میں اُن سے مدد پاتے ہو؟ یعنی بے خدا کی مدد کے انہیں کچھ اختیار اور قدرت نہیں ہے۔

۔۔یا۔۔سب کافروں سے کہو کہ اپنے خداؤں کو پکارو، کہ کچھ تمہارا کہا مانیں۔ اور کیونکر وہ تمہاری عرض قبول کر سکتے ہیں، اس واسطے (کہ نہیں مالک ہیں وہ ذرّہ بھر کے آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں ہے اُن کا دونوں جگہ میں کوئی حصّہ)۔ یعنی نہ تو یہ پیدا کرنے میں شریک ہیں اور نہ ہی تصرف کرنے میں۔ (اور نہیں ہے اللہ) تعالیٰ (کا) تدبیر و تقدیر میں (ان) بتوں اور فرشتوں میں (سے کوئی پشت پناہ) اور یار و مددگار۔

یاد رکھو کہ بارگاہِ خداوندی میں اپنے جن سفارشیوں کی شفاعت کا گمان رکھتے ہو، وہ شفاعت فائدہ بخش اور سود مند نہ ہوگی۔۔۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ

اور نہ کام آئے گی سفارش اُس کے یہاں، مگر جسے اجازت دی۔ یہاں تک کہ جب دُور کر دی گئی گھبراہٹ

قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

اُن کے دلوں سے، تو باہم بولے کہ "اخاہ، کیا فرمایا تمہارے رب نے؟" بولے کہ "حق فرمایا۔" اور وہی بلند بڑا ہے ●

(اور نہ کام آئے گی سفارش اُس کے یہاں، مگر جسے) اُس نے سفارش کرنے کی (اجازت دی) اور جس کے واسطے اجازت دی۔ قیامت کے دن شفاعت کرنے والا اور وہ جس کی شفاعت کرے گا، دونوں منتظر رہیں گے اور خوف میں ہوں گے، کہ دیکھیئے حضرت رب العزۃ سے کیا حکم ہوتا ہے۔ اور اسی انتظار میں رہیں گے، (یہاں تک کہ جب دُور کر دی گئی گھبراہٹ اُن کے دلوں سے) یعنی شفاعت کی اجازت عطا فرما دی گئی۔۔۔

(تو باہم بولے، کہ اخاہ)، آہا بہت خوب۔ (کیا فرمایا تمہارے رب نے) شفاعت کے باب میں۔ تو وہ (بولے، کہ حق فرمایا) یعنی صحیح اور درست فرمایا۔ اور صاف وضاحت فرما دی، کہ شفاعت

کرنے والے صرف مؤمنین کی شفاعت کریں گے، کافروں کی نہیں۔ (اور وہی بلند بڑا ہے) یعنی خدا برتر اور بڑھ کر اس بات سے، کہ پیغمبر اور فرشتے بغیر اُس کے اذن کے شفاعت کرسکیں۔

اَے محبوب! مؤمنین موحدین کی حقانیت کو ظاہر کرنے کے لیے اور مشرکین کو ساکت کرنے کے لیے اور اُن سے اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کا اقرار کرانے کے لیے اُن کافروں سے۔۔۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ

پوچھو کہ "کون روزی دیتا ہے تمہیں آسمانوں اور زمین سے۔" جواب بتادو کہ "اللہ" اور بلاشبہ ہم یا تمہیں

لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں●

(پوچھو، کہ کون روزی دیتا ہے تمہیں آسمانوں) سے مینھ برسا کر (اور زمین سے) سبزہ اُگا کر۔ یہ کفار دِل سے ماننے کے باوجود الزام کے خوف سے اِس سوال کا جواب زبان پر نہ لائیں گے، تو اَے محبوب! تمہیں (جواب بتادو) اور وہ بھی ایسا جواب کہ اُس سوال کا اُس کے سوا کوئی جواب ہی نہیں جس کے کفار بھی دِل سے معترف ہیں۔ اور وہ جواب یہ ہے (کہ اللہ) تعالیٰ، یعنی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے۔

(اور) اُن سے یہ بھی کہو، کہ (بلاشبہ ہم) مؤمن جو روزی دینے والے کو 'ایک' کہتے ہیں اور اُس 'وحدہٗ لاشریک' کی عبادت کرتے ہیں، جو ہر صفت میں ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں، (یا تمہیں) یعنی تم مشرک لوگ جماد کو جو ممکنات میں مرتبہ کی راہ سے سب سے کمتر ہے، واجب الوجود کے ساتھ شریک کرتے ہو۔۔ الحاصل۔۔ ہم دونوں کے متضاد عقائد ہیں۔۔ لہٰذا۔۔ دونوں تو سچے نہیں ہوسکتے، ضرور ایک حق پر ہے اور دوسرا باطل پر ہے۔ ایک ہدایت پر ہوگا اور دوسرا گمراہ ہوگا۔

۔۔الحاصل۔۔ ہم دونوں میں سے صرف ایک ہی گروہ کے لوگ (ہدایت پر ہیں یا) پھر (کھلی گمراہی میں) ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہی گمراہ ہے جو بے جان بتوں کو اپنا معبود اور حاجت روا کہتا ہے، جن کا آسمان اور زمین سے روزی پہنچانے میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ بارش برسا سکتے ہیں نہ کسی چیز کو اُگا سکتے ہیں۔ اس لیے موحد ہی حق پر ہے نہ کہ مشرک۔ اَے محبوب! اُن کافروں سے۔۔۔

قُلْ لَّا تُسْـَٔــلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔــلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

کہہ دو کہ "تم نہ پوچھے جاؤ گے جو ہم نے جرم کیا، اور نہ ہم پوچھے جائیں گے جو تم لوگ کرتے ہو"●

(کہہ دو، کہ تم نہ پوچھے جاؤ گے جو)۔۔بالفرض۔۔(ہم نے جرم کیا اور نہ ہم پوچھے جائیں گے جو تم لوگ کرتے ہو)۔ بلکہ ہمارا پروردگار ہر ایک سے اُسی کے اعمال پوچھے گا، اور اُس کے مناسب جزا دے گا۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾

کہہ دو کہ "اکٹھا فرمائے گا ہم سب کو ہمارا رب، پھر فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان بالکل حق۔ اور وہی فیصلہ فرمانے والا علم والا ہے"●

اَے محبوب! (کہہ دو، کہ اکٹھا فرمائے گا ہم سب کو ہمارا رب، پھر فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان بالکل حق)۔ پس جو لوگ حق پر ہیں انہیں باغِ وصال میں بھیجے گا، اور جو باطل پر ہیں اُن کو زندان وبال میں۔ (اور وہی فیصلہ فرمانے والا) ہے مشکل قضیوں میں۔ اور (علم والا ہے) یعنی جاننے والا ہے حکم کی کیفیت۔ اَے محبوب! اُن کافروں سے۔۔۔

قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

کہو کہ "مجھے تو دکھا دو سکت اُن شریکوں کی، جن کو ملا رکھا ہے تم نے اللہ سے۔" ہرگز نہیں، بلکہ وہ اللہ ہی غلبہ والا حکمت والا ہے●

(کہو، کہ مجھے تو دکھا دو سکت اُن شریکوں کی جن کو ملا رکھا ہے تم نے اللہ) تعالیٰ (سے)۔ ذرا دکھاؤ تو، کہ کس صفت کے سبب سے بتوں ل کو خدا کا شریک بناتے ہو عبادت میں۔ تمہارا یہ شریک کرنا بتوں کی صلاحیت وحقیت اور غلبہ وقدرت کے سبب سے (ہرگز نہیں)، اس لیے کہ یہ بت غلبہ وحکمت اور صلاحیت وقدرت والے ہیں ہی نہیں۔ (بلکہ وہ اللہ) تعالیٰ (ہی) ہے جو (غلبہ والا) ہے سب پر، کوئی اُس کا شریک ہونے کا دم نہیں مار سکتا۔ اور (حکمت والا ہے) یعنی جاننے والا ہے اُن احکام کا جو اس حکمت کے ساتھ موصوف ہیں جو حد کمال تک پہنچی ہوئی ہے، تو پھر خدا کے ساتھ کسی کی ہمسری کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟

اَے محبوب! آپ کتنی ہی سلیس اور دِل نشین انداز سے اپنے ارشاد پیش فرمائیں، جو ازلی بد بخت ہیں وہ اُس کو ماننے والے نہیں، اور ویسے بھی کسی کو حق منوا دینا اور منزلِ مقصود پر پہنچا دینا، آپ کے فرائضِ نبوت میں سے نہیں ہے۔ آپ کا کام پیغام الٰہی کو پہنچا دینا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشادِ الٰہی۔۔۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ

اور نہیں رسول کیا ہم نے تم کو مگر سارے انسانوں کا، خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے، لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾

بہتیرے لوگ نہیں جانتے●

(اور) فرمانِ خداوندی ہے، کہ اَے محبوب! (نہیں رسول کیا ہم نے تم کو مگر سارے انسانوں کا)۔آپ (خوشخبری سنانے والے) ہیں فضلِ خداوندی اور جنت کی اُسے، جو توحید کا اقرار کرے۔(اور ڈرانے والے) ہیں عدلِ خداوندی سے اور جہنم سے اُسے، جو شرک پر اصرار کرے۔(لیکن بہتیرے لوگ) آپ کے فضائل وکمالات (نہیں جانتے) اور جہلِ مرکب اُن کو آپ کی مخالفت پر رکھتا ہے۔ الٹے سیدھے سوالات پوچھنا اُن کا مشغلہ ہے۔۔چنانچہ۔۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾

اور پوچھتے ہیں کہ "کب ہوگا یہ وعدہ، اگر سچے ہو"●

(اور پوچھتے ہیں کہ کب ہوگا یہ وعدہ) عذاب کا۔۔یا۔۔قیامِ قیامت کا پورا۔اَے پیغمبر اور پیغمبر کے ماننے والو بتاؤ (اگر) تم (سچے ہو)۔اَے محبوب!۔۔۔

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾

جواب دے دو کہ "تمہارے لیے ایک ایسے مقرر دن کی میعاد ہے کہ نہ پیچھے ہٹ سکو جس سے گھڑی بھر، اور نہ آگے بڑھ سکو"●

(جواب دے دو، کہ تمہارے لیے ایک ایسے مقرر دن کی میعاد ہے، کہ نہ پیچھے ہٹ سکو جس سے گھڑی بھر اور نہ آگے بڑھ سکو)۔۔الحاصل۔۔وعدہ اُس دن کا ہے کہ جب وہ آپہنچے گا، تو پھر اس میں ذرّہ برابر بھی تقدیم وتاخیر نہ ہو سکے گی۔اور وہ وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت سے اچانک آئے گا۔یعنی قیامت سے پہلے تمہارے مرنے کا ایک وقت متعین ہے، جس میں تم کو لازماً مر جانا ہے، پھر تم کو میرے قول کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

ذہن نشین رہے کہ ہر ایک اپنی موت کے بعد آخرت کے مراحل میں داخل ہو جاتا ہے، اور آخرت کے امور مشیتِ الٰہی کے مطابق اُس سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔۔المختصر۔۔موت

(النصف) ع ۹ / ۹

سے ہی اُس کے حق میں آخرت کے احوال شروع ہوجاتے ہیں۔ میعادِ مذکور کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے، کہ اُس سے مُرادمَر کر دوبارہ اٹھنے کا وقت ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے، کہ اُس سے مرادیوم بدر ہے، کیونکہ اللہ کے حکم میں اُن کو دُنیا میں یہ عذاب دینے کا وقت مقرر تھا۔

اُن کفارِ مکہ کا بھی عجیب حال تھا۔ اہلِ کتاب کے علماء سے معلومات حاصل کرتے، مگر مانتے وہی تھے جسے اُن کا دِل قبول کرے۔۔ چنانچہ۔۔ کفارِ قریش نے اہلِ کتاب سے پیغمبرِ اسلام کا حال پوچھا، وہ بولے کہ ہاں ہم نے اپنی کتابوں میں اُن کی نعت پڑھی ہے اور پیغمبر برحق ہیں۔ اِس پر ابوجہل۔۔۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ

اور بولے جنہوں نے کفر کیا تھا کہ "نہ مانیں گے ہم یہ قرآن، اور نہ جواس کے آگے

يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ

تھیں۔" اور کہیں دیکھو، جب ظالم کھڑے کیے جائیں گے اپنے رب کے یہاں۔ ڈالیں گے ایک

اِلٰى بَعْضِ ِالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

دوسرے پر بات۔ کہیں گے کمزور چھوٹے لوگ، اُنہیں جو بڑے بنے تھے

لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

کہ "اگر تم نہ ہوتے تو ہم ہوتے ایمان والے"●

(اور) اس جیسے (بولے جنہوں نے کفر کیا تھا، کہ نہ مانیں گے ہم یہ قرآن، اور نہ) ہی وہ (جو اُس کے آگے تھیں) یعنی آسمانی کتابیں جواس سے پہلے نازل فرمائی گئیں۔۔ الحاصل۔۔ جو کتاب پیغمبرِ اسلام پر اُتری اور جو کتابیں اِس سے پہلے دوسرے پیغمبروں پر اُتاری گئیں، ہم کسی کو بھی نہیں مانتے۔

خیر دُنیا میں تو جو بولے وہ بولے، آخرت میں اُن کا حال اور بھی قابلِ دید اور لائقِ عبرت ہوگا۔

(اور) اَے محبوب! (کہیں) میدانِ قیامت کا منظر (دیکھو، جب ظالم کھڑے کیے جائیں گے اپنے رب کے یہاں) محاسبہ کے موقف میں، تو البتہ دیکھو گے کہ اُن کے لیے معاملہ کتنا سخت ہے اور وہ کس قدر خوفزدہ ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی اپنے جرم کے اعتراف کے لیے آمادہ نہ ہوگا، بلکہ (ڈالیں گے ایک دوسرے پر بات)۔ یعنی اُن کا یہ منظر نظر آتا ہے، کہ باہَم باتیں کرتے ہیں اور ایک

دوسرے کی طرف بات پھیرتا ہے ۔۔ چنانچہ۔۔ (کہیں گے کمزور چھوٹے لوگ) جو ذلیل بیچارے پکڑے گئے تھے، یعنی تابع اور پیرو لوگ (انہیں، جو بڑے بنے تھے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ہوتے ایمان والے)، مگر تم نے ہم کو گمراہ کیا اور ایمان سے باز رکھا۔۔ اُس پر۔۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ

کہنے لگے جو بڑے بنے تھے اُنہیں جو کمزور چھوٹے تھے کہ "کیا ہم نے روکا تھا تمہیں

عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾

ہدایت سے؟ بعد اُس کے کہ آچکی تھی تمہارے پاس، بلکہ تم خود مجرم تھے"●

(کہنے لگے جو بڑے بنے تھے) اور حق بات سے سرکشی کرتے تھے، یعنی پیشوا اور بزرگ لوگ (انہیں جو کمزور) اور (چھوٹے تھے)، یعنی ان لوگوں سے جو دُنیا میں حقیر اور عاجز گرفتار تھے، (کہ کیا ہم نے روکا تھا تمہیں ہدایت سے، بعد اس کے کہ آچکی تھی تمہارے پاس)۔ یعنی ہم نے کب تمہیں ایمان وہدایت قبول کرنے سے روکا تھا؟ (بلکہ تم خود مجرم تھے) یعنی تم اپنی ذات ہی سے گناہ گار اور مشرک تھے۔ ہم نے تمہیں کفر وشرک پر مجبور نہیں کیا تھا۔ تم خود کفر وشرک پر اصرار کر رہے تھے۔۔ الختصر۔۔ تم خود ہی مجرم تھے۔ اِس پر خاموش نہ رہے۔۔۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اور بول پڑے جو دبے تھے اُنہیں جو بڑے بنے تھے کہ "بلکہ رات دن کی چالبازی تھی،

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

جب کہ تم لوگ حکم دیتے تھے ہمیں، کہ ہم نہ مانیں اللہ کو، اور بنائیں اُس کے مدِّمقابل۔" اور دِل میں شرمائے،

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

جب دیکھ لیا عذاب کو۔ اور ہم نے ڈال دیے طوق ان کی گردنوں میں، جنہوں نے انکار کیا تھا۔

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

نہیں بھگتیں گے مگر جیسی کرنی کرتے تھے●

(اور بول پڑے جو دبے) کمزور بے چارے (تھے انہیں، جو بڑے بنے تھے) اور حق بات کو

قبول کرنے میں سرکشی کی تھی، (کہ) ایسا نہیں کہ ہم خود کافر ہو گئے، (بلکہ رات دن کی چالبازی تھی)۔ یعنی دن رات تمہارا مکر وفریب، ہم کو ایمان سے باز رکھنے والا تھا۔ (جبکہ تم لوگ حکم دیتے تھے ہمیں کہ ہم نہ مانیں اللہ) تعالیٰ (کو اور بنائیں اُس کے مدمقابل)، یعنی ٹھہرائیں اُس کے ہمسر اور شریک۔ دونوں گروپ کے لوگ آپس میں گفت وشنید (اور) ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرانے کے بعد، (دل میں شرمائے جب دیکھ لیا عذاب کو۔ اور ہم نے ڈال دیے طوق اُن کی گردنوں میں جنہوں نے انکار کیا تھا)۔ یعنی تابع اور متبوع۔

مستقبل کو لفظ ماضی کے ساتھ لانا تحقیق وقوع کے جہت سے ہے، اور اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ پر لانا اِس بات پر آگاہ کرتا ہے کہ طوقِ آتشیں اُن کی گردنوں میں کفر کے سبب سے ہوں گے۔ ابتداءً تو اُن کی یہی خواہش رہی ہوگی، کہ اُن کے دِلوں کی ندامت ایک دوسرے پر ظاہر نہ ہو سکے، لیکن جب دونوں ایک دوسرے کی ملامت کرتے کرتے تھک گئے، اور عذابِ الٰہی کو دیکھ لیا کہ دونوں ہی مبتلائے عذاب ہیں اور لعنت کا طوق دونوں ہی کے گردنوں میں ہے، تو اُن کی دِلی کیفیت ایک دوسرے پر ظاہر ہو کے رہی۔

یہ سزا انہیں کے کرتوت کا نتیجہ ہے، تو (نہیں بھگتیں گے مگر جیسی کرنی کرتے تھے)۔۔ الحاصل ۔۔ جیسا اُن کا عمل ہوگا ویسی ہی اس کی سزا ہوگی۔

پھر حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾

اور نہیں بھیجا ہم نے کسی آبادی میں کوئی ڈرسنانے والا، مگر یہ کہ کہنے لگے اُس کے پیٹ بھرے، کہ "ہم جس امر کے ساتھ تم لوگ بھیجے گئے ہو منکر ہیں"● اور کہنے لگے کہ "ہم بڑھے چڑھے ہیں مال واولاد میں۔ اور ہم عذاب نہ دیے جائیں گے"●

(اور) ارشاد فرماتا ہے، کہ (نہیں بھیجا ہم نے کسی آبادی) یعنی کسی گاؤں اور شہر (میں کوئی ڈر سنانے والا) یعنی کوئی پیغمبر، (مگر یہ کہ کہنے لگے اس) آبادی (کے پیٹ بھرے) یعنی مالدار اور متکبر لوگ اُن پیغمبروں کو، (کہ ہم، جس امر کے ساتھ تم لوگ بھیجے گئے ہو) اپنے زعم میں اُس کے کافر اور (منکر ہیں ○ اور) مزید یہ (کہنے لگے کہ ہم بڑھے چڑھے ہیں مال واولاد میں)۔ یعنی ہمارے مال اور فرزند

تم سے زیادہ ہیں۔تو ہم رسالت کا دعویٰ کرنے کی لیاقت تم سے بڑھ کر رکھتے ہیں، (اور ہم عذاب نہ دیے جائیں گے)۔یعنی خدا ہم پر عذاب نہ کرے گا، اس واسطے کہ ہمیں نعمت کے سبب سے بڑا اور بزرگ کیا ہے، تو مصیبت کے سبب سے ذلیل نہ کرے گا۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ

جواب دے دو کہ "بے شک میرا رب کشادہ فرماتا ہے روزی کو جس کے لیے چاہے، اور تنگی بھی ڈالتا ہے"،

وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع

لیکن بہتیرے لوگ نہیں جانتے●

(جواب دے دو، کہ بے شک میرا رب کشادہ فرماتا ہے روزی کو جس کے لیے چاہے) مشرکوں اور گنہگاروں میں سے اپنی مشیت کی رُو سے، اُن کی بڑائی اور بزرگی کی وجہ سے نہیں۔(اور تنگی بھی ڈالتا ہے) جس پر چاہتا ہے اپنی حکمت کی جہت سے، اُس کی ذلت کی رُو سے نہیں۔(لیکن بہتیرے لوگ نہیں جانتے) اور گمان کرتے ہیں کہ مال اور اولاد کی کثرت، شرافت اور بزرگی کے واسطے ہے۔یہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ شاید کہ مہلت دینے اور تھوڑا تھوڑا عذاب سے قریب کرنے کی جہت سے ہو۔۔

چنانچہ۔۔حق تعالیٰ متنبہ۔۔۔

وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ

اور نہیں ہیں تمہارے مال نہ اولاد، جو نزدیک پہنچا سکیں تمہیں ہمارا یہاں کچھ، مگر جو ایمان لایا،

وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ

اور لیاقت کے کام کیے، اُن کے لیے دوگنا ثواب ہے، جو اُنہوں نے عمل کیے، اور وہ بالا خانوں میں ہیں

فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

امن وامان سے●

(اور) باخبر فرماتا ہے کہ (نہیں ہیں تمہارے مال) اور (نہ اولاد جو نزدیک پہنچا سکیں تمہیں ہمارے یہاں) یعنی ہمارے نزدیک (کچھ)، اِس واسطے کہ خدا کی نزدیکی نیک کاموں کے سبب سے ہوتی ہے اور تم کو وہ حاصل نہیں۔تو مال اور اولاد کسی کو حق تعالیٰ سے قریب نہیں کرتے، (مگر جو ایمان

لایااورلیاقت کے کام کیے)۔ایسے کام جو قبولیت کے قابل ہوں،یعنی اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرے اور اولاد کو دین کا علم سکھائے اور صلاحیت میں تربیت کرے،تو (اُن کے لیے دوگنا ثواب ہے)۔یعنی زیادہ پر زیادہ اجر،ایک کے بدلے دس بلکہ زیادہ سات سو تک، بہ سبب اس کے کہ کیں انہوں نے نیکیاں اور (جوانہوں نے) اچھے (عمل کیے،اور) انہیں نیک اعمال کی وجہ سے (وہ) بہشت کے (بالا خانوں میں ہیں امن وامان سے)،اور بے خوف ہیں ناگوار چیزوں اور آفتوں اور سختیوں سے۔

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

اور جو کوشش کریں ہماری آیتوں میں ہرانے کے لیے، وہ عذاب میں دھر لیے جائیں گے●

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ

کہہ دو کہ ”بے شک میرا رب کشادہ فرمائے روزی، جس کے لیے چاہے اپنے بندوں سے، اور تنگی ڈالے جس کے لیے چاہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

اور جو کچھ خیرات کیا تم نے، تو وہ اور دے گا تمہیں۔ اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے“●

(اور جو کوشش کریں ہماری آیتوں میں ہرانے کے لیے)،یعنی قرآنی آیتوں میں اِس گمان سے طعن کریں کہ اِس طرح وہ اِسے نازل کرنے سے ہمیں عاجز کر سکتے ہیں۔۔یا۔۔لوگوں کو اِسے ماننے اور اِس پر ایمان لانے سے باز رکھ سکتے ہیں،تو یہ سب اُن کی خام خیالی ہے۔(وہ) ہم کو کیا عاجز کر سکتے ہیں، بلکہ خود وہی (عذاب میں دھر لیے جائیں گے) اور دوزخ میں حاضر کر دیے جائیں گے۔ اَے محبوب! ربِّ قدیر کی اس شانِ فضل وعدل کو سب پر ظاہر کر دو اور (کہہ دو، کہ بے شک میرا رب کشادہ فرمائے روزی جس کے لیے چاہے اپنے بندوں سے)، کافر ہو یا عاصی، اپنی مشیت کے موافق۔(اور تنگی ڈالے جس کے لیے چاہے) اپنی حکمت کی رُو سے۔(اور جو کچھ خیرات کیا تم نے) راہِ خدا میں، (تو وہ اور دے گا تمہیں) اُس کا عوض دُنیا میں۔۔یا۔۔ذخیرہ رکھتا ہے تمہارے واسطے آخرت میں۔(اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے)۔اُس کے سوا جو کوئی کسی کو کچھ دیتا ہے، وہ روزی پہنچانے میں واسطہ ہے اور رزاقِ حقیقی وہی ہے۔

فرشتوں کے پجاری مشرکین کو یہ گمان تھا، کہ فرشتے خدا کی بارگاہ میں اُن کی سفارش کریں، تو انہیں مشرکوں کو سنانے اور انہیں جھڑکی دینے کے لیے حشر کے دن فرشتوں سے سوال ہوگا۔
اُسی سوال کے تعلق سے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ

اور جس دن کہ اٹھائے گا اِن سب کو، پھر فرمائے گا فرشتوں کو کہ "کیا یہی تمہیں

كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾

معبود جانتے تھے؟"●

(اور) اپنے محبوب کو یاددہانی کراتا ہے، کہ اَے محبوب! یاد کرو اُس دن کو (جس دن کہ اُٹھائے گا) تمہارا رب (ان سب کو، پھر فرمائے گا فرشتوں کو، کہ کیا یہی تمہیں معبود جانتے تھے)۔

اس سوال میں حکمت یہ ہے کہ فرشتوں کی اپنے حق میں شفاعت سے مشرکین کی امید منقطع ہوجائے اوران پران کی خام خیالی واضح ہوجائے۔

اِس سوال کے جواب میں۔۔۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ

انہوں نے عرض کیا کہ "پاکی ہے تیری، تُو ہمارا دوست ہے، نہ کہ یہ لوگ۔ بلکہ یہ پوجا کرتے تھے شیطانوں کو۔

اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

اُن کے بہتیرے اُنہیں کے ماننے والے ہیں"●

(اُنہوں نے عرض کیا، کہ پاکی ہے تیری) اس بات سے کہ تیرے غیر کو پوجیں۔ (تُو ہمارا دوست ہے نہ کہ یہ لوگ)۔ یعنی تُو ہی ہمارا خداوند ہے اور ہمارا معبود ہے، اور ہم خود اپنے کو تیری عبادت میں کمی کرنے والا جانتے ہیں، تو اپنا معبود ہونا ہم کس وجہ سے روا رکھیں گے؟

۔۔یا یہ کہ۔۔

تُو ہی ہے ہمارا دوست ان کے سوا، یعنی ہمارے اور ان کے درمیان کچھ دوستی نہیں۔ اور حاشا ہم نے اپنی پرستش کی اُن کو اجازت نہیں دی۔ (بلکہ یہ پوجا کرتے تھے شیطانوں کو)۔ یعنی شیاطینِ جن کی فرمانبرداری کرتے تھے باطل معبودوں کی پرستش میں۔

۔۔یا یہ کہ۔۔

جن انواع واقسام کی صورتیں پکڑ کر ان پر ظاہر ہوتے تھے، اور اُن کے خیال میں ڈالتے کہ ہم فرشتے ہیں۔۔الحاصل۔۔(اُن کے بہتیرے انہیں کے ماننے والے ہیں) یعنی انہیں جنوں پر ایمان

رکھتے ہیں اور اُنہیں کی پیروی کرتے ہیں۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

تو آج نہیں اختیار ہوگا تم میں سے کسی کو، کسی کے نفع کا نہ نقصان کا۔ اور ہم کہیں گے اُنہیں

ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

جنہوں نے اندھیر مچایا تھا کہ "چکھو جہنم کا عذاب، جس کو تم جھٹلاتے تھے" ●

(تو آج) کہ بالکل حکم خدا ہی کے واسطے ہے۔ **(نہیں اختیار ہوگا تم میں سے کسی کو کسی کے نفع کا نہ نقصان کا)**۔ یعنی کسی معبودِ باطل کو اپنی پرستش کرنے والے کے واسطے نہ فائدہ پہنچانے کی قوت ہے، نہ نقصان دُور کرنے کی طاقت۔ **(اور ہم کہیں گے انہیں جنہوں نے اندھیر مچایا تھا)** اپنی جان پر بے محل عبادت کر کے، **(کہ چکھو)** اسی **(جہنم)** کی آگ **(کا عذاب جس کو تم جھٹلاتے تھے)**۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں اُن پر ہماری آیتیں صاف صاف، بول پڑے کہ "نہیں ہیں یہ، مگر ایک شخص، چاہتے ہیں کہ

اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ

روک دیں تمہیں اس سے، جو پوجا پاٹ کرتے تھے تمہارے باپ دادا۔" اور بولے کہ "نہیں ہے یہ، مگر گڑھا ہوا بہتان۔"

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾

اور کہہ دیا کافروں نے حق کو، جب آ گیا اُن کے پاس کہ "نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو" ●

(اور) وہ یوں بھی اندھیر مچاتے، کہ **(جب تلاوت کی جاتی ہیں اُن پر ہماری)** کتاب قرآنِ کریم کی **(آیتیں)** جو **(صاف صاف)** واضح المراد ہیں، تو یہ خاموش نہ رہ سکے اور **(بول پڑے کہ نہیں ہیں یہ)**، یعنی محمد ﷺ جو قرآن پڑھتے ہیں **(مگر ایک شخص)**، جو **(چاہتے ہیں کہ روک دیں تمہیں اُس سے جو پوجا پاٹ کرتے تھے تمہارے باپ دادا)**۔۔ المختصر۔۔ اُن کا مدعا یہ ہے کہ تم کو بت پرستی سے باز رکھیں، اور جو نیا آئین انہوں نے بنایا ہے اُس پر لائیں اور لوگوں کو اپنا تابع بنائیں۔ **(اور بولے کہ نہیں ہے یہ)** کلام جو یہ شخص پڑھتا ہے، یعنی قرآنِ کریم **(مگر گڑھا ہوا بہتان)** جسے خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ **(اور کہہ دیا)** کفارِ مکہ میں سے ان **(کافروں نے)** جو ایمان نہ لائے سچے پیغمبر پر، **(حق**

کو) یعنی قرآن کریم کو، (جب آ گیا ان کے پاس، کہ نہیں ہے یہ، مگر کھلا جادو)۔اور یہ لوگ یہ بات کہاں سے کہتے ہیں؟۔۔۔

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ

اور نہیں دی تھیں ہم نے اُنہیں کچھ کتابیں جسے پڑھتے ہوں، اور نہ ہی بھیجا تھا ہم نے اُن کی طرف تم سے

قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾

پہلے کوئی ڈرسنانے والا●

(اور) حال یہ ہے کہ (نہیں دی تھیں ہم نے انہیں کچھ کتابیں جسے پڑھتے ہوں) اور اس میں قرآن کے باطل ہونے کی دلیل ہو۔یعنی جو کتابیں اُن پر اُتاری گئیں اُن میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے، کہ قرآنِ کریم گڑھی ہوئی کتاب ہے۔(اور نہ ہی بھیجا تھا ہم نے ان کی طرف تم سے پہلے) فترت کے زمانے میں (کوئی ڈرسنانے والا)۔یعنی کوئی پیغمبر جو انہیں حق کی طرف دعوت کرے اور اس کی تکذیب پر ڈرائے۔

اس وقت یہ کہا کرتے تھے، کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی۔۔یا۔۔ہم میں کوئی اللہ کا رسول آتا، تو ہم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور اطاعت شعار ہوتے۔لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ دیرینہ آرزو پوری کی، تو وہ اس کتاب اور اس رسول کا اِنکار کرنے لگے اور ان کی تکذیب کرنے لگے۔اِن سے پہلی امتوں کا انجام اِن کے سامنے ہے اُن پر جو عذاب نازل ہوا تھا۔پچھلی امتیں قوت، طاقت، مال ومتاع اور دُنیاوی اسباب ان سے زیادہ رکھتے تھے، یہ تو ابھی اُس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔اُنہوں نے بھی میرے رسولوں کی تکذیب کی، لیکن جب اِن لوگوں پر میرا عذاب نازل ہوا، تو ان سے میرے عذاب کو نہ اُن کا مال ومتاع دُور کر سکا نہ اُن کی اولاد، اور نہ اُن کی رشتہ داریاں کسی کام آسکیں۔

۔۔چنانچہ۔۔فرمانِ الٰہی۔۔۔

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ

اور جھٹلایا تھا جو اِن سے پہلے تھے۔اور یہ نہیں پہنچے دسواں حصہ اُس کا جو دیا تھا ہم نے اُنہیں، پھر جھٹلا دیا

فَكَذَّبُوْا رُسُلِیْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۵﴾

میرے رسولوں کو۔۔اور کیسی ہوئی ناگواری میری●

(اور) ارشادِ خداوندی ہے، کہ (جھٹلایا تھا) انبیاء کو اُن لوگوں نے (جو اِن سے پہلے تھے)، (اور) حال (یہ) ہے کہ اہلِ مکہ (نہیں پہنچے دسواں حصہ اُس کا جو دیا تھا ہم نے انہیں)، یعنی بڑی قوت اور لمبی عمر اور مال بکثرت۔

--یا یہ--معنی، کہ---

اَے ہمارے حبیب! تمہارے زمانے کے کافروں کے واسطے جو دلیلیں اور ہدایت کے اسباب ہم نے ظاہر کیے، اگلے کافروں کے لیے اِس کا دسواں حصّہ بھی نہ تھا۔ (پھر جھٹلا دیا) اگلے کافروں نے (میرے رسولوں کو اور) پھر اُن کی تکذیب پر (کیسی ہوئی) اُن پر (ناگواری میری)۔ یعنی اُن کو میرا ناپسند کرنا اور اُن پر عذاب کرنا۔ تو چاہیے کہ تمہاری قوم کے لوگ بھی ایسے حالات سے ڈریں۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى

کہہ دو کہ "میں نصیحت کرتا ہوں تمہیں ایک بات کی، کہ کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لیے دو دو، اور الگ الگ،

ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ

پھر سوچو۔۔۔کہ تمہارے پاس آنے والے میں کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ نہیں ہیں مگر ڈر سنانے والے تمہیں،

بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ﴿۴۶﴾

سخت عذاب سے آگے"●

اَے محبوب! (کہہ دو، کہ میں نصیحت کرتا ہوں تمہیں ایک بات کی) اور وہ بات یہ ہے، (کہ کھڑے ہو جاؤ) پیغمبر کی مجلس سے (اللہ) تعالیٰ کی رضا (کے لیے دو دو)، تا کہ ایک دوسرے سے مشورہ کرسکو، (اور الگ الگ)، تا کہ از دحام سے تمہارا دِل تشویش میں مبتلا نہ ہو جائے، اور تم کوئی فیصلہ نہ کرسکو، (پھر سوچو) اور تفکر کرو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے امر میں۔ ابتدائے حال سے اب تک کے اُن کے اطوار یاد کرو، تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے (کہ تمہارے پاس آنے والے میں کوئی جنون نہیں ہے)، کہ جس کے باعث انہوں نے رسالت کا دعویٰ کیا ہو۔ بلکہ تم پہچان لوگے اُن کا کمالِ عقل اور اُن کی بات سچ ہونے میں کافی ہے۔ اور (وہ نہیں ہیں مگر ڈر سنانے والے تمہیں سخت عذاب سے) آخرت

کے، جو (آگے) آنے والا ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ

کہہ دو کہ "جو میں نے مانگا ہو تم سے کوئی اجر، تو وہ تمہیں رکھ لو۔ نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ پر۔

وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۴۷

اور وہ ہر چیز پر نگراں ہے"●

(کہہ دو، کہ جو میں نے مانگا ہو تم سے کوئی اجر، تو وہ تمہیں رکھ لو)۔ اِس سے سوال کی نفی مراد ہے، یعنی کچھ بدلا میں نہیں چاہتا۔ (نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ) تعالیٰ (پر، اور وہ ہر چیز پر نگراں ہے)۔ یعنی وہ ہر چیز کا عالم ہے، غیب اور شہادت اور ظاہر اور باطن ہر چیز پر مطلع ہے۔ وہ میرے صدق اور خلوصِ نیت کو جانتا ہے۔

اِس میں یہ اشارہ ہے، کہ جو شخص مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دے، اُس کی یہ دعوت خالص اللہ کے لیے ہونی چاہیے، اور اُس میں دُنیا کی کسی چیز کی طمع نہ ہونی چاہیے۔

اَے محبوب! جو اِس بات کو بعید سمجھتے ہیں، کہ اُن میں سے کسی شخص کو رسول بنالیا جائے، اُن سے ۔۔۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۴۸

کہو کہ "بے شک میرا رب ڈالتا ہے دِل میں حق۔" غیبوں کا بڑا جاننے والا●

(کہو، کہ بے شک میرا رب) جس کو نبوت کے لیے منتخب فرمالیتا ہے، (ڈالتا ہے) اور اِلقاء فرماتا ہے اُس کے (دل میں حق)۔ یعنی اُس کے دل پر وحی نازل فرماتا ہے اور وہ آسمانوں اور زمینوں میں جو چیز بھی غائب ہو اُن کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اور اُس کی مخلوق میں جو تغیرات ہوتے رہتے ہیں، وہ ان تمام تغیرات کو بھی جاننے والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کو جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ کسی کی صلاحیت ولیاقت اور استعداد اُس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ (غیبوں کا بڑا جاننے والا) ہے۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝۴۹

کہہ دو کہ "حق آگیا، اور باطل کا نہ اِدھر سرا، نہ اُدھر"●

اَے محبوب! (کہہ دو، کہ حق آ گیا) یعنی آ گئی صحیح اور درست بات، یعنی قرآن۔۔یا۔۔اسلام ۔۔یا۔۔پیغمبر کا مبعوث ہونا۔ (اور باطل کا نہ اِدھر سرا نہ اُدھر)۔یعنی ابلیس اور بت، نہ تو ابتداء میں کسی کو پیدا کر سکیں اور نہ ہی دوبارہ کسی کو زندہ کر سکیں۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ

کہہ دو کہ "اگر میں گمراہ ہوتا، تو بھکتا اپنے بُرے کو۔اور اگر میں ہدایت پر ہوں،

فَبِمَا يُوْحِىْٓ اِلَىَّ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾

تو اُس کے سبب جو وحی فرماتا ہے میرے پاس میرا رب، بے شک وہ سننے والا نزدیک ہے"●

اَے محبوب! (کہہ دو، کہ اگر میں گمراہ ہوتا) جیسا کہ اَے لوگو! تم میرے تعلق سے گمان کرتے ہو، (تو بھکتا اپنے بُرے کو) اور اُس کا وبال مجھی پر ہوتا۔ (اور اگر میں ہدایت پر ہوں، تو اُس کے سبب جو وحی فرماتا ہے میرے پاس میرا رب)۔اس واسطے کہ ہدایت کی توفیق اُس کی عنایت کے ساتھ بندھی ہے۔ (بے شک وہ سننے والا) ہے بندوں کی دُعا کو اور (نزدیک ہے) آرزومندوں کی امید سے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٥١﴾

اور کہیں دیکھو جب گھبراہٹ میں پڑے وہ کافر، تو کہیں بچاؤ نہیں۔اور پکڑ لیے گئے نزدیک جگہ سے●

(اور) اَے محبوب! کاش (کہیں) وہ وقت (دیکھو، جب گھبراہٹ میں پڑے) ہوں (وہ کافر)۔یعنی جب ڈریں گے موت کے قریب۔۔یا۔۔دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے وقت۔۔یا۔۔جنگِ بدر کے دن، تو دیکھو گے عجیب امر ہولناک۔۔الختصر۔۔اَے محبوب! اگر آپ اُس وقت ان کو دیکھ لیتے، تو آپ بہت ہولناک اور وحشت ناک امر دیکھتے۔ (تو کہیں بچاؤ نہیں)۔نہ بھاگنے سے کام چلنے والا، اور نہ ہی کسی قلعہ میں پناہ لینے کی صورت۔۔الغرض۔۔کچھ بھی عذاب اُن سے فوت نہ ہوگا۔ (اور پکڑ لیے گئے نزدیک جگہ سے)، یعنی زمیں کے اوپر سے۔۔یا۔۔زمین کے نیچے دھنسا دیے جائیں گے۔۔یا۔۔موقف سے دوزخ میں ڈھکیل دیے جائیں گے۔۔یا۔۔میدانِ بدر سے کنویں میں جھونک دیے جائیں گے۔بہر حال یہ جس جگہ بھی ہوں اللہ کے اعتبار سے قریب ہیں، اور اُس کی گرفت اور پکڑ سے باہر نہیں۔ ان کافروں نے جب حشر کے دن آخرت کا عذاب دیکھا، تو سخت گھبراہٹ میں پڑ گئے۔۔۔

وَقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۟ۙ

اور بولنے لگے کہ "ہم مان گئے اِس کو،" اور کہاں اُنہیں کچھ پانا، دُور جگہ پہنچ کر●

(اور بولنے لگے، کہ ہم مان گئے اس) قرآن (کو)، اور خدا اور رسول کو، اور حشر کے دن کو۔ ہمیں پھر بھیجو دُنیا میں، تا کہ ہم وہاں نیک اعمال انجام دے کر اپنے کو نجات کا مستحق بنالیں۔ حالانکہ تکلیف ایمان کی جگہ دُنیا تھی وہاں ایمان لانا تھا، (اور) اب آخرت میں ایمان لانے سے (کہاں انہیں کچھ پانا) اور کچھ حاصل ہونا ہے۔ اور وہ بھی اتنی (دُور جگہ پہنچ کر)۔ وہ دُور کی جگہ عالَمِ آخرت ہے، اور ظاہر ہے کہ آخرت کے مشاہدہ ہوتے اُسے ایمان کچھ نفع نہ کرے گا۔ ایسی صورت میں ان کا باایمان ہونا کہاں سے انہیں حاصل ہوگا؟

وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۟

حالانکہ بلاشبہ انکار کر دیا تھا اس کا پہلے۔ اور غیب کی اُڑاتے پھرتے ہیں، دُور ہی دُور سے●

(حالانکہ بلاشبہ اِنکار کر دیا تھا اِس کا پہلے) جبکہ وہ تعمیلِ حکم کی جگہ میں تھے۔ جہاں انہیں خدا و رسول کو ماننا تھا اور آخرت پر ایمان لانا تھا۔ وہاں ان کی یہ حالت (اور) روش دیکھی گئی، کہ (غیب کی اڑاتے پھرتے ہیں)۔ اپنے گمان کی بنیاد پر پوشیدگی میں مہمل باتیں کرتے ہیں، اور قرآن اور رسول پر طعن کرتے ہیں، اور بہت دُور کی کوڑی لاتے ہیں، (دُور ہی دُور سے) جس کو وہ بھی نہیں سمجھ پاتے کہ کیا کہتے ہیں؟

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ

اور آڑ ڈال دی گئی اِن کے درمیان، اور جو وہ چاہتے ہیں اُس کے درمیان، جیسا کیا جا چکا ہے اِن کے شیعوں سے پہلے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۟ع

بے شک وہ تھے شک میں پڑے ہوئے●

(اور آڑ ڈال دی گئی اُن کے درمیان اور جو وہ چاہتے ہیں اُس کے درمیان)، یعنی اُن کی خواہش پوری نہیں کی گئی۔ اور اُن کی اُس آرزو کو مسترد کر دیا گیا، کہ اُن کو دُنیا میں پھر بھیجا جائے اور ان کا ایمان قبول کر لیا جائے، (جیسا کیا جا چکا ان کے شیعوں سے پہلے)، یعنی عقائد و نظریات میں اُن کے

ع ٦ ٩ ١٢

مشابہ اوراُن کے ہم عقیدہ ہم مسلک گروہوں سے جوسلوک پہلے زمانے میں کیا جاچکا ہے، کہ کسی سے بھی اُن کا ایمانِ یاس قبول نہیں کیا گیا۔(بے شک وہ) لوگ (تھے) رسولوں، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے، اور جنت اور جہنم کے متعلق سخت (شک میں پڑے ہوئے)۔

اِس آخری آیت کا یہ بھی معنی ہوسکتا ہے، کہ۔۔۔

دُنیا میں جب کافروں کا کام شک ہی شک تھا، تو پھر آخرت میں انہیں یقین کیا فائدہ دے گا۔ اس لیے کہ دُنیا جو دارِ تکلیف تھی، سے نکل کر دارِ آخرت میں چلے گئے، وہاں عذاب کو دیکھ کر اظہارِ ایمان کریں گے، تو انہیں وہ اظہارِ ایمان کوئی فائدہ نہ دے گا، اگر چہ وہ اُس وقت یقین سے کہیں گے۔

بحمدہٖ سبحانہٗ وبعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ عزوجل، آج بتاریخ

۸ رربیع النور شریف ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔یکم فروری ۲۰۱۲ء

بروز چہار شنبہ، سورۂ سبا کی تفسیر مکمل ہوگئی۔دُعا گوہوں کہ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظتِ خاص میں رکھے۔

آمِیْن یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ

بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

سَیِّدِنَا مُحَمَّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۹ رربیع النور شریف ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲ رفروری ۲۰۱۲ء

بروز پنج شنبہ، سورۂ فاطر کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔دُعا گوہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت عطا فرمائے، اور فکر وقلم کو لغزشوں سے بچاتا رہے۔

آمِیْن یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ

بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

سَیِّدِنَا مُحَمَّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سُوْرَةُ فَاطِر ۳۵ مَكِّيَّة ۴۳ | اٰیَاتُھَا ۴۵ رُکُوْعَاتُھَا ۵

سورۂ فاطر۔۔۳۵ مکیہ ۴۳ آیاتہا ۴۵۔۔رکوعاتہا ۵

سُوْرَةُ فَاطِرٍ

اِس سورہ کا نام 'سورۂ فاطر' اور 'سورۂ ملائکہ' ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس سورت کی پہلی آیت میں 'فاطر' اور 'ملائکہ' کے الفاظ ہیں، اور اس آیت میں ملائکہ کی صفات کا بھی ذکر ہے۔ سورۂ سبا میں جنات کی الوہیت کا بطلان بتایا گیا تھا، اور اس سورت میں ملائکہ کی الوہیت کا بطلان بتایا گیا ہے۔ اِس سورۂ مبارکہ میں تقریباً وہی مضامین بیان کیے گئے ہیں، جو عموماً مکی سورتوں میں بیان کیے جاتے ہیں۔ ایسی ہدایت آفریں، چشم کشا اور بصیرت افروز سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو اپنے تمام بندوں پر (بڑا) ہی (مہربان) ہے اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ

ساری خوبیاں اللہ کی، بنانے والا آسمانوں اور زمین کا، کردینے والا فرشتوں کو قاصد،

اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ

پَر والے، دو دو، تین تین، چار چار۔ وہ بڑھائے آفرینش میں جو چاہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

بے شک اللہ، ہر چاہے پر قدرت والا ہے●

تمام لائق و فائق اور شایانِ شان حمد و ثنا اور (ساری خوبیاں اللہ) تعالیٰ (کی) جو کائنات کی تمام خوبیوں، اور ان خوبیوں والوں کو پیدا فرمانے والا ہے، اور بلا مثال و نظیر بالکل نیا (بنانے والا) ہے (آسمانوں اور زمین کا)، اور (کردینے والا) ہے (فرشتوں کو قاصد)، یعنی انہیں رسالت کے ساتھ انبیاء کے پاس بھیجتا ہے۔

اور بعضے کہتے ہیں، کہ اللہ کی رسالتیں پیغمبروں کے پاس پہنچاتے ہیں وحی کے سبب سے،

اوراولیاء کے پاس الہام کرکے، اور مؤمنوں کو سچے خوابوں کے ساتھ۔ پھرحق تعالیٰ فرشتوں کی صفت بیان فرماتا ہے، کہ۔۔۔

یہ(پَر والے) ہوتے ہیں جن کے **(دودو)** یا **(تین تین)** یا **(چار چار)** پَر ہوتے ہیں آرائش کے لیے۔

اِس سے اُن عددوں کی خصوصیت اور زیادہ کی نفی مقصودنہیں، اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو بازو ہیں۔

(وہ) قادرِ مطلق (بڑھائے آفرینش میں جو چاہے)۔تو وہ فرشتوں کے بازو کو بھی چار سے زیادہ کرسکتا ہے۔

راجح قول یہ ہے، کہ یہاں 'خلق' سے مرادآدمی ہیں اوراُن میں زیادتی۔۔یا۔۔عقلی ہوتی ہے، جیسے فصاحت، علم اور کرم۔۔یا۔۔جسمی ہوتی ہے، جیسے خوبصورتی، ملاحت، بڑی آنکھیں۔ بعضوں نے کہا اچھا خط مراد ہے۔۔یا۔۔مخلوق کے دِل میں محبت مراد ہے۔ بعض عارفین کا کہنا ہے کہ عالی ہمتی۔۔یا۔۔تقدیر پرراضی ہونا۔۔یا۔۔مرتبہ قرب کا شوق مقصود ہے۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ اشراف میں خاکساری، اوراغنیاء میں سخاوت، اورفقیروں میں عفت، اورمؤمنوں میں سچائی، اورمحبوں میں شوق مقصود ہے۔

(بے شک اللہ) تعالیٰ فرشتوں کورسول کرنے اورخلق میں زیادتی کرنے۔۔المختصر۔۔**(ہر چاہے پرقدرت والا ہے)**۔۔چنانچہ۔۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِكْ

جو کچھ کھول دے اللہ لوگوں کے لیے کوئی رحمت، تو کوئی روکنے والانہیں ہے اُس کا۔ اور جو کچھ روک دے،

فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ②

تو نہیں ہے کوئی چھوڑنے والا اُس کا اُس کے بعد۔ اوروہی عزت والاحکمت والا ہے●

(جو کچھ کھول دے اللہ) تعالیٰ **(لوگوں کے لیے کوئی رحمت)**، جیسے نعمت، عافیت، صحت، علم اورتوبہ وغیرہ۔ **(تو کوئی روکنے والانہیں ہے اُس کا)**۔یعنی خداجس کے ساتھ جوکرنا چاہے، توکسی میں دم نہیں، کہ اُس کو نہ کرنے دے۔ خداجو چاہے گا کرے گا۔ **(اور)** یوں ہی **(جو کچھ روک دے)** اپنی بخشش کے آثار، **(تو نہیں ہے کوئی چھوڑنے والا اُس کا)**۔یعنی ایسا نہیں ہے کہ اگر خدااپنی نعمتوں کا

رخ کسی کی طرف سے پھیر دے، تو کوئی اُن نعمتوں کو اُس تک پہنچادے اور اُسے بھیج دے (اس کے بعد)، یعنی نعمتوں کو پھیر لینے کے بعد۔ (اور وہی عزت والا) غالب ہے پھیر لینے میں، اور (حکمت والا ہے) یعنی پکا کام کرنے والا ہے بھیجنے میں۔ ایسے عزیز وحکیم کی نعمتوں کو فراموش کردینا کہاں کی دانائی ہے؟۔۔تو۔۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

اَے لوگو! یاد کرو اللہ کی نعمت کو اپنے اوپر۔" کیا کوئی پیدا کرنے والا ہے اللہ کا بیگانہ،

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾

کہ روزی دے تمہیں آسمان اور زمین سے؟" نہیں ہے کوئی معبود سوا اُس کے۔ تو تم کہاں اوندھائے جارہے ہو؟●

(اَے لوگو! یاد کرو اللہ) تعالیٰ (کی نعمت کو اپنے اوپر) جیسے رسولوں کو بھیجنا اور روزی پہنچانا، وغیرہ وغیرہ۔ ذرا سوچو، کہ (کیا کوئی پیدا کرنے والا ہے اللہ) تعالیٰ (کا بیگانہ)، یعنی اُس کے سوا جو (کہ روزی دے تمہیں آسمان) سے مینھ برسا کر، (اور زمین سے) درخت اُگا کر۔ بے شک (نہیں ہے کوئی معبود) لائقِ عبادت (سوا اُس کے) جو شانِ الوہیت رکھنے والا ہے۔ (تو تم کہاں اوندھائے جا رہے ہو)، یعنی پھر کہاں پھیرے جاتے ہو راہِ توحید سے، اور راہِ مستقیم سے ہٹ کر بھٹکتے پھر رہے ہو؟

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾

اور اگر یہ لوگ جھٹلائیں تمہیں، تو بے شک جھٹلائے گئے رسول تم سے پہلے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے سارے کام●

(اور) اَے محبوب! (اگر یہ) مکہ کے (لوگ جھٹلائیں تمہیں، تو) یہ قوم کا اپنے پیغمبروں کی تکذیب کرنا کوئی نئی بات نہیں، کیونکہ (بے شک جھٹلائے گئے رسول) جو (تم سے پہلے) مبعوث کیے گئے۔ تو اُن پیغمبروں نے صبر سے کام لیا، تم بھی ان کی طرح صبر کرو (اور) ذہن نشین رکھو! کہ (اللہ) تعالیٰ (ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے سارے کام)۔ تو حق تعالیٰ تم کو صبر کی جزا، اور اُن کو تکذیب کی سزا دے گا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ

اَے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے، تو نہ دھوکا دے تمہیں دُنیاوی زندگی۔۔

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

اور نہ دھوکہ دے تمہیں اللہ کی طرف بڑا دھوکے باز شیطان●

(اَے لوگو) کسی خام خیالی میں نہ رہو اور اچھی طرح جان لو! کہ (بے شک اللہ) تعالیٰ (کا وعدہ) حشر اور جزا کے باب میں (ٹھیک ہے)، سچ ہے، حق وصحیح ہے، اور اُس میں خلاف نہیں۔ (تو نہ دھوکا دے تمہیں دُنیاوی زندگی) کہ آخرت کو بھول جاؤ، (اور نہ دھوکا دے تمہیں اللہ) تعالیٰ (کی طرف بڑا دھوکے باز شیطان)۔

یعنی شیطان تم کو اللہ کے تعلق سے دھوکے میں نہ رکھے، اور اُس کے کرم کی امید دلا کے تم سے اُس کی نافرمانی کراتا رہے۔ اور گناہ پر اصرار کے ساتھ مغفرت کی آرزو تمہارے دِل میں ڈالے۔ اور اگرچہ یہ بات ممکن ہے، مگر ایسی بات ہے جیسے کوئی زہر کھائے اِس امید پر کہ طبیعت دفع کردے گی۔۔ یا۔۔طبیب سنبھال لے گا۔

بزرگوں نے فرمایا ہے، کہ ابلیس کے فریبوں میں ایک فریب توبہ میں تسویف ہے، یعنی ٹالنا اور بار بار یہ کہنا کہ ابھی کرلوں گا، تو ابلیس بندہ کی توبہ کو تاخیر میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے، کہ فرصت باقی ہے، نقد عیش وعشرت ہاتھ سے نہ کھو۔ عاقل کو چاہیے کہ یہ فریب کھا کے راہ سے نہ پھرے۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، تو اُس کو بنائے رکھو دشمن۔ وہ اِسی لیے بلاتا ہے

لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ۝

اپنی جمعیت کو کہ "سب ہوجائیں جہنمیوں سے"●

(بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے) اُس کی عداوت تمہارے ساتھ قدیمی اور میراثی ہے، (تو اُس کو) بھی (بنائے رکھو) اپنا (دشمن) اور اُس سے بچتے رہو، اور اُس کی آرزو کی پیروی نہ کرو، اور اپنے نفس کی خواہش کے تابع نہ ہو، اور جو کچھ کرو چاہیے کہ وہ شرع کے موافق اور طبع کے مخالف ہو۔ (وہ اِسی لیے بُلاتا ہے اپنی جمعیت کو) خواہش کی اتباع اور دُنیا کی رغبت کی طرف، تا (کہ سب ہوجائیں) آخرت میں اُس کے ساتھ (جہنمیوں سے)۔ یاد رکھو! کہ۔۔۔

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَہُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ڛ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جنہوں نے کفر کیا، اُن کے لیے سخت عذاب ہے۔۔اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے،

لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ۧ

اُن کے لیے بخشش ہے، اور بڑا اجر ہے●

(جنہوں نے کفر کیا) اور شیطان کا کہا مانا، (اُن کے لیے) آخرت میں (سخت عذاب ہے۔ اور جو ایمان لائے) اور شیطان کے ساتھ مخالفت کی، (اور اچھے) خالص، پاکیزہ (کام کیے اُن کے لیے بخشش ہے) اُن کے رب کے پاس سے، (اور بڑا اجر ہے) بہشت میں ثوابوں کا۔

ع۱۴

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ

تو کیا وہ بھی اُس کا مستحق ہے، جس کی بداعمالی اُس کی آنکھ میں بھلی کر دی گئی، چنانچہ سمجھنے لگا اُسے اچھا، تو بلاشبہ اللہ،

مَنْ یَّشَآءُ وَیَہْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۫ۖ فَلَا تَذْہَبْ نَفْسُکَ عَلَیْہِمْ

بے راہ رکھے جسے چاہے اور راہ دے جسے چاہے۔تو نہ جائے تمہاری جان اُن لوگوں پر

حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝۸

افسوس کرنے میں۔۔بے شک اللہ جاننے والا ہے جو یہ لوگ کریں●

(تو کیا وہ بھی اُس کا مستحق ہے جس کی بداعمالی اُس کی آنکھ میں بھلی کر دی گئی۔۔چنانچہ۔۔سمجھنے لگا اُسے اچھا)۔تو کیا ایسا شخص اُس شخص کے مثل ہے، جو اچھے کو بُرے سے تمیز کرتا ہے؟ اور ہر ایک کو اُس صفت پر دیکھتا ہے جو واقع میں ہے۔

جن بداعمالوں اور گمراہوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، انہیں میں ابو جہل اور عاص بن وائل ہے، جن کا بُرا کام شرک اور تکذیب ہے۔ اِس سے یہود و نصاریٰ بھی مراد ہو سکتے ہیں، جن کا کام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عناد اور جھگڑا رہا۔ ممکن ہے کہ اُس سے مراد خارجی اور رافضی ہوں، جن کا بُرا کام باطل تاویلیں ہیں۔

(تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (بے راہ رکھے جسے چاہے اور راہ دے جسے چاہے، تو) اَے محبوب! (نہ جائے تمہاری جان اُن لوگوں پر افسوس کرنے میں)۔۔الغرض۔۔آپ کا دِل اُن پر حسرت زدہ نہ ہو۔ یعنی اُن کی گمراہی پر آپ جو تاسف کرتے ہیں اور تحسر کا مظاہرہ فرماتے ہیں، آپ اُس کے مکلف نہیں۔ تو

آپ تاسف نہ فرمائیں، اوراُن کے کاموں کے پیچھے اپنے جی کو مشقت میں نہ ڈالیں۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (جاننے والا ہے جو یہ لوگ کریں)، تو وہ اُن کے کاموں پر اُن کو جزا دے گا۔

۔۔الختصر۔۔اَے محبوب! اُن کافروں کے کفر پر ڈٹے رہنے اور شرک پر جمے رہنے سے، آپ کو جو غم ہو رہا ہے اُس غم سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب انہوں نے کفر کو اختیار کرلیا، تو اللہ تعالیٰ نے اُن میں گمراہی کو پیدا کردیا۔ اگر یہ ہدایت کو قبول نہیں کرتے، تو آپ اس پر افسوس نہ کریں، کیونکہ ہدایت کا پیدا کرنا اللہ کا کام ہے، آپ کا فریضہ نہیں ہے۔ اور نہ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔

اب آگے حق تعالیٰ بنجر زمین کی زرخیزی سے حشر ونشر پر استدلال فرما رہا ہے۔۔۔

وَاللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ

اور اللہ ہے جس نے بھیجا ہواؤں کو، تو وہ اٹھاتی ہیں بادل کو، پھر ہم لے گئے اُسے مُردہ زمین والے شہر کی طرف،

فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾

پھر زندگی دی اُس سے زمین کو اُس کے مرچکنے کے بعد۔ اِسی طرح قیامت میں اٹھنا ہے●

(اور) فرماتا ہے، کہ (اللہ) تعالیٰ (ہے جس نے بھیجا ہواؤں کو، تو وہ اُٹھاتی ہیں بادل کو، پھر) یہ ہمارا ہی کام ہے، کہ (ہم لے گئے اُسے مردہ زمین والے شہر کی طرف)، اُس کی افسردگی ختم کر کے اُسے زندہ کرنے کے لیے۔ (پھر زندگی دی اس) پانی کے سبب (سے) جو ابَر سے برساتھا بنجر (زمین کو اُس کے مرچکنے) اور افسردہ ہوجانے (کے بعد)۔ (اِسی طرح) زندہ ہوکر (قیامت میں اُٹھنا ہے)۔ یعنی مَری ہوئی چیزوں کو جلانا اور مردوں کو قبروں سے اُٹھانا، دونوں اُس کی قدرت میں یکساں ہیں۔

تو جس طرح تم اُس ویران زمین کو آباد کرنے کے منکر نہیں ہوسکتے، ایسے ہی قبور سے زندہ اٹھنے کے بھی منکر نہ بنو۔ مشرکین بھی اپنی عجیب ذہنیت کا مظاہرہ کرتے تھے اور بت پرست ہونے پر اپنے کو معزز سمجھتے تھے، اور منافقین بھی جو مشرکین کی طرف سے معزز سمجھے جاتے تھے، اور حقیقت یہ ہے کہ کافر جس کو عزت سمجھتے ہیں وہ مصنوعی عزت ہے، جو درحقیقت ذِلت ہے۔ اس لیے کہ حقیقی عزت وہ ہے جو دائمی اور باقی رہنے والی ہے۔ اور یہ کافروں کو نصیب نہیں۔۔ چنانچہ۔۔حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کہ۔۔۔

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِيۡعًا ؕ اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ

جو چاہتا ہو عزت، تو اللہ ہی کے لیے ہے ساری عزت۔ اُسی کی طرف چڑھیں پاکیزہ کلمے،

الطَّيِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيۡنَ يَمۡكُرُوۡنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمۡ

اور نیک کام کو وہ بلندی دیتا ہے۔ اور جو چال کریں بُرائیوں کی، اُن کے لیے

عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَمَكۡرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوۡرُ ۝۱۰

سخت عذاب ہے۔ اور ان سب کی چال ملیامیٹ ہو جائے گی●

(جو چاہتا ہو عزت، تو) وہ اچھی طرح سمجھ لے، کہ **(اللہ)** تعالیٰ **(ہی کے لیے ہے ساری عزت)**۔ وہ دُنیوی عزت ہو۔۔یا۔۔اُخروی، کیونکہ اُس کے سوا کوئی اُس کا مالک نہیں۔ اُسی سے طاعت وعبادت اور تقویٰ سے عزت طلب کی جائے۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے، کہ ”عزت اللہ ورسول اور اہلِ ایمان کے لیے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عزت بحیثیت الٰہیت اور ربوبیت کے ہے، اور بحیثیت عطا اور منت اور فضل کے رسول کریم اور اہلِ ایمان کو ہے۔۔الحاصل۔۔اللہ تعالیٰ کی عزت سے رسول اور اہلِ ایمان معزز ہیں، بوجہ اُس کی عزت کے موافق ہونے کے۔ اور جو ذلیل ہیں تو اس کی مخالفت کی وجہ سے۔ حدیث میں ہے کہ ”بے شک تمہارا پروردگار روزانہ اعلان فرماتا ہے، کہ میں عزیز ہوں۔ جو دارین کی عزت چاہتا ہے وہ عزیز کی اطاعت کرے۔۔المختصر۔۔عزت کی طلب کا ذریعہ ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں۔

اور **(اُسی کی)** رضامندی اور اس کی درگاہِ قبولیت کی **(طرف چڑھیں پاکیزہ کلمے)**، یعنی پاک باتیں۔۔یا۔۔جن صحیفوں میں نیک باتیں لکھی ہیں، وہ بلند ہونا چاہتے ہیں۔ اور یہ بھی قدرتِ الٰہی سے باہر نہیں کہ وہ انہیں پاکیزہ کلمات کو مجسم فرمادے، اور پھر انہیں اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشے۔ **(اور)** بے شک اپنے کرم سے **(نیک کام کو وہ بلندی دیتا ہے)** اور اُس کو محلِ قبول میں پہنچاتا ہے، اس واسطے کہ اکیلی بات۔۔مثلاً: اخلاص، بغیر نیک عمل کے نفع بخش نہیں۔۔یا۔۔کلمۂ طیب دُعا ہے اور عملِ صالح مساکین کو صدقہ دینا، اس واسطے کہ اکثر دُعائیں قبول ہونا صدقے دینے کے سبب سے ہے۔۔یا۔۔کلمہ اماموں کی دُعا ہے اور عمل صالح مقتدیوں کا آمین کہنا۔۔یا۔۔کلمہ غازی کی تکبیر ہے اور عمل راہِ حق میں تلوار چلانا۔۔یا۔۔کلمہ استغفار ہے اور عمل ندامت۔ اور ان سب صورتوں میں کلموں کو اٹھانے والا،

عمل ہے۔

اور بعض مفسرین اُٹھانے کی نسبت کلمہ طیب یعنی لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی طرف کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ توحید عمل کو اُٹھاتی ہے، اس واسطے کہ اعمال کا قبول ہونا توحید پر موقوف ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے، کہ خدا اُٹھاتا ہے عملِ صالح کو، یعنی اُس کے مرتبہ کی قدر بلند فرماتا ہے۔ اِس سے مَردِ مخلص ہی کا عمل مُراد ہے، کہ کوئی چیز اس کی قدر و قیمت پر نہیں۔ اور جس کام میں ریاء ہو، وہ کام سب چیزوں سے زیادہ خوار اور بے مقدار ہے۔

۔۔الحاصل۔۔نہ ریا کاروں کے لیے کوئی اچھا انجام ہے (اور) نہ ہی مکر وفریب سے کام لینے والوں کا کوئی اچھا نتیجہ۔۔چنانچہ۔۔(جو چال کریں برائیوں کی) جس طرح قریش نے 'دارالندوہ' میں آنحضرت 'صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' کے تعلق سے پروگرام بنایا تھا، کہ آپ کو قید کیجیے۔۔یا۔۔قتل کرڈالیے۔۔یا ۔۔شہر بدر کر دیجیے، جیسا کہ سورۂ انفال میں مذکور ہو چکا، تو (اُن) جیسے مکاروں (کے لیے سخت عذاب ہے) آخرت میں۔ (اور) دُنیا میں (اُن سب کی چال ملیا میٹ ہو جائے گی)۔

۔۔الغرض۔۔اُن کا مکر بیکار اور کھوٹا ہو جائے گا، اور آگے نہ چلے گا۔ 'دارالندوہ' کے کفار کی چال جس طرح ملیا میٹ کر دی گئی، ہر دَور کے چالبازوں کا اُسی طرح ناکامیابی اور رسوائی کا انجام ہوتا رہے گا۔ اس سلسلے میں بنیادی بات یہی ہے کہ خدا نے جو چاہا وہی ہوا اور خدا ہی جو چاہے گا وہی ہوگا۔ خدا کی قدرت اور اس کی حکمت کو سمجھنے کے لیے خود اپنی ہی تخلیق پر کوئی غور کرے، تو یہ سمجھنا اُس کے لیے مشکل نہیں رہ جائے گا، کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی قدرت وحکمت والا ہے۔۔چنانچہ۔۔غور کرو۔۔۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ

اور اللہ نے پیدا فرمایا تمہیں مٹی سے، پھر ایک قطرہ سے، پھر کر دیا تمہیں جوڑا جوڑا۔

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ

اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی عورت، اور نہ جنتی ہے، مگر اُس کے علم سے۔ اور نہیں عمر دیا جاتا کوئی سن رسیدہ،

وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾

اور نہ گھٹایا جائے اُس کی عمر سے، مگر سب ایک کتاب میں ہے۔ بے شک یہ اللہ کو آسان ہے ●

(اور) سوچو کہ (اللہ) تعالیٰ (نے پیدا فرمایا تمہیں)، یعنی تمہاری اصل آدم علیہ السلام کو (مٹی

سے) جو بعث ونشور کی صحت پر واضح دلیل ہے۔ یعنی ابتداءً مٹی سے آدم علیہ السلام کے ضمن میں تمہاری اجمالی تخلیق فرمائی، تاکہ تم مٹی کی طرح متواضع اور متخاشع ہو۔ **(پھر ایک قطرہ)** صاف پانی (سے) جو باپ کی پشت اور ماں کے سینے سے خارج ہوتا ہے۔ قلیل ہو یا کثیر، تاکہ تم پانی کی طرح ہر کمال کو قبول کرنے والے ہو جاؤ۔ یہی حیات کا سر اور عناصرِ اربعہ کا مبدء ہے۔

۔۔الختصر۔۔حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، کیونکہ وہی تمام انسانوں کی اصل ہیں۔ اُس کے بعد نطفہ سے یعنی تناسل وتوالد کے ذریعہ ذرّیتِ آدم پھیلائی۔ **(پھر کر دیا تمہیں جوڑا جوڑا)**، یعنی تمہیں مختلف رنگوں میں بنایا۔ سرخ سفید، کالے۔۔یا۔۔مرد اور عورتیں۔ اور اُن میں سے ہی تمہیں ایک دوسرے کے زن وشوہر بنایا۔ **(اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی عورت اور نہ جنتی ہے، مگر اُس کے علم)** اور مشیت (سے)۔

اِس کلام کا معنی یہ ہوا، کہ ہر حاملہ کا حمل اور وضع حمل کا عِلم اُسی کو ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اُس کا حمل کہاں ہے، کیا ہے، کتنے دن اور کتنی ساعات پیٹ میں رہے گا، اُس کے احوال کیا ہیں، کچا نکلے گا۔۔یا۔۔پورے ماہ کا ہو کر پیدا ہوگا، نر ہے۔۔یا۔۔مادہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کو اِن ساری باتوں کا علم آلات وذرائع کی مدد کے بغیر حمل ٹھہرنے سے پہلے ہی حاصل ہے۔

(اور نہیں عمر دیا جاتا کوئی سن رسیدہ، اور نہ گھٹایا جائے اُس کی عمر سے، مگر سب ایک کتاب میں ہے)، یعنی لوحِ محفوظ۔۔یا۔۔علمِ الٰہی میں۔۔یا۔۔ہر انسان کے صحیفے میں۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے، کہ معمر یعنی جو شخص طویل عمر پانے کے قابل ہو، اُس کو طویل عمر عطا کی جاتی ہے۔ اِس کا معنی یہ نہیں ہے، کہ اُس کی عمر پہلے لمبی تھی پھر گھٹائی جائے، بلکہ معنی یہ ہے کہ اس کی وہی عمر جو ابتداء میں کم رکھی گئی، وہ کتاب میں محفوظ ہے۔۔الحاصل۔۔جس کی جو عمر مقدر ہے، کم ہو۔۔یا۔۔زیادہ اُس میں کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔

ذہن نشین رہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: 'تقدیرِ مبرم' اور 'تقدیرِ معلق'۔ 'تقدیرِ مبرم' اللہ تعالیٰ کا علم ہے، اُس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ اور اُس میں تغیر ہونا اللہ تعالیٰ کے عِلم میں تغیر ہونے کو مستلزم ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر ہونا اس کے عِلم کے حدوث کو بلکہ جہل کو مستلزم ہے، اور تقدیر کی دوسری قسم 'تقدیرِ معلق' ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا علم اور اُس کی صفت نہیں ہے۔ کسی کی دُعا یا کسی نیکی سے تقدیر بدل جاتی ہے۔۔مثلاً: پہلے لوحِ محفوظ میں ایک شخص کی

عمر ساٹھ[٦٠] سال لکھ دی۔ اُس نے کوئی نیکی کی تو ساٹھ[٦٠] سال کو مٹا کر ستر[٧٠] سال لکھ دی۔ اگر نیکی نہ کی تو اُسی ساٹھ[٦٠] سال کو برقرار رکھا۔ یہ 'قضاءِ معلق' میں تبدیلی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو ازل میں عِلم تھا، کہ وہ نیکی کرے گا۔۔یا۔۔نہیں اور وہی 'قضاءِ مبرم' ہے۔

(بے شک یہ) یعنی تخلیق اور اُس کا مابعد، باوجودیکہ جملہ امور حیران کن ہیں، مگر ان کا ہر ایک (اللہ) تعالیٰ (کو آسان ہے)۔ کیونکہ اُسے اسباب کی ضرورت نہیں۔ جیسے یہ اموراس کے لیے آسان ہیں، تو مرنے کے بعد تمہارا اُٹھنا بھی اس کے لیے آسان ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اُس کی قدرت کا عالم یہ ہے، کہ دو[٢] دریا پیدا فرمائے۔ دیکھنے میں دونوں ایک طرح نظر آتے ہیں اور برابر معلوم ہوتے ہیں۔۔۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۖ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ

اورنہیں برابر ہیں دونوں دریا۔ کہ یہ میٹھا شیریں خوشگوار پانی والا، اور یہ کھاری تلخ۔

وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ

اور ہر ایک سے کھاتے رہتے ہو تازہ گوشت، اور نکالتے رہتے ہو زیور جسے پہنتے ہو۔

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾

اور دیکھتے رہتے ہو کشتیوں کو اس میں پھاڑتی چیرتی ہوئی، تاکہ تلاش کرو اُس کا فضل، اور تاکہ شکر ادا کرو●

(اور) حقیقتِ حال یہ ہے کہ (نہیں برابر ہیں دونوں دریا)، کیوں (کہ) اس میں سے ایک (یہ) ہے جو (میٹھا شیریں خوشگوار پانی والا) ہے، (اور) دوسرا (یہ) ہے جو (کھاری تلخ) ہے، جس کی کڑواہٹ اور ناگواری کے سبب اُس کو پی نہیں سکتے۔ تو دونوں دریا ایک جیسے کیسے رہے؟ اُن دونوں دریاؤں کی شیرینی اور تلخی اپنی جگہ پر، لیکن اُن سے بھی تمہیں خدا کی نعمتیں ملتی رہتی ہیں۔ (اور ہر ایک سے کھاتے رہتے ہو تازہ گوشت) یعنی مچھلی، (اور نکالتے رہتے ہو) دریائے شور سے خاص کر کے موتی کا (زیور)، جسے تمہاری عورتیں پہنتی ہیں۔ اور چونکہ عورتوں کے پہننے کے لائق بنا کر تم اپنی عورتوں کو پہناتے ہو، تو یہ خود تمہارا استعمال کرنا ہوا۔ تو اب یہ مجازاً کہا جاسکتا ہے، کہ (جسے) تم (پہنتے ہو) یعنی استعمال کرتے ہو اور اپنی عورتوں کو پہناتے ہو، (اور) دریا سے دوسرے فائدے بھی حاصل کرتے رہتے ہو۔۔چنانچہ۔۔(دیکھتے رہتے ہو کشتیوں کو اُس میں)۔ یعنی اُن دونوں دریاؤں میں سے ہر ایک

میں (پھاڑتی چیرتی ہوئی) ان کے پانی کو اور پانی پر چلتی ہوئی، (تاکہ تلاش کرو اُس کا فضل) دریائی تجارتی سفر کا نفع، (اور تاکہ شکرادا کرو) ایسی نعمت پر۔ اُس کی قدرت اور اُس کا کرم تو دیکھو، کہ ہمارے فائدے کے لیے۔۔۔

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ

وہ سموتا ہے رات کو دن میں، اور سموتا ہے دن کو رات میں۔ اور مسخر کر دیا سورج اور چاند کو۔

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ

ہرایک چلتا رہتا ہے وقتِ معین تک۔ یہ ہے اللہ، تمہارا پالنے والا، اُسی کا ملک ہے۔ اور جن کی

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝۱۳

دُہائی دیتے ہو اُس کے خلاف، نہیں ملکیت رکھتے کھجور کی گٹھلی کے چھلکے برابر●

(وہ سموتا ہے رات کو دن میں) یعنی رات کو کسی قدر دن میں بڑھا دیتا ہے جب کہ دن رات سے بڑھ جاتا ہے، (اور سموتا ہے دن کو رات میں)، یعنی دن کی گھڑیوں میں سے رات کی گھڑیوں میں بڑھا دیتا ہے کہ رات کی ساعتیں دن کی ساعتوں سے زیادہ ہو جاتی ہیں۔ (اور مسخر کر دیا سورج اور چاند کو)، یعنی اپنے حکم کا تابع کر لیا۔ (ہرایک چلتا رہتا ہے وقتِ معین تک)۔ یعنی زمانہ معلوم تک، کہ اپنا دَور تمام کریں۔۔یا۔۔قیامت کے دن تک، کہ اپنی سیر سے باز رہیں۔

(یہ ہے اللہ) تعالیٰ جو خالق اور فاعل ان چیزوں کا ہے، اور (تمہارا پالنے والا) ہے۔ اور (اُسی کا ملک ہے) یعنی اُسی کے لیے سارے جہان کی بادشاہی ہے۔ (اور) کافرلوگو! تم (جن کی دُہائی دیتے ہو) اور جن معبودوں کو پکارتے ہو (اُس کے خلاف) یعنی خدا کے سوا، وہ (نہیں ملکیت رکھتے کھجور کی گٹھلی کے چھلکے برابر)۔ پس مالکِ مطلق اور معبودِ برحق وہی ہے۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ

اگر اُن کی دُہائی دیتے ہو، تو وہ نہیں سنتے تمہاری دُہائی کو۔ اور اگر سنتے، تو کام نہیں آتے تمہارے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝۱۴ ع

اور قیامت کے دن انکار کر دیں گے تم لوگوں کے شرک کا۔ اور تمہیں نہ بتائے گا اللہ خبیر کی طرح●

(اگراُن کی دہائی دیتے ہو) اورانہیں پکارتے ہوجوتمہارے معبودِ باطل ہیں، (تووہ نہیں سنتے تمہاری دُہائی کو)۔تو وہ نہ تم کونفع پہنچاسکتے ہیں، اور نہ ہی تم سے کوئی مضرت زائل کرسکتے ہیں۔ (اور اگر) بالفرض (سنتے،تو کام نہیں آتے تمہارے)۔اس واسطے کہ وہ نفع پہنچانے،ضَرردفع کرنے پرقادر نہیں ہیں۔ (اورقیامت کے دن اِنکارکردیں گےتم لوگوں کےشرک کا)۔یعنی تم لوگوں کے شرک کے باطل ہونے کااقرارکریں گے۔۔یا۔۔سرے سےتمہاری پرستش ہی کے منکرہوجائیں گے، کہ "نہ تھےتم ہم کوپوجتے"۔ بلکہ تم اپنی ہَواہوس اوراپنی ہی خواہش کے پجاری تھے۔سنو(اور) یادرکھو! کہ کافروں کی مذکورہ بالا اِنکارکی باتیں اورکاموں کی حقیقت (تمہیں نہ بتائے گااللہ) تعالیٰ (خبیرکی طرح)، کیونکہ وہی ہے جوحقیقتِ امورجانتا ہے۔

خیال رہے کہ "مثل فلان خبیر" یہ کلام عرب کاایک محاورہ ہے۔اسے ایسی مخبرکی خبروں میں استعمال کرتے ہیں جس کا کلام نفس الامر میں معتمداور پختہ ہو۔اوراللہ تعالیٰ کے کلام کے سوامعتمد، پختہ اورسچا کس کا کلام ہوسکتا ہے؟

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿١٥﴾

اَے لوگو!تم لوگ محتاج ہواللہ کے،اوراللہ ہی بے نیازحمد والا ہے●

(اَے لو!گوتم لوگ محتاج ہواللہ) تعالیٰ (کے)،اس کی روزی اوربخشش اورخوشی اوربہشت پانے میں۔ (اوراللہ) تعالیٰ (ہی بے نیاز) ہے۔اپنی مطلق بے نیازی کے ساتھ نعمت دینے والا ہے سب موجودات کو۔اور(حمدوالاہے) یعنی تعریف کیاہواہے نعمتِ عام اورفضل شامل پر۔

جانناچاہیے کہ ماہیاتِ ممکنہ اپنے وجود میں محتاج ہیں فاعل کی،اور اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اشارہ اس کی طرف ہے کہ حق تعالیٰ اپنے کمالِ ذاتی کے سبب سے عالَم اوراہل عالَم کے وجود سے مستغنی ہے۔اوراَللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ اُسی سے عبارت ہے۔اور چونکہ کمالِ آسمانی کاظہورموقوف ہے اعیان ممکنات کے وجودپر،توان کی ایجادبڑی نعمت ہے کہ ایجادکرنے والاحمدوثنا کامستحق ہے۔اورکلمہ اَلْحَمِيْدُ اُس کی طرف اشارہ کررہاہے۔وہ حکیم وقدیر۔۔۔

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٦﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿١٧﴾

اگرچاہےتولےجائےتمہیں اورلےآئےنئی مخلوق● اورنہیں ہے یہ اللہ پردشوار●

(اگر چاہے تو لے جائے تمہیں) روئے زمین سے، یعنی ہلاک کردے (اور لے آئے نئی مخلوق)۔یعنی ایسی قوم جو تم سے زیادہ فرمانبردار ہو۔۔یا۔۔ایسا گروہ پیدا کرے کہ کسی نے نہ دیکھا نہ سنا ہو۔(اور نہیں ہے یہ) تمہارا لے جانا اور اوروں کا لانا، (اللہ) تعالیٰ (پر دشوار)۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰیؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ

اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ۔اور اگر کوئی بوجھ سے لدی جان، بُلائے بوجھ بٹانے کو،

مِنْهُ شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰیؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ

تو نہ بوجھ اٹھایا جائے گا اِس کا کچھ، گو رشتہ دار ہو۔تم ڈرنے والا اُنہیں کو کرتے ہو جو خوف کھائیں اپنے رب کا بے دیکھے،

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَؕ وَمَنْ تَزَكّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰی لِنَفْسِهٖؕ

اور پابندی کی نماز کی۔اور جو ستھرا ہوا، تو وہ ستھرا ہوتا ہے اپنے ہی لیے۔

وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾

اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے●

(اور نہیں اُٹھائے گا کوئی) نفسِ گمراہ، گناہوں کا (بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے) کے گناہوں (کا بوجھ، اور اگر کوئی) گناہوں کے (بوجھ سے لدی جان بلائے بوجھ بٹانے کو، تو نہ بوجھ اٹھایا جائے گا اُس کا کچھ)۔یعنی جو پکارا گیا ہے وہ کچھ پکارنے والے کے گناہ میں سے نہ اٹھائے گا۔(گو) جسے پکارا گیا ہے، وہ (رشتہ دار) ہی (ہو)۔یعنی ہر چند کوئی گنہ گار اپنے قرابت والوں کو پکارے اور چاہے کہ کچھ اُس کی خطاؤں میں سے اُٹھالیں، کوئی جواب بھی نہ دے گا۔اس واسطے کہ سب اپنے حال میں عاجز اور درماندہ ہوں گے۔

اَے محبوب! (تم ڈرنے والا انہیں کو کرتے ہو جو خوف کھائیں اپنے رب کا بے دیکھے)۔یعنی اس کا عذاب اُن سے چھپا ہوا ہے، اور بے دیکھے اُس عذاب سے ڈرتے ہیں۔۔یا یہ کہ۔۔اپنے رب سے پوشیدہ ڈرتے ہیں۔یعنی خلوتوں میں ڈر کا اثر اُن پر ظاہر ہے، صحبتوں میں نہیں۔۔الغرض۔۔وہ اپنے خوفِ الٰہی کی نمائش نہیں کرتے۔

۔۔المختصر۔۔وہ ڈرتے رہے (اور پابندی کی نماز کی)۔اور اُسے کماحقہٗ، پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہے۔تو یہی وہ لوگ ہیں جو نبی کریم "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم" کی ہدایت سے فائدہ اٹھانے والے

ہیں۔اور اپنے کو مزکّی ، مصفّٰی اور ستھرا بنا لینے والے ہیں۔(اور جو ستھرا ہوا، تو وہ ستھرا ہوتا ہے اپنے ہی لیے)۔اس لیے کہ پاکیزگی کا نفع اُسی کی ذات کو ملنے والا ہے۔(اور اللہ) تعالیٰ (ہی کی طرف) سب کا (پھرنا ہے)۔اور اُسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔تو پاکیزہ لوگوں کو اُن کی پاکیزگی پر جزا دے گا۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ

اور نہیں برابر ہے اندھا، اور آنکھ والا● اور نہ اندھیریاں اور اجالا● اور نہ سایہ

وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاۗءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ

اور دھوپ● اور نہ برابر ہوں زندے اور مُردے۔بے شک اللہ سننے کا فائدہ دے

مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾

جسے چاہے۔اور تم نہیں ہو سننے کا فائدہ دینے والے، اِن دفن کیے ہوؤں کو●

(اور نہیں برابر ہے اندھا) یعنی کافر۔۔یا۔۔جاہل۔۔یا۔۔گمراہ، (اور آنکھ والا) یعنی مؤمن۔۔یا۔۔عالم۔۔یا۔۔ہدایت یافتہ۔(اور نہ) باطل۔۔یا۔۔گناہوں کی (اندھیریاں اور) حق و اطاعت کا (اجالا● اور نہ سایہ) یعنی ثواب۔۔یا۔۔بہشت۔۔یا۔۔راحت (اور دھوپ) یعنی عذاب۔۔یا۔۔دوزخ۔۔یا۔۔زحمت۔(اور نہ برابر ہوں زندے اور مُردے)۔یعنی مؤمنوں کو کافروں کے ساتھ برابری نہیں۔(بے شک اللہ) تعالیٰ (سننے کا فائدہ دے جسے چاہے) توفیق اور ہدایت کے ساتھ۔(اور تم نہیں ہو سننے کا فائدہ دینے والے اُن دفن کیے ہوؤں کو)۔

مَنْ فِي الْقُبُوْرِ کا ذکر مُردوں کے ساتھ کافروں کی تمثیل ہے۔

مذکورہ بالا ارشاد کا حاصل یہ ہے، کہ ارشاد و ہدایت کا فائدہ اُسی کو ملتا ہے، جو اُسے قبول کرے۔اور کسی پیغام کو قبول کرا دینا، یہ صرف خدائے قادر و مختار کے اختیار میں ہے۔ان کافروں کا حال یہ ہے کہ آنکھ رکھتے ہیں مگر حق نہیں دیکھتے، تو گویا اندھے ہیں۔کان رکھتے ہیں مگر حق نہیں سنتے ہیں، تو گویا بہرے ہیں۔منہ رکھتے ہیں مگر حق نہیں بولتے، تو گویا گونگے ہیں۔اور جان رکھتے ہیں مگر حق پر قربان نہیں کرتے، تو گویا مُردے ہیں۔دھرتی کے اوپر چلتے ہیں مگر حق کی حمایت نہیں کرتے، تو گویا زمین کے اندر اپنی قبروں میں ہیں۔

اِن تمثیلات سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے، یہ کافر دھرتی کے اوپر چلتے پھرتے مُردے ہیں۔تو حق کو قبول کرنے کے تعلق سے اُن کے جملہ اوصاف و احوال مُردوں کے احوال

واوصاف سے مشابہت رکھتے ہیں۔تو اَے محبوب! آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ آپ بحسن خوبی اپنا فریضۂ نبوت ادا فرمارہے ہیں، کیونکہ۔۔۔

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ؕ

تم تو بس ڈر سنادینے والے ہو● بے شک ہم نے بھیجا تمہیں حق کے ساتھ، خوشخبری دینے والا ڈر سنانے والا۔

وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ﴿۲۴﴾

اور نہیں ہے کوئی امت، مگر گزرا اُس میں کوئی ڈرسنانے والا●

(تم تو بس ڈرسنادینے والے ہو● بے شک ہم نے بھیجا تمہیں) دینِ **(حق کے ساتھ)** یعنی اسلام کے ساتھ۔ **(خوشخبری دینے والا)** ثواب کی، **(اور ڈرسنانے والا)** عذاب کا۔ **(اور)** اَے محبوب! تمہارا نذیر ہونا کوئی نئی اور نادر بات نہیں، کیونکہ **(نہیں ہے کوئی امت مگر گزرا اس میں)** میرا فرستادہ **(کوئی ڈرسنانے والا)** اور آگاہی دینے والا۔

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور اگر جھٹلائیں تمہیں، تو بے شک جھٹلا چکے ہیں جو اُن سے پہلے تھے۔ لاتے رہے اُن کے پاس اُن کے رسول

بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۲۵﴾

دلیلوں اور صحیفوں اور روشن کرنے والی کتاب کو●

(اور اگر جھٹلائیں تمہیں) قریش کے معاند **(تو)** تعجب نہ کریں، کیونکہ **(بے شک جھٹلا چکے ہیں)** اپنے پیغمبروں کو **(جو اِن سے پہلے تھے)** درآنحالیکہ **(لاتے رہے اُن کے پاس اُن کے رسول دلیلوں)** یعنی ظاہر معجزوں **(اور صحیفوں)** یعنی آسمانی چھوٹی کتابوں، جیسے حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے صحیفوں اور حلال وحرام کے احکام کو بیان کرنے والی **(اور روشن کرنے والی کتاب کو)**، جیسے توریت وانجیل۔

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۲۶﴾ ع

پھر گرفتار کیا میں نے اُنہیں، جنہوں نے انکار کیا، تو کیسی ہوئی میری ناگواری●

ع ۱۵ / ۱۲

(پھر) تکذیب کے بعد (گرفتار کیا میں نے انہیں جنہوں نے اِنکار کیا) اور ایمان نہ لائے، (تو کیسی ہوئی میری ناگواری) اُن کے تعلق سے عذاب وعقاب کے ساتھ۔

یعنی جب کافروں پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام ہوگئی اور وہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہیں آئے، تو پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب نے اُن کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ

کیا تم نے نہیں دیکھا، کہ بلاشبہ اللہ نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی، پھر نکالا ہم نے اُس سے کئی پھل، جدا جدا رنگتوں کے

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾

اور پہاڑوں سے راستے، سفید و سرخ رنگارنگ، اور کالے بھجنگے●

اِس سے پہلی آیتوں میں کفار سے خطاب فرمایا تھا اور اِس آیت میں دو[۲] احتمال ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اِس آیت میں بھی کفار سے خطاب فرمایا ہو، اور ان پر اپنی توحید کی دلیل پیش کی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ اِس آیت میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے خطاب فرمایا ہو، اور آپ کے سامنے اپنی توحید کی دلیل پیش کی، تاکہ آپ یہ دلیل لوگوں کو سمجھائیں۔

اس آیت سے توحید پر اِس طرح استدلال ہے، کہ پانی کی طبیعت واحدہ ہے، اور واحد چیز کا اثر بھی واحد ہوتا ہے۔ پس اگر پھولوں کی پیدائش میں یہ پانی موثر ہوتا، تو تمام پھول ایک ہی رنگت کے ہوتے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ پھول مختلف رنگ کے ہیں، تو معلوم ہوا کہ پانی اُن پھولوں کی پیدائش میں موثر نہیں۔

پھر اگر کسی کو یہ تردد ہو کہ زمین اور پہاڑی علاقے پھولوں کی پیدائش میں موثر ہیں، تو اِس کا ازالہ فرمایا، کہ پہاڑ سفید، سرخ اور گہرے سیاہ ہیں، تو پھر زرد پھول اور نیلے پھول کس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور پہاڑوں میں اُن مختلف رنگوں کو کون پیدا کرنے والا ہے۔ پھولوں کی پیدائش میں تم جس پانی اور زمین کو موثر سمجھ رہے ہو، اُس پانی اور زمین کا خالق کون ہے؟

دوسری آیت کے شروع میں بھی رنگوں کے اختلاف سے اپنی توحید پر استدلال فرمایا، کہ انسانوں، جانوروں اور چوپایوں کے بھی مختلف رنگ ہیں، ان مختلف رنگوں کا خالق کون ہے؟ حضرت عیسیٰ اور عزیر اُن کے خالق نہیں ہوسکتے، کیونکہ اُن کے پیدا ہونے سے پہلے بھی اُن کے مختلف رنگ تھے۔

سورج، چانداور ستارے اُن کے خالق نہیں ہو سکتے، کیونکہ جب یہ غروب ہو جائیں۔۔یا ۔۔اُن کو گہن لگ جائے، تب بھی یہ رنگ اُسی طرح وجود میں آتے رہتے ہیں۔۔نیز۔۔سورج اور چاند تو خود ایک نظام کے تابع ہو کر گردش کررہے ہیں۔ سیاروں کی گردش اور ستاروں کا طلوع اور غروب بھی ایک نظام کے تابع ہے، اور جو خود کسی کے تابع ہو وہ کسی دوسرے کے لیے موثر کب ہوسکتا ہے؟ اور رہی پتھر کی وہ مورتیاں جن کو تم خود اپنے ہاتھوں سے تراش کر اُن کی پرستش کرتے ہو، تو اُن کا کسی چیز کے لیے موثر ہونا بداھۃً باطل ہے، جو اپنے وجود میں تمہارے بنانے کے محتاج ہیں، وہ تمہارے خالق کب ہو سکتے ہیں؟ انہیں مذکورہ بالا حقائق کو سمجھانے کے لیے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کہ۔۔۔

(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (نے اُتارا آسمان کی طرف سے) اَبر سے (پانی، پھر نکالا ہم نے اُس سے کئی پھل) میوے، (جدا جدا رنگتوں کے)۔یعنی اُن کی جنسیں۔۔یا۔۔قسمیں رنگ رنگ کی ہیں۔۔یا۔۔اُن کی شکلیں اور ہیئتیں مختلف ہیں۔ (اور) جو چیز پیدا کی ہم نے۔(پہاڑوں سے راستے) مختلف رنگ کے، یعنی کوئی رنگا رنگ کی لکیروں والے ہیں، اور کوئی (سفید و سرخ رنگا رنگ) والے، یعنی اُن کی سرخیاں بھی طرح طرح کی ہیں، کوئی تیز اور شوخ اور نہایت سرخ اور بعض ہلکے رنگ کے۔(اور) یوں ہی (کالے بھوچنگے) یعنی سیاھیاں نہایت سیاہ۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ

اور انسانوں میں، اور جانوروں اور چوپایوں میں، الگ الگ رنگ ہیں اُسی طرح۔

اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴿۲۸﴾

اللہ سے ڈرتے ہیں اُس کے بندوں سے صرف عالم لوگ۔ بے شک اللہ غلبہ والا مغفرت فرمانے والا ہے●

(اور انسانوں میں اور جانوروں اور چوپایوں میں الگ الگ رنگ ہیں اِسی طرح)۔یعنی پھلوں اور پہاڑوں کے رنگ مختلف ہونے کے مانند۔اور جو کوئی نہ جانے گا خدا کی قدرت چیزیں پیدا کرنے میں، اور ہر چیز کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھیرنے کا علم نہ رکھتا ہوگا، وہ کیونکر خدا سے ڈرے گا۔اسی لیے (اللہ) تعالیٰ (سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں سے صرف عالم لوگ)۔اس واسطے کہ جس سے ڈرتے ہیں اُسے اور اُس کا علم اور صفتیں اور افعال جاننا ڈرنے میں شرط ہے۔تو جس

کو علم زیادہ ہوتا ہے اس کو خوف زیادہ ہوتا ہے۔

اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ میں تم میں سے سب سے زیادہ خدا کا علم رکھتا ہوں، اسی لیے تم میں سے سب سے زیادہ خشیتِ الٰہی والا ہوں۔

(**بے شک اللہ**) تعالیٰ (**غلبہ والا**) ہے۔یعنی غالب ہے بدلہ لینے میں اُس سے جو خدا سے نہ ڈرے، اور (**مغفرت فرمانے والا ہے**) اور بخشنے والا ہے ڈرنے والوں کو۔۔اور۔۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

بے شک جو تلاوت کریں اللہ کی کتاب کو، اور پابندی کی نماز کی، اور خیرات کیا جو ہم نے اُنہیں روزی دی،

سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾

چھپا کر اور دکھا کر، وہ صحیح امیدوار ہیں ایسی تجارت کے جو برباد نہ ہوگی●

(**بے شک جو تلاوت کریں اللہ**) تعالیٰ (**کی کتاب**) قرآنِ کریم (**کو**)، اور اس کی پیروی کریں، (**اور**) ساتھ ہی ساتھ انہوں نے (**پابندی کی نماز کی**) اُس کے آداب وشرائط کے ساتھ، (**اور خیرات کیا**) ہماری خوشنودی کے لیے ہماری راہ میں اُس میں سے (**جو ہم نے انہیں**) حلال (**روزی دی، چھپا کر**) ریاکاری کے خیال سے بچنے کے لیے، (**اور دکھا کر**) اوروں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی رغبت دلانے کے لیے۔

۔۔یا۔۔ چھپانا مسنون صدقوں میں ہوتا ہے، اور ظاہر کرنا ان میں جو فرض ہیں۔ (**وہ صحیح امیدوار ہیں ایسی تجارت کے جو برباد نہ ہوگی**)۔ یہ ایسی سوداگری ہے جو نہ ہلاک ہو، نہ بگڑے اور نہ ہی اُس میں نقصان پہنچے، بلکہ بازارِ قیامت کے دن اُن کے اعمال کی متاع خوب رواج پائے ان عملوں پر جو انہوں نے کیے ہیں۔

لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾

تاکہ پورا پورا دے اُنہیں اُن کی مزدوریاں، اور زیادہ دے اُنہیں اپنے فضل سے۔۔بے شک وہ مغفرت فرمانے والا قدر فرمانے والا ہے●

(**تاکہ پورا پورا دے**) حق تعالیٰ (**انہیں اُن کی مزدوریاں**) یعنی اُن کے کاموں کا اجر۔ (**اور زیادہ دے انہیں**) یعنی بڑھائے اُن کی نیکیاں (**اپنے فضل سے**)۔یعنی ان کو شفاعت کا مرتبہ عطا

فرمائے، اور اُن کی شفاعت ان لوگوں کے باب میں قبول فرمائے، جن پر دوزخ کی آگ واجب ہو چکی ہے۔ (بے شک وہ مغفرت فرمانے والا) ہے گنہگاروں کی، اور (قدر فرمانے والا ہے) یعنی اجر عطا فرمانے والا ہے شکر گزاروں کو۔

وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ

اور جو وحی بھیجی ہم نے تمہاری طرف کتاب، وہ بالکل ہی درست ہے، تصدیق کرنے والی اپنے سے اگلی کتابوں کی۔

اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾

بے شک اللہ اپنے بندوں سے یقیناً خبردار نگراں ہے●

(اور) اَے محبوب! (جو وحی بھیجی ہم نے تمہاری طرف کتاب) یعنی قرآنِ کریم، (وہ بالکل ہی درست) اور حق وصحیح (ہے) جو (تصدیق کرنے والی) ہے (اپنے سے اگلی کتابوں کی)۔ یعنی اگلی آسمانی کتابوں کے مطابق ہے، اُن کے عقائد اور اصولِ احکام میں۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (اپنے بندوں سے یقیناً خبردار) ہے، وہ اُن کی دِلی باتوں سے بے خبر نہیں اور ان پر (نگراں ہے)، اور اُن کے ظاہری کام دیکھتا ہے۔ اور بندوں کے حالات اُس پر پوشیدہ نہیں، کہ قرآنِ کریم کی تصدیق کرتے ہیں۔۔یا۔۔تکذیب؟

پھر فرمایا، کہ ہم نے اگلی کتابیں تو اگلی امتوں پر بھیجیں۔۔۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ

پھر وارث بنایا ہم نے کتاب کا اُنہیں، جن کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں سے۔ تو کوئی اُن کا ظالم ہے

لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

اپنے اوپر، اور کوئی درمیانی چال کا۔ اور کوئی آگے بڑھ جانے والا بھلائیوں میں اللہ کے حکم سے۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ﴿۳۲﴾

یہ بڑا ہی فضل ہے●

(پھر وارث بنایا ہم نے کتاب کا انہیں)، یعنی قرآنِ کریم کو تاخیر سے نازل فرمایا اور بطورِ میراث دیا اُن کو (جن کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں سے) اور اپنا برگزیدہ بنالیا۔ یعنی خاتم الانبیاء ﷺ

کی امت کو۔

'عطا' کو حق تعالیٰ نے 'میراث' فرمایا، اس لیے کہ 'میراث' وہ مال ہوتا ہے جو بے محنت اور بے مانگے ہاتھ آئے، اسی طرح یہ بڑا عطیہ یعنی قرآن بے مؤمنوں کی جستجو کے، محض عنایتِ ربانی سے اُن تک پہنچا ہے۔۔یا۔۔جس طرح بیگانہ 'میراث' میں داخل نہیں، اُسی طرح دشمن بھی قرآن سے بے نصیب ہیں۔۔یا۔۔'میراث' کے حصوں میں 'تفاوت' ہے، جیسے آٹھواں حصہ، چھٹا حصہ، چوتھائی، ایک تہائی، نصف، دوتہائیاں، اور کوئی میراث پوری لے لیتا ہے، تو اِسی طرح اہلِ قرآن کے حصے بھی متفاوت ہیں۔ ہر ایک اپنے استحقاق اور استعداد کے موافق قرآن کے حقائق سے بہرہ مند ہوتا ہے۔

(تو کوئی ان کا ظالم ہے اپنے اوپر) قرآنِ کریم کے موافق عمل کرنے میں کمی کر کے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے والا۔ **(اور کوئی درمیانی چال کا)**، جو اکثر اوقات قرآن پر عمل کرتا ہے۔ **(اور کوئی آگے بڑھ جانے والا بھلائیوں میں)**۔ کیونکہ ہمیشہ احکامِ قرآنی پر عمل کرتا ہے **(اللہ) تعالیٰ (کے حکم سے)** اور اُس کی توفیق سے۔ اور **(یہ)** وارث کر دینا اور برگزیدہ کر لینا، اللہ تعالیٰ کا **(بڑا ہی فضل ہے)**۔

حضرت فاروقِ اعظم نقل کرتے ہیں، کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے، کہ ہم میں سے 'سابق' یعنی پیشی لے جانے والا سب پر پیشی لے گیا ہے، اور ہمارے 'مقتصد' یعنی میانہ رُو نے نجات پائی، اور ہم میں جو 'ظالم' ہے وہ بخشا ہوا ہے۔ حضور ﷺ سے ان تینوں گروہوں کے تعلق سے، یہ تفسیر بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ 'سابق' وہ لوگ ہیں، جو بے حساب بہشت میں جائیں گے۔ اور 'مقتصد' وہ ہے جس کا حساب آسانی سے ہو جائے گا۔ اور 'ظالم' وہ جو ایک مدت تک موقفِ حساب میں رہیں گے، اور حق تعالیٰ اپنی 'رحمتِ واسعہ' سے اُن کے حال کی تلافی کرے گا۔

ذوالنون قدس سرہ نے کہا ہے، کہ ہمارے 'سابق' اہلِ جہاد ہیں، اور ہمارے 'مقتصد' وہ ہیں جو گھر میں رہیں جہاد میں نہ جائیں، مگر جماعتِ نماز میں حاضر ہوں۔ اور ہمارے 'ظالم' وہ ہیں جو میدانوں میں رہتے ہیں، نہ جہاد پر کمر باندھتے ہیں نہ جماعت کی دولت پاتے ہیں۔

امام ابواللیث نے فرمایا ہے، کہ 'سابق' وہ ہے، جو ہجرت سے پہلے ایمان لایا، اور 'مقتصد' وہ ہے جو ہجرت کے بعد مکہ معظمہ فتح ہونے کے قبل ایمان لایا، اور 'ظالم' وہ ہے جو فتح مکہ کے بعد اسلام میں داخل ہوا۔

اصحابِ تفسیر وتذکیراور اربابِ تحقیق وتدقیق نے اُن تینوں گروہوں کے باب میں بہت کچھ کہا ہے۔تبرکاً چند باتیں یہاں بیان کی جاتی ہیں، اُس ترتیب پر جو قرآنِ کریم میں مذکور ہے، یعنی پہلے 'ظالم'، درمیان میں 'مقتصد'، اور اخیر میں 'سابق'۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے فرمایا ہے، کہ۔۔وہ جاہل[1] ہیں۔۔اور۔۔علم[2] حاصل کرنے والے ہیں۔۔اور۔۔عالم[3] ہیں۔

بعضوں نے کہا کہ طالبِ[1] دُنیا ہیں۔۔اور۔۔مائلِ[2] عقبیٰ۔۔متوجہ[3] بمولیٰ۔۔یا۔۔صاحب کبیر[1]ہ۔۔اور۔۔مرتکبِ صغیرہ[2]۔۔اور۔۔جرم[3] سے مبرا۔۔یا۔۔گناہ[1] پر مصر۔۔اور۔۔تائب[2] توبہ شکن۔۔اور۔۔تائب[3] جو ثابت ہو توبہ پر اوّل سے آخر تک۔۔یا۔۔جس کی[1] معاش معاد پر غالب ہو۔۔اور۔۔وہ جو[2] دونوں سے متعلق ہو۔۔اور۔۔وہ جس کی[3] معاد معاش پر غالب ہو۔۔یا۔۔عبا[1]دت کرنے والا عادت کے طور پر۔۔اور عبا[2]دت کرنے والا خوف اور طمع سے، اور عبا[3]دت کرنے والا للہ فی اللہ یعنی خالصاً لوجہ اللہ۔۔یا۔۔بے صبر[1]ی کرنے والا بلا پر۔۔اور۔۔صبر[2] کرنے والا بلا پر۔۔اور۔۔لذ[3]ت پانے والا بلا سے۔۔یا۔۔حرام[1] کھانے والا۔۔اور۔۔مائل[2] مالِ مشتبہ پر۔۔اور۔۔حلال کھا[3]نے والا۔۔یا۔۔ذکر[1] سے غافل۔۔اور۔۔ذکر[2] میں مشغول۔۔اور۔۔مذکو[3]ر کی طرف متوجہ۔۔یا۔۔گنہگار[1]۔۔اور۔۔تائب[2]۔۔اور۔۔متقی[3]۔۔یا۔۔غافل[1]۔۔اور۔۔طالب[2]۔۔اور۔۔وا[3]جد یعنی پانے والا۔۔یا۔۔و[1]ہ جس کی بُرائیاں نیکیوں پر زیادہ ہوں۔۔اور۔۔جس کی[2] نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں، و[3]ہ جس کی نیکیاں بُرائیوں سے زیادہ ہوں۔۔یا۔۔وہ[1] جس کا ظاہر باطن سے بہتر ہو۔۔اور۔۔و[2]ہ جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔اور و[3]ہ جس کا باطن ظاہر سے بہتر ہو۔۔یا۔۔و[1]ہ جو دوسروں سے لے اور دے نہیں۔اور جو[2] لے بھی اور دے بھی اور و[3]ہ جو دے اور لے نہیں۔۔یا۔۔و[1]ہ جو اپنی روزی سے زیادہ ڈھونڈھے۔اور وہ[2] جو بقدرِ ضرورت روزی ڈھونڈے۔اور و[3]ہ جو بالکل ڈھونڈھے ہی نہ۔

امام قشیری فرماتے ہیں، وہ اہلِ[1] سخاوت اور اہلِ[2] جود اور اہلِ[3] ایثار ہیں۔طالبِ[1] نجات، اور طالب[2] درجات، اور طالبِ[3] مناجات ہیں۔

بعض عارفین فرماتے ہیں، دیکھنے[1] والا آپ سے اپنی طرف، اور دیکھنے[2] والا آپ سے آخرت کی جانب، اور دیکھنے[3] والا حق سے حق کو۔

صاحبِ فتوحات نے فرمایا ظالم و[1]ہ ہے جو ہمیشہ خوابِ غفلت میں رہے، اور مقتصد[2] وہ

ہے جو کبھی خوابِ غفلت سے چونکے بھی، اور سابق[3] وہ ہے جو ہمیشہ بیدار رہے۔

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ ظالم[1] وہ ہے جو نعمت سے منعم کی طرف نہ پھرے، اور مقتصد[2] وہ ہے جو منعم سے نعمت کی طرف نہ پھرے، اور سابق وہ[3] ہے جو منعم سے منعم کی طرف نہ پھرے، یعنی منعم کے مشاہدے میں رہے اور اُس سے نعمتیں حاصل کرے۔

ظالم ومتقصد وسابق کی مذکورہ بالا تشریحات سے ظلم واقتصادوسبقت کی مختلف صورتوں کا تعارف ہوجاتا ہے، تو ہر ظالم ومقتصد وسابق کا درجہ اُس کے ظلم واقتصادوسبقت کی نوعیت کی روشنی ہی میں متعین کیا جائے گا۔

ذہن نشین رہے کہ 'ظلم' کہتے ہیں اندھیر کو اور اپنے نفس پر اندھیر کے درجات بہت ہیں۔اب اگر کوئی اپنے نفس کی خیر خواہی اور اس کے لیے بہتری نہ کرے، تو اس نے بھی اپنے نفس پر 'ظلم' کیا۔ مذکورہ بالا تفسیری تشریحات نے انسانوں کو اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ تین[3] خانوں میں بانٹ دیا ہے۔اور اعلیٰ کو 'سابق'، اوسط کو 'مقتصد' اور ادنیٰ کو 'ظالم'، یعنی اپنے نفس پر زیادتی کرنے والا اور اُس کی خیر خواہی نہ کرنے والا قرار دیا۔ بعض تفسیروں میں ان مسلمانوں کو جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، وقت پر اپنے نفس کی خیر خواہی کرنے والا نہیں قرار دیا۔ اس لیے اُن کو تیسر[3]ے خانے میں رکھا۔ مذکورہ بالا ساری تفسیری عبارتوں کو میری اِس وضاحت کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔۔۔

حق تعالیٰ نے اگلی امتوں میں سے کسی امت کو یہ نوازش نہیں فرمائی اور یہ بزرگی عطا نہیں کی، کہ برگزیدگی کا نشان سب کے صفحۂ حال پر کردیا، اور 'ظالم' سے ابتداء کی تاکہ شرمندہ نہ ہوں اور رحمتِ بے غایت سے امیدوار رہیں۔۔۔

اور بعضوں نے کہا، کہ 'ظالم' کی تقدیم فضل کی وجہ سے ہے، اور اُس کی تاخیر عدل کی راہ سے ہے۔اور حق تعالیٰ فضل کو عدل سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔اور سابق کی تاخیر اس جہت سے ہے، تاکہ ثواب سے قریب ہوجائے اور ثواب دخولِ جنت ہے۔۔یا۔۔اس جہت سے کہ اپنے عمل پر اعتماد نہ کرے اور طاعت پر خود پسند نہ ہوجائے۔ اِس واسطے کہ خود پسندی وہ آگ ہے، کہ جب جلائی جائے، تو عبادت کی ہزار گھڑیاں اُس سے جل جاتی ہیں۔

۔۔الختصر۔۔اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے جس نے بنایا ہے۔۔۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ

ہمیشہ رہنے کے باغ، داخل ہوں گے جس میں، پہنائے جائیں گے اس میں کنگن سونے کے اور موتی۔

وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۳۳﴾

اور اُن کا لباس اِس میں ریشم کا●

(ہمیشہ رہنے کے باغ، داخل ہوں گے جس میں) یہ تینوں گروہ جنہیں (پہنائے جائیں گے اُس میں کنگن سونے کے اور موتی) کے۔

'عین المعانی' میں ہے کہ سونے کے کنگن اور موتی عرب کے بادشاہوں کا زیور تھا، اور وہ اُس زیور کے ساتھ خصوصیت رکھتے تھے۔ جس طرح بادشاہانِ عجم کے واسطے تاج مخصوص ہے۔

(اور اُن کا لباس اس میں) یعنی بہشت میں (ریشم کا) ہوگا، جو دُنیا کے ریشمی کپڑوں کا سا نہیں، یعنی نہ اس میں تاگا ہوگا اور نہ وہ کسی کا بُنا ہوا ہوگا۔

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾

اور بول پڑے کہ "ساری حمد اللہ کو، جس نے دُور فرمادیا ہم سے رنج کو۔ بے شک ہمارا رب یقیناً مغفرت فرمانے والا قدر فرمانے والا ہے●

(اور بول پڑے) وہ گروہ جب دوزخ کے گڑھے سے رہائی پا کر جنت میں داخل ہوئے، (کہ ساری حمد اللہ) تعالیٰ (کو، جس نے دُور فرمادیا ہم سے رنج کو) دوزخ کا۔۔یا۔۔جو خوف طاعت رَد ہونے سے ہم رکھتے تھے، طاعت قبول فرما کر وہ ہم سے دفع کردیا۔

بعضوں نے کہا کہ اِس سے دُنیا کے رنج مراد ہیں، جیسے موت کا ڈر۔۔یا۔۔شیطان کا وسوسہ ۔۔یا۔۔بھوک پیاس کا ضرر۔۔یا۔۔بادشاہ کا خوف۔۔یا۔۔لوگوں کے حسد اور بغض کرنے کا دغدغہ۔

(بے شک ہمارا رب یقیناً مغفرت فرمانے والا) یعنی گنہگاروں کو بخشنے والا ہے۔ اور (قدر فرمانے والا ہے) یعنی شکر گزاروں کو جزا دینے والا ہے۔

الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ

جس نے اتارا ہمیں ٹھہرنے کے قابل گھر میں اپنے فضل سے۔ نہیں پہنچتی ہمیں اِس میں کوئی تکلیف،

وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿۳۵﴾

اور نہ لگتی ہے اس میں کوئی تھکان"●

(جس نے اُتارا ہمیں ٹھہرنے کے قابل گھر میں اپنے فضل سے)۔ ہمارے عمل کے سبب نہیں۔اور وہ بھی ایسے گھر میں جہاں سے کبھی نکلنا نہیں ہے۔(نہیں پہنچتی ہمیں اس میں کوئی تکلیف)۔ یہاں نہ طلبِ معیشت کا رنج ہے، اور نہ ہی دُنیاوی مشقتیں۔ (اور نہ) ہی (لگتی ہے اس میں کوئی تھکان)، اس لیے کہ جنت کلفت اور محنت کی جگہ نہیں، بلکہ عیش وحضور اور فرحت وسرور کی جگہ ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ

اور جنہوں نے کفر کیا، اُن کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ نہ قضا آئے گی اُن پر کہ مر جائیں، اور نہ ہلکا کیا جائے گا

عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿۳۶﴾

اُن سے عذابِ جہنم۔ اِسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر پکے ناشکرے کو●

(اور جنہوں نے کفر کیا) اور خدا اور رسول پر ایمان نہ لائے، (اُن کے لیے جہنم کی آگ ہے) جس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے، کیوں کہ (نہ قضا آئے گی اُن پر کہ مَر جائیں) اور عذاب سے چھوٹیں۔ (اور نہ) ہی (ہلکا کیا جائے گا ان سے عذابِ جہنم)، بلکہ جب آگ کے شعلے کم ہو جائیں گے، تو اس کو زیادہ جَلائیں اور بھڑکائیں گے۔ (اِسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر پکے ناشکرے کو)، جو کفر اور ناشکری میں نہایت کو پہنچا ہو۔

وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ

اور وہ چلّائیں گے اُس میں، کہ پروردگارا! نکال دے ہمیں، کہ کریں ہم نیکی اُس کے خلاف، جو ہم کیا کرتے تھے۔

أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ

کیا نہیں دی تھی تمہیں عمر؟ کہ سبق حاصل کرتا جس میں جس کو سبق لینا ہوتا، اور آچکا تھا تمہارے پاس ڈر سنانے والا۔

فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿۳۷﴾

اب مزہ چکھتے رہو، کہ اندھیر والوں کا کوئی مددگار نہیں●

(اور وہ) کافر (چلّائیں گے اس میں) یعنی دوزخ میں، اور فریاد چاہیں گے اور کہتے ہوں

ع ۱۶

گے، (کہ پروردگارا! نکال دے ہمیں) اِس سے، اور دُنیا میں بھیج دے، تا (کہ کریں ہم نیکی اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے)۔ اس واسطے کہ اب عذاب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، اور جان لیا کہ دُنیا میں ہمارے کام اچھے نہ تھے۔ تو حق تعالیٰ فرمائے گا، (کیا نہیں دی تھی تمہیں عمر؟ کہ سبق حاصل کرتا جس میں جس کو سبق لینا ہوتا)۔ اِس سے وہ عمر مراد ہے، جس میں مکلّف فکر کرنے اور نصیحت پکڑنے کے ساتھ متمکن ہو۔

بعضوں نے کہا وہ عمر بیس[۲۰] اور ساٹھ[۶۰] برس کے درمیان میں ہے۔ اور ایک قول کے مطابق ستر[۷۰] برس تک زمانہ نصیحت پکڑنے کا ہے۔ اُس کے بعد بڑھاپے کا زمانہ ہے۔ مقصودِ کلام یہ ہے، کہ۔۔۔

ہم نے تم کو عمر عطا فرمائی اِس واسطے کہ تم نصیحت قبول کرو اور متنبہ ہو جاؤ۔ (اور) اسی کے ساتھ ساتھ (آچکا تھا تمہارے پاس ڈر سنانے والا)۔ یعنی وہ پیغمبر جو تم کو نصیحت کرتا تھا۔۔یا۔۔کتاب۔۔یا۔۔عقل ۔۔یا۔۔قرابت والوں اور پڑوسیوں کی موت، کیونکہ۔۔۔

"کفی بالموت واعظاً"

موت نصیحت کے لیے کافی ہے۔

۔۔۔اور اکثر علماء اِس بات پر ہیں، کہ ڈرانے والے سے بڑھاپا مراد ہے، اس واسطے کہ بڑھاپے کا زمانہ شعلۂ حیات کو بجھانے والا ہے، اور آئینۂ ذات پر زنگ بڑھانے والا ہے۔ منقول ہے کہ جب دوزخی استغاثہ کریں گے اور غُل مچائیں گے اور کہیں گے، کہ یا اللہ! ہمیں پھر دُنیا میں بھیج تاکہ نیک کام کریں، تو جب سے دُنیا پیدا ہوئی اور جب تک ختم ہوئی اتنے زمانے تک فریاد کیا کریں گے۔ حق تعالیٰ استفسار فرمائے گا، کہ میں نے تم کو دُنیا میں زندگی دی تھی۔ وہ جواب دیں گے کہ ہاں ہم نے زندگی بھی پائی تھی، ڈرانے والے کو بھی دیکھا تھا۔ تو حق تعالیٰ فرمائے گا۔۔۔

(اب مزہ چکھتے رہو) عذابِ دوزخ کا، کیوں (کہ اندھیر والوں کا کوئی مددگار نہیں) جو اُن پر سے عذاب اُٹھالے۔ کافروں کو چیخ و پکار کر کے اپنی حالت بتانے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ۔۔۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیۡبِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۳۸﴾

بے شک اللہ جاننے والا ہے غیب کو آسمانوں اور زمین کے۔ بے شک وہ جاننے والا ہے سینوں والی بات کو●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (جاننے والا ہے غیب کو آسمانوں اور زمین کے)، تو کافروں کے احوال اُس پر پوشیدہ نہ ہوں گے۔ (بے شک وہ جاننے والا ہے سینوں والی بات کو)۔ یعنی جو باتیں سینوں میں چھپی ہیں وہ اُن کو بھی جانتا ہے، تو جو کچھ کافروں پر ظاہر میں ہو رہا ہے وہ اُس کے علم کے باہر کیسے ہو سکتا ہے؟۔۔وہ۔۔

هُوَ الَّذِيۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِي الۡاَرۡضِ ؕ فَمَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ؕ

وہی ہے جس نے بنایا تمہیں جانشین اگلوں کا زمین میں۔ تو جس نے کفر کیا، تو اُسی پر اُس کا کفر ہے۔

وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ كُفۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ اِلَّا مَقۡتًا ۚ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ

اور نہ بڑھائے گا کافروں کو اُن کا کفراُن کے رب کے یہاں، مگر بیزاری کو۔ اور نہ بڑھائے گا کافروں کو

كُفۡرُهُمۡ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

اُن کا کفر، مگر نقصان●

(وہی ہے جس نے بنایا تمہیں جانشین اگلوں کا زمین میں)۔ یعنی تم کو اگلوں کی جگہ پر صاحبِ مکان بنایا، اور زمین میں تصرف کرنے کی کنجیاں تمہارے قبضۂ اقتدار میں چھوڑ دیں۔ اور یہ بڑی نعمت ہے۔ (تو جس نے کفر کیا) اور ناشکری کی۔۔یا۔۔نعمت دینے والے پر ایمان نہ لایا، (تو اُسی پر اُس کا کفر ہے)۔ یعنی اس کے کفر کی جزا اُسی کو دی جائے گی۔ (اور نہ بڑھائے گا کافروں کو ان کا کفران کے رب کے یہاں، مگر بیزاری کو)۔ یعنی اُن کے کفر کا نتیجہ نہیں ہے مگر بغضِ ربّانی کے سبب غضبِ جاودانی، وہی ہو سکے گا۔ (اور نہ بڑھائے گا کافروں کو اُن کا کفر مگر نقصان)۔ یعنی کافروں کا کفر و شرک قیامت میں ان کے نقصان کی زیادتی ہی کا سبب ہوگا۔

۔۔المختصر۔۔ کافروں اور مشرکوں کو عقل سے کام لینا چاہیے، قادرِ مطلق خدائے برتر و بالا کی ہی پرستش کرنی چاہیے۔ ذرا یہ مشرکین بتائیں کہ یہ بتوں کو عاجز سمجھتے ہیں کہ قادر؟ اگر عاجز سمجھتے ہیں، تو اُن کو پوجتے کیوں ہیں؟ اور اگر قادر سمجھتے ہیں، تو اَے محبوب! ان سے سوال کرو اور اُن سے صاف لفظوں میں۔۔۔

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوۡنِيۡ مَاذَا

کہہ دو کہ "ذرا بتاؤ؟ کہ تمہارے بنائے شریک جن کی تم دہائی دیتے ہو اللہ کے خلاف، مجھے دکھاؤ کہ کیا

خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ

پیدا کیا اُنہوں نے زمین سے؟" یا اُن کی کچھ شرکت ہے آسمانوں میں۔ یا ہم نے دے رکھی ہے اُنہیں کتاب، تو وہ

عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

اس سے کسی دلیل پر ہیں۔ بلکہ نہیں وعدہ دیتے اندھیر والے ایک دوسرے کو، مگر دھوکے کا●

(**کہہ دو، کہ ذرا بتاؤ کہ تمہارے بنائے شریک جن کی تم دُہائی دیتے ہو اللہ**) تعالیٰ (**کے خلاف**) اور اس کے سوا، تو (**مجھے دکھاؤ**) اور مجھے خبر دو (**کہ کیا پیدا کیا**) ہے (**اُنہوں نے زمین سے؟**)۔ یعنی زمین کے اوپر اور اُس کے نیچے جو چیزیں ہیں اُس میں کس چیز کے خالق تمہارے یہ بت ہیں۔ (**یا ان کی کچھ شرکت ہے آسمانوں میں؟**) یعنی آسمانوں کی تخلیق میں اُن کی شرکت رہی ہو؟

(**یا ہم نے دے رکھی ہے انہیں کتاب**) جو یہ بات بتانے والی ہے، کہ ہم نے ان کو اپنا شریک بنالیا ہے؟ (**تو وہ اُس**) کی وجہ (**سے کسی**) کھلی ہوئی (**دلیل پر ہیں**)۔ اور بت پرستی کی صحت پر آسمانی اور ربّانی سند رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ بھی نہیں، (**بلکہ نہیں وعدہ دیتے اندھیر والے ایک دوسرے کو مگر دھوکے کا**)۔ یعنی مشرکین کے رؤساء اور اشراف اپنے تابع اور پیروکاروں سے بتوں کی شفاعت کا جو وعدہ دیتے ہیں، وہ سراسر دھوکا ہے جس کا وجود نہیں۔

کفار و مشرکین، بالخصوص یہود و نصاریٰ، ایسی حرکت سے بھی باز نہیں آتے، جس سے وہ خود کو بڑی سی بڑی سزا کا مستحق بنالیتے ہیں۔۔ مثلاً: یہود نے حضرت عزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ یہ ایسی بڑی بات ہے، کہ یہ اس بات کے مستحق ہوگئے کہ اُن پر آسمان گر پڑے۔۔ یا ۔۔ زمین پھٹ جائے، اور یہ اُسی میں دفن ہو جائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ حلیم ہے، وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا اور توبہ کی مہلت دیتا ہے۔۔ تو۔۔

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا

بے شک اللہ روکے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ ہل سکیں۔۔ اگر ہل پڑیں، تو نہیں روک سکتا اُنہیں کوئی،

مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

اللہ کے بعد۔ بے شک اللہ حلم والا مغفرت والا ہے●

(**بے شک اللہ**) تعالیٰ (**روکے ہے آسمانوں**) کو گرنے سے (**اور زمین کو**) پھٹنے سے، (**کہ**)

اپنی جگہ سے (ہل سکیں)۔یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کواس لیے روک رکھا ہے، تاکہ وہ اپنی جگہ زائل نہ ہوجائیں، اس لیے کہ ممکن کو بقا کے حال میں نگاہ رکھنے والا ضرور چاہیے۔

۔۔المختصر۔۔ جب یہود و نصاریٰ نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے بیٹے ہونے کے ساتھ نسبت کیا، تو قریب تھا کہ آسمان اور زمین پھٹ جائیں۔حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنی قدرت سے اُن کو نگاہ رکھتا ہوں، تاکہ زوال نہ پائیں، یعنی اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں۔اور (اگر ہل پڑیں) اور زائل ہوجائیں، (تو نہیں روک سکتا انہیں کوئی اللہ) تعالیٰ (کے بعد)۔یعنی حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو انہیں زائل ہونے سے بچالے۔۔یا یہ کہ۔۔اگر اپنی جگہ سے ہٹ جائیں اور زائل ہوجائیں، تو کوئی نہیں جو اُن کے زائل ہونے کے بعد اُن کو اُن کی جگہ پر لائے خدا کے سوا۔(بے شک اللہ) تعالیٰ (حلم والا) اور بُردبار ہے، کہ یہود اور نصاریٰ پر عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔۔نیز۔۔ (مغفرت والا ہے) یعنی بخشنے والا ہے اُسے جو اِس بات سے رجوع کرکے اُس کی وحدانیت پر ایمان لائے، اور جان لے کہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ اُس کی صفت ہے۔۔۔

رؤساءِ قریش نے سنا تھا، کہ اہلِ کتاب نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی، تو آپس میں کہتے تھے کہ لعنت کرے اللہ یہود و نصاریٰ پر۔ یہ کیسے دو گروہ ہیں کہ اپنے پیغمبر کی تکذیب کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر کوئی پیغمبر ہمارے پاس آتا، تو ہم اُن سے زیادہ راہ پائے ہوئے ہوتے، اور اُس کی تصدیق میں بڑی جلدی کرتے۔حق تعالیٰ نے خبر دی۔۔۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى

اور قسم کھائی ان لوگوں نے اللہ کی، اپنے قسموں میں زور کی کہ "اگر آیا اُن کے پاس کوئی ڈرانے والا، تو ضرور ہو کر رہیں گے زیادہ

مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۲﴾

ہدایت والے کسی دوسری امت سے۔" پھر جب آگیا اُن کے پاس ڈرانے والا، تو نہیں بڑھی اُن میں مگر نفرت●

(اور قسم کھائی ان لوگوں نے اللہ) تعالیٰ (کی اپنے قسموں میں زور کی)۔ وہ قسم جو ان کے نزدیک ان میں رائج عام قسموں سے زیادہ مضبوط، طاقت ور اور واجب الوفاء ہوتی ہے۔(کہ اگر آیا اُن کے پاس کوئی ڈرانے والا، تو ضرور ہو کر رہیں گے زیادہ ہدایت والے کسی دوسری امت سے)، یعنی یہود و نصاریٰ وغیرھم سے۔(پھر جب آگیا اُن کے پاس ڈرانے والا)، یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، (تو نہیں بڑھی) اُس نذیر کے آنے سے (اُن میں، مگر نفرت)۔یعنی حق سے بھاگنا اور اُس سے دُور رہنا۔اور نہ بڑھایا ان میں مگر حکمِ الٰہی سے تکبر اور سرکشی۔۔۔

اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ

بڑا بننا زمین میں،اور برائی کی چالبازی کرنا،مگر اپنے ہی اوپر۔

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ

تو کیا انتظار کررہے ہیں وہی اگلوں کے دستور کا؟ تو ہرگز نہ پاؤ گے تم اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی۔۔

وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾

اور ہرگز نہ پاؤ گے تم اللہ کے قانون میں اُلٹ پھیر●

(بڑا بننا زمین میں اور بُرائی کی چالبازی کرنا)۔۔الغرض۔۔انہوں نے بہت ہی بُرا مکر کیا، یعنی اُس نذیر کو ہلاک کرنے کے لیے حیلے اور بہانے سوچے۔(اور) وہ چالباز یہ بھی نہ سوچ سکے، کہ (نہیں اُترتی بُری چالبازی مگر اپنے ہی اوپر)۔یعنی ہر مکر کرنے والے کا مکر احاطہ کرتا ہے اور اس کے اطراف وجوانب لے لیتا ہے۔اور جو کچھ کسی دوسرے کے باب میں اُس نے سوچا ہو، وہی اپنے بارے میں مشاہدہ کرتا ہے۔

اس کے لیے۔۔۔"چاہ کن راچاہ درپیش"۔۔۔کا محاورہ زبان زدِ خاص وعام ہے۔

(تو کیا) یہ تکذیب کرنے والے مکار (انتظار کررہے ہیں وہی اگلوں کے دستور کا)؟ اور امید نہیں رکھتے، مگر عادتِ الٰہی کی، جو اگلوں میں جاری تھی اور وہ اہلِ تکذیب پر عذاب اور مکاروں پر عقوبت ہے۔(تو ہرگز نہ پاؤ گے تم) اَے محبوب! (اللہ) تعالیٰ (کے دستور) اور اُس کی عادت (میں کوئی تبدیلی)۔یعنی عذاب کو ثواب سے کوئی نہیں بدل سکتا ہے۔(اور ہرگز نہ پاؤ گے تم اللہ) تعالیٰ (کے قانون میں اُلٹ پھیر)۔یعنی جو قانون تکذیب کرنے والوں اور مکاروں کے لیے ہے، تو وہ انہیں پر نافذ کیا جائے گا۔ایسا نہیں کہ اُن کے سوا دوسروں پر نافذ کردیا جائے۔۔یا۔۔جو قانون اگلے تکذیب کرنے والوں اور مکاروں پر نافذ کیے گئے، وہی موجودہ تکذیب کرنے والوں اور مکاروں کے لیے بھی ہیں۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا سیر نہیں کی اُنہوں نے زمین میں کہ دیکھیں کہ کیسا ہوا انجام اُن کا، جو اِن سے پہلے تھے،

وَکَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعْجِزَهٗ مِنْ شَیْءٍ

حالانکہ وہ زیادہ زوردار تھے اِن سے، اور نہیں ہے اللہ، کہ ہرا دے اُسے کوئی چیز

فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا ﴿۴۴﴾

آسمانوں اور نہ زمین میں۔ بے شک وہ علم والا قدرت والا ہے●

(کیا سیر نہیں کی انہوں نے) یعنی اہلِ مکہ نے (زمین میں، کہ دیکھیں) شام ویمن کی راہ میں، (کہ کیسا ہوا انجام اُن کا جو اِن سے پہلے تھے)۔ یعنی قومِ عاد اور قومِ ثمود۔ (حالانکہ وہ زیادہ زوردار تھے اِن سے) از روئے قوت۔ اور باوجود اس کے انہوں نے عذاب سے رہائی نہ پائی۔ اور ہر قوم کی ہلاکت کے آثار اُن کے شہر و دیار میں باقی ہیں۔ (اور نہیں ہے اللہ) تعالیٰ (کہ ہرا دے اُسے) اور عاجز کردے (کوئی چیز آسمانوں اور نہ زمین میں)۔ تو وہ جو چاہے کرے، کوئی بھی اس کے حکم پر پیش نہیں کرتا۔ (بے شک وہ علم والا) ہے سب چیزوں کے احوال جانتا ہے۔ اور (قدرت والا ہے) یعنی ان میں تصرف پر قادر ہے۔

وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ

اور اگر دھر پکڑ کرے اللہ لوگوں کی، جو کمائی کی انہوں نے، تو نہ چھوڑا ہوتا زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا،

وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ

لیکن وہ تو ڈھیل دے رہا ہے اُنہیں ایک مقرر وقت تک۔ پھر جب آ گیا اُن کا وقت، تو بے شک اللہ

کَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِیْرًا ﴿۴۵﴾

ع ۵ / ۸ / ۱۷

اپنے بندوں کا نگراں ہے●

(اور اگر دھر پکڑ کرے اللہ) تعالیٰ (لوگوں کی) اُس کے بدلے میں (جو) کفر و معصیت کی (کمائی کی انہوں نے، تو نہ چھوڑا ہوتا زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا) آدمیوں میں سے۔۔۔یا۔۔۔جن و انس میں سے۔

اور بعضوں نے کہا کہ سب حیوانات مراد ہیں، کہ بنی آدم کے گناہوں کی شامت سے

ہلاک ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں مشرکوں کے کفر کی نحوست سے سب جانور بھی ہلاک ہوئے۔ صرف وہی جانور بچے جو کشتی میں تھے۔ تو اِس وقت بھی اگر اُن کو گنہگاروں کے گناہ کے وبال میں پکڑیں، تو سب نیست و نابود ہو جائیں۔

(لیکن وہ تو ڈھیل دے رہا ہے انہیں ایک مقرر وقت تک) کے لیے۔ **(پھر جب آ گیا اُن کا)** مقررہ آخری **(وقت، تو بے شک اللہ)** تعالیٰ **(اپنے بندوں کا نگراں ہے)**۔ وہ جانتا ہے کہ ہلاک ہونے کا مستحق کون ہے اور نجات پانے کے قابل کون؟ تو ہر ایک کو اُس کے حال کے مطابق جزا دے گا۔

بعونہٖ تعالیٰ و بفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۱۴/ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۷/فروری ۲۰۱۲ء

بروز سہ شنبہ، سورۂ فاطر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ

بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوحُ وَبِحُرمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ

سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعونہٖ تعالیٰ و بفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۱۵/ربیع النور شریف ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۸/فروری ۲۰۱۲ء

بروز چہار شنبہ، سورۂ یٰسین شریف کی تفسیر شروع کردی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ،

بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوحُ وَبِحُرمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ

سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سُوْرَۃُ یٰسٓ ۳۶ مکیۃ ۴۱ — اٰیاتہا ۸۳ رکوعاتہا ۵

سُوْرَۃُ یٰسٓ

سورۂ یٰسین ۔۔ ۳۶ مکیہ ۴۱ — آیاتہا ۸۳ ۔۔ رکوعاتہا ۵
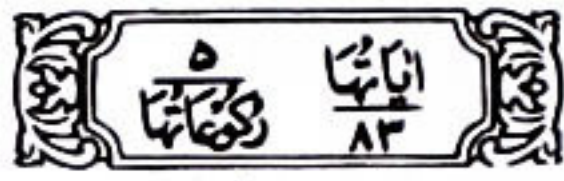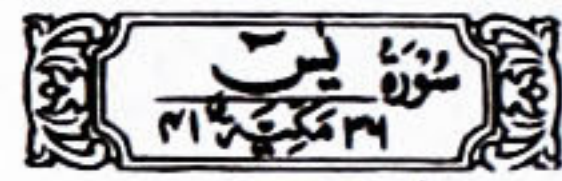
حروفِ مقطعہ میں سے ہرایک حرف ایک بھید ہے خزانۂ غیب کے بھیدوں میں سے، کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو اُس پر اطلاع دی، یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جواُن حروف کو لے کر نازل ہوئے، اُن کو بھی اُن کے بھید سے واقف نہیں کیا گیا۔ نبی کریم کے پاس یہ کلمات حضرت جبرائیل ہی لائے، مگراُن کے اسرار ورموز اپنے حبیب کو ربِّ علیم وخبیر نے بلا واسطہ تعلیم فرمائے۔

بعضے علماء نے یٰسین کی تفسیر میں کہا ہے، کہ یہ قرآن کا نام ہے۔ کسی نے کہا، کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ بعضوں نے کہا، یہ سورۃ کا نام ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کے جوسات نام قرآنِ کریم میں مذکور ہیں، اُن میں ایک یٰسین ہے۔ اِسی لیے اہلِ بیت کوآلِ یٰسین بھی کہا جاتا ہے۔

ایک قول ہے، کہ اُن سے انسان کی طرف اشارہ ہے، اور انسانیت کے ساتھ مخاطب آنحضرت ﷺ ہیں۔ اس واسطے کہ کمالِ انسانیت کی صفت حضرت ﷺ کے واسطے ثابت ہے۔ منقول ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا "ہر چیز کا ایک دِل ہے اور یٰسین قرآن کا دِل ہے"۔ شاید کہ کلمہ سین سید کی طرف اشارہ ہو، اور معنی یہ ہو، کہ 'یا سید البشر' اور حدیث "اناسید ولد آدم" ان حرفوں کی تفسیر ہو۔

جوکوئی سورۂ یٰسین پڑھے یا لکھے، وہ قرآنِ کریم کے بارہ[۱۲] پاروں کا ثواب پاتا ہے۔ اور اِس سورت کو 'مُتمّم' کہتے ہیں، اس لیے کہ اپنے پڑھنے والے پر دونوں جہاں کی نیکی تمام کر دیتی ہے۔ اور 'دافعہ' کہتے ہیں، اس لیے کہ سب بُرائیاں دفع کرتی ہے۔ اور 'قاضیہ' کہتے ہیں کہ پڑھنے والے کی سب حاجتیں پوری کرتی ہے۔ ایسی بابرکت، باعظمت، مشکل کشا، حاجت روا، اور دافع البلاء سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں ۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو اپنے سارے بندوں پر (بڑا) ہی (مہربان) ہے اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

یٰسٓ ۚ ﴿۱﴾

یٰسین●

منقول ہے کہ کفارِ مکہ نے کہا، کہ اَے محمد ﷺ، تم خدا کے رسول نہیں ہو، تو حق تعالیٰ نے فرمایا، کہ۔۔۔

(یٰسٓ) یعنی، اَے سید البشر!

وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾

قسم ہے حکمت والے قرآن کی● بے شک تم رسولوں سے ہو● سیدھی راہ پر●

(قسم ہے حکمت والے) یعنی قرآنِ مُحکم۔۔یا۔۔حق حکم کرنے والے۔۔یا۔۔صاحبِ حکمت **(قرآن کی● بے شک تم رسولوں سے ہو)** جنہیں خدا نے خلق کی طرف بھیجا ہے۔ جو تھے **(سیدھی راہ پر)** یعنی راہِ توحید پر۔۔یا۔۔تم بھیجے گئے ہو طریقۂ استقامت کے ساتھ، کہ وہ راہ مقصود تک پہنچادینے والی ہے۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ

اتارا ہوا عزت والے رحم والے کا● کہ ڈرسناؤ اُس قوم کو، جس کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے،

فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾

تو وہ بے خبری میں پڑے ہیں●

یہ قرآن **(اُتارا ہوا)** ہے بہت ہی غالب **(عزت والے رحم والے)** مہربان **(کا)**۔ اور اَے محمد ﷺ، تم رسولوں میں سے ہو، تا **(کہ)** تم **(ڈرسناؤ)** یعنی ڈراؤ عذابِ ربانی سے **(اُس قوم کو جس کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے، تو وہ بے خبری میں پڑے ہیں)**۔

اِس سے مراد اہلِ مکہ کے قریبی آباء واجداد ہیں، ورنہ اُن کے سلسلۂ نسب میں جو زیادہ اوپر اور بعید آباء ہیں، اُن کو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عذاب سے ڈرایا تھا، اور انہیں حضرت ابراہیم کی شریعت پہنچائی تھی۔ اور ان میں سے بعض لوگ وہ تھے، جنہوں نے مکمل طریقہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کی پیروی کی تھی۔ پھر اُس پر کافی زمانہ گزر گیا اور بے عملی اور جاہلیت اُن میں نفوذ کرتی رہی، حتی کہ جس زمانہ میں ہمارے نبی علیہ السلام کی

بعثت ہوئی، اُس زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کا صرف نام رہ گیا تھا۔

جن آیات میں یہ ذکر کیا گیا ہے، کہ اہلِ مکہ کے آباء کے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا، اُس سے مراد اُن کے سلسلۂ نسب میں قریب کے آباء ہیں۔ اور مطلقاً عذاب سے ڈرانا کسی زمانہ میں بھی منقطع نہیں ہوا، ورنہ بندوں پر اللہ کی حجت پوری نہیں ہوگی۔ اور جب ڈرانے والوں کی تبلیغ کے آثار مٹ گئے، تو نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔

اِس تفسیر کی بناء پر اِس آیت کا معنی یہ ہے، کہ اہلِ مکہ کے پاس عذاب سے ڈرانے کے لیے کوئی رسول نہیں آیا۔ اور اِس آیت کا یہ معنی نہیں، کہ اُن کے پاس مطلقاً کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اُن کو کسی عالم نے اللہ کے عذاب سے ڈرایا ہو، جو نبی نہ ہو، جیسے زید بن عمرو بن نفیل اور قُس بن ساعدہ وغیرہ۔

ڈرانے کے لیے نبی ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ ڈرانا تو عقلی دلائل سے بھی ہوسکتا ہے ۔۔لیکن۔۔بشیر ہونے کے لیے نبی ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ مخصوص اجر وثواب کی بشارت بغیر وحی کے نہیں ہوسکتی، اس لیے بشارت دینا صرف نبی کا کام ہے۔۔لیکن۔۔نذیر، نبی کے علاوہ عالم بھی ہوسکتا ہے۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا

یقیناً ٹھیک اُتر گئی بات اِن کے بہتیروں پر، تو وہ نہ مانیں گے ● بے شک ہم نے ڈال دیا

فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝

اُن کی گردنوں میں طوق، کہ وہ ٹھوڑی تک چڑھے ہیں، تو وہ رہ گئے منہ اُٹھائے ●

(یقیناً ٹھیک اُتر گئی) عذاب کی (بات اُن کے بہتیروں پر) یعنی۔۔۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

"ہم ضرور بھر دیں گے جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے"

۔۔۔کا کلمہ حق ہوا ان پر۔ (تو وہ) علمِ الٰہی میں ازلی کفار، جن کو خدا ازل میں جانتا تھا، کہ کفر ہی پر مریں گے ۔۔یا۔۔شرک پر قتل ہوں گے، جیسے ابوجہل اور اُس جیسے دوسرے، (نہ مانیں گے ● بے شک ہم نے ڈال دیا اُن کی گردنوں میں طوق، کہ وہ ٹھوڑی تک چڑھے ہیں، تو وہ رہ گئے منہ اُٹھائے)۔

یہ تمثیل مشرکوں کی ہے اس گروہ کے ساتھ جو گردن میں طوق ڈالے ہیں، جن کی گردن

اِدھر اُدھر گھوم نہیں سکتی بس اوپر کی طرف اٹھی رہتی ہے۔ منقول ہے کہ ابو جہل نے قسم کھائی کہ پیغمبر کو نماز میں دیکھے، تو آپ کا سر توڑ دے۔ ایک دن دیکھا، کہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے ہیں، پتھر اُٹھایا آپ کے پاس آیا، جب پتھر مارنے کو ہاتھ اُٹھایا، تو وہ ہاتھ اُسی کی گردن میں لپٹ گیا، اور پتھر اُس کے ہاتھ میں جم کر گردن میں رہ گیا، اور یہ آیت نازل ہوئی، کہ ہم نے اُس کو باز رکھا جس طرح طوق اور ہتھکڑی پہنے ہوئے آدمی کاموں سے باز رکھے جاتے ہیں۔

اور بعضوں نے کہا ہے، کہ قوم بنی مخزوم نے ابو جہل کا ہاتھ اُس کی گردن سے بمشکل تمام چھڑایا اور ایک مخزومی بولا، کہ میں جاتا ہوں اور اِسی پتھر سے محمد ﷺ کو قتل کرتا ہوں۔ جب آپ کے قریب آیا تو اندھا ہو گیا، اور یہ آیت نازل ہوئی۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا

اور بنا دیا ہم نے اُن کے آگے ایک روک، اور اُن کے پیچھے ایک روک،

فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٩﴾

پھر ڈھانک دیا اُنہیں، کہ وہ دیکھ نہ سکیں●

(اور بنا دیا ہم نے اُن کے آگے ایک روک، اور اُن کے پیچھے ایک روک، پھر ڈھانک دیا انہیں، کہ وہ دیکھ نہ سکیں)۔

محققین کا کہنا ہے، کہ سامنے کی آڑ بڑی بڑی امید کرنا ہے، اور پیچھے کی آڑ گزرے ہوئے گناہوں سے غفلت ہے۔ اور جس کو ایسی دو آڑیں گھیرے ہوں، تو دلائلِ قدرت میں نظر کرنے سے اُس کی آنکھ ڈھپی ہوگی، اور ایسے لوگ فلاح اور ہدایت کی راہ نہیں دیکھ سکتے۔

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠﴾

اور یکساں ہے اُن پر، خواہ ڈرایا تم نے اُنہیں، یا نہ ڈرایا، وہ نہ مانیں گے●

(اور یکساں ہے اُن پر خواہ ڈرایا تم نے انہیں، یا نہ ڈرایا، وہ نہ مانیں گے) اور ایمان نہ لائیں گے، اس واسطے کہ علمِ قدیم اور تقدیرِ ازلی خدائے حکیم کی کفر پر اُن کے قتل اور موت کا حکم لگا چکی ہے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ

تمہارا ڈرانا کام کرتا ہے اُس کے جو پیروی کرنے لگا ذکر کی، اور ڈرنے لگا اللہ مہربان کو بے دیکھے۔

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾

تو خوشخبری دو بخشش کی، اور باعزت اجر کی●

اَے محبوب! (تمہارا ڈرانا کام کرتا ہے اُس کے) حق میں، (جو پیروی کرنے لگا ذکر کی) یعنی قرآن کی اور اُس کی نصیحتیں قبول کرنے کو سنتا ہے۔ (اور ڈرنے لگا اللہ) تعالیٰ (مہربان کو بے دیکھے)، اُس چیز میں جو اُس سے غائب ہیں، یعنی امورِ آخرت میں۔۔یا۔۔ڈرتا ہے خدا سے پوشیدگی میں، یعنی چھپا ہوا اُس سے ڈرتا ہے خلق کی نظر میں نہیں۔ (تو) اَے محبوب! اُس ڈرنے والے کو (خوشخبری دو بخشش کی)، یعنی پچھلے گناہ بخشنے کی۔ (اور) آئندہ زمانہ میں (باعزت اجر کی) یعنی بہشت کی۔

اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ

بے شک ہم زندہ کریں مُردوں کو، اور لکھ لیتے ہیں جو وہ پہلے کر چکے، اور اُن کی پچھلی نشانیوں کو۔۔اور ہر چیز کا

اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾

شمار کرلیا ہم نے روشن رہنمائی کی کتاب میں●

(بے شک ہم زندہ کریں مُردوں کو) قبروں سے اُٹھا کر۔۔یا۔۔ہدایت فرما کر، (اور لکھ لیتے ہیں جو وہ پہلے کر چکے) نیکی۔۔یا۔۔بُرائی۔ (اور) ہم لکھتے ہیں (اُن کی پچھلی نشانیوں کو)، یعنی اُن کے پاؤں کے نشان کہ چل کر مسجد میں جاتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اُن کی خطائیں مٹا دیں گے اور ہر قدم پر عنایت کا نشان اُن کے صفحۂ اعمال پر کھینچا جائے گا۔ (اور ہر چیز کا شمار کرلیا ہم نے روشن رہنمائی کی کتاب میں)۔ ہم نے نگاہ رکھی ہیں۔۔یا۔۔ہم نے بیان کی ہیں اس دفتر میں جو پیشوا ہے کھلا ہوا، یعنی لوحِ محفوظ۔

نمازیوں میں سب سے زیادہ بزرگ وہ آدمی ہے مسجد میں جس کے آنے کی راہ بہت دُور ہو۔ اور بعضوں نے کہا **اٰثَارَ** عام ہیں اس بات سے کہ نیک ہو، جیسے علم جو لوگوں کو سکھائیں۔۔یا۔۔وہ وقف جو نیک مقاموں پر کریں۔۔یا۔۔جاری رہنے والا صدقہ، جیسے پل، سرا۔۔یا۔۔مسجد۔۔یا۔۔**اٰثَارَ** بد ہوں جیسے باطل امروں کو شائع کرنا، اور ظلم کی جڑ مضبوط کرنا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں سب **اٰثَارَ** لکھتا ہوں اور وقت پر ہر اَمر کے مناسب جزا دوں گا۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور دو انہیں مثال اُس آبادی والوں کی۔۔جب کہ آئے تھے اُن کے پاس قاصد لوگ ●

(اور) اَے محبوب! (دو انہیں) یعنی اہلِ مکہ کو (مثال اُس آبادی والوں کی، جب کہ آئے تھے اُن کے پاس قاصد لوگ)۔

منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان پر اٹھ جانے کے قبل شمعون الصنعا کے ساتھ ۲ دو حواریوں کو انطاکیہ کی طرف بھیجا کہ خلق کو خدا کی طرف بلائیں۔ یہ جب شہر کے قریب پہنچے، تو ایک بوڑھا آدمی دیکھا کہ بکریاں چَراتا ہے، اُسے سلام کیا۔ اُس نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ وہ بولے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہیں۔ خلق کو ضلالت کے جنگل سے منزلِ ہدایت کی راہ پر ہم بُلاتے ہیں۔

وہ بوڑھا بولا، کہ اپنا دعویٰ سچا ہونے پر کوئی دلیل بھی رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں ہم بیماروں کو اچھا کر دیتے ہیں، سفید داغ والے اور مادرزاد اندھے کو حالتِ صحت پر پھیر لاتے ہیں۔ بڈھا بولا، کہ برسوں گزر گئے کہ میرا بیٹا بیمار ہے اور طبیب اُس کے علاج سے عاجز ہیں، اگر تم اُس کے درد کی دوا کر دو، تو میں تمہارے خدا پر ایمان لاؤں۔

انہوں نے اُس بیمار کے سرہانے آکر دُعا کی، بیمار نے صحتِ کامل پائی۔ بس وہ بڈھا ایمان لایا، وہی حبیب نجار ہے، کہ اُسے صاحبِ یٰسین کہتے ہیں، جو ہمارے رسول کے زمانے سے چھ ۶۰۰ سو برس قبل آپ پر ایمان لایا تھا۔ ایمان میں سبقت لے جانے والوں میں سے ایک وہ بھی ہے۔ غرضیکہ حضرت عیسیٰ کے اُن دونوں بھیجے ہوئے آدمیوں کی خبر انطاکیہ میں مشہور ہوئی، اور سب بیماروں نے اُن کی برکت سے صحت پائی۔

شہر کے بادشاہ نے جو بت پرست تھا اُن شخصوں کی خبر پائی، اور اُن کی دعوت کے مضمون کی بھی خبر پائی، کہ یہ خدائے واحد کی طرف بندوں کو بُلاتے ہیں اور بت پرستی سے منع فرماتے ہیں۔ بس اُن کو قید خانے میں بھیج دیا اور شمعون اُن کے پیچھے آئے اور بادشاہ کے خواص سے دوستی اور آشنائی شروع کی، اور علم و حکمت کی وجہ سے بادشاہ کے مقرب ہو گئے، تو حق نے اُس قصے سے خبر دی۔۔۔

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا

جب کہ بھیجا ہم نے اُن کی طرف دو کو، پھر جھٹلایا اُنہوں نے اُن دونوں کو، پھر کمک بھیجا تیسرے کو، تو اُنہوں نے کہا،

اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿١٤﴾

کہ بلاشبہ ہم تمہاری طرف قاصد ہیں●

(جب کہ بھیجا ہم نے اُن کی طرف) یعنی انطا کیہ والوں کی طرف (دو کو)، جن کو ہمارے حکم سے عیسیٰ اور شمعون علیہما السلام نے اُن کی طرف بھیجا۔ چونکہ یہ ہمارے ہی حکم سے بھیجنا ہوا تھا، تو یہ ہمارا ہی بھیجنا قرار پایا۔ (پھر جھٹلایا اُنہوں نے اُن دونوں کو، پھر کمک بھیجا تیسرے کو)، یعنی اُس تیسرے کے ذریعہ ہم نے اُن کو قوت دی اور غالب کردیا۔

یہ تیسرے شمعون الصنعا تھے اور یہی صحیح ترین قول ہے۔ ویسے یہ بھی منقول ہے کہ وہ شمعان۔۔یا۔۔سلوم۔۔یا۔۔یونس تھے۔

(تو انہوں نے) یعنی ان تینوں نے اہلِ انطا کیہ سے (کہا، کہ بلاشبہ ہم تمہاری طرف قاصد ہیں) عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے۔۔یا۔۔اُن کے خلیفہ کے پاس سے۔تو اس شہر کے لوگ۔۔۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ

سب بولے کہ "تم نہیں ہومگر ہماری طرح بشر۔اور نہیں نازل کیا اللہ رحمٰن نے کچھ۔

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿١٥﴾

تم تو بس جھوٹ بولتے ہو"●

(سب بولے، کہ تم نہیں ہومگر ہماری طرح بشر) اکثر صفاتِ بشریہ میں، پھر تم کو رسالت کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ (اور نہیں نازل کیا اللہ) تعالیٰ (رحمٰن نے کچھ) کوئی چیز وحی اور رسالت میں سے۔ (تم تو بس جھوٹ بولتے ہو) اور اپنے دعوئ رسالت میں تم جھوٹے ہو۔

قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿١٦﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٧﴾

سب نے جواب دیا کہ "ہمارا رب جانتا ہے بے شک ہم تمہاری طرف قاصد ہیں● اور نہیں ہے ہم پر مگر صاف صاف پیغام رسانی"●

(سب نے جواب دیا، کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہاری طرف قاصد ہیں● اور نہیں ہے ہم پر مگر صاف صاف پیغام رسانی)۔ اور ہم اپنا کام کر چکے، اور ہم نے پیغام پہنچا دیا۔ اگر تم ہماری دعوت نہ قبول کرو گے، اور ہمارا دین نہ اختیار کرو گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔

قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَیَّرۡنَا بِکُمۡ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہُوۡا لَنَرۡجُمَنَّکُمۡ وَ لَیَمَسَّنَّکُمۡ

وہ سب بولے کہ "ہم نے بدفالی نکالی ہے تم سے، اگر تم لوگ نہ باز آئے تو ضرور پتھراؤ کریں گے ہم تم پر، اور ضرور پہنچے گا تمہیں

مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۸﴾

ہماری طرف سے دکھ والا عذاب"●

(وہ سب بولے، کہ ہم نے بدفالی نکالی ہے تم سے)، کہ جب سے تم اِس شہر میں آئے ہو مینھ نہیں برسا اور ہماری سب کھیتیاں خشک ہوگئیں۔ (اگر تم لوگ نہ باز آئے) اپنے دعویٰ سے (تو ضرور پتھراؤ کریں گے ہم تم پر)، اور اِس طرح مار ڈالیں گے ہم تم کو، (اور ضرور پہنچے گا تمہیں ہماری طرف سے) ہماری اس سنگباری سے (دکھ والا عذاب)۔

قَالُوۡا طَآئِرُکُمۡ مَّعَکُمۡ ؕ اَئِنۡ ذُکِّرۡتُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۱۹﴾

قاصدوں نے جواب دیا کہ "تمہاری بدفالی تمہارے ساتھ ہے، کیا یہی جو تمہیں نصیحت کی گئی ہے۔ بلکہ تم لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہو"●

(قاصدوں نے جواب دیا، کہ تمہاری بدفالی تمہارے ساتھ ہے)۔ یعنی تمہارے فاسد عقیدوں اور باطل عملوں کی شامت ہے۔ (کیا یہی) جواب ہے اُس کا (جو تمہیں نصیحت کی گئی ہے) کہ تم اِس سے بدفالی لیتے ہو اور مار ڈالنے کی دھمکی دیتے ہو؟ (بلکہ) سچی بات تو یہ ہے، کہ (تم لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہو)، یعنی ڈینگ مارنے والے اور حد سے گزرے ہوئے ہو۔

روایت ہے کہ شمعون بادشاہ کے ساتھ بتخانہ میں آئے اور حق تعالیٰ کو سجدہ کیا، لوگوں نے سمجھا کہ وہ بت کو پوجتے ہیں۔ بادشاہ اُن پر بڑا اعتماد کرنے لگا۔ بے اُن کے مشورہ کے کسی مہم پر قدم نہ مارتا۔ ایک دن شمعون نے پوچھا، کہ بادشاہ سلامت، میں نے سنا ہے کہ آپ نے دو مسافر غریب قید کیے ہیں، اُن کو قید کرنے کی کیا عِلّت ہے؟ بادشاہ بولا، کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تمہارے بتوں کے سوا اور خدا ہے۔ شمعون نے تعجب کی راہ سے کہا، کہ حکم کیجیے ذرا انہیں حاضر تو کریں، کہ وہ تو عجیب بات کہتے ہیں۔

بادشاہ نے حکم دیا وہ دونوں حاضر کیے گئے۔ جب انہوں نے شمعون کو دیکھا، تو اپنے دل میں خوش ہوئے اور دلیر ہوگئے۔ شمعون نے اُن سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ وہ بولے کہ ہم اُس کی عبادت کرتے ہیں جس نے زمین آسمان پیدا کیا۔ شمعون نے کہا کہ تمہارا خدا کیا کرتا ہے؟ وہ بولے کہ اندھوں کو آنکھوں والا کر دیتا ہے۔ شمعون نے بادشاہ

سے التماس کی اور کئی اندھے حاضر کیے گئے۔ شمعون نے اُن دونوں سے کہا، کہ بھلا اپنے خدا سے کہو، کہ اِن اندھوں کو آنکھوں والا کردے۔ انہوں نے دُعا کی، پس فوراً پلک مارتے ہی اُن اندھوں کی آنکھیں کھل گئیں۔

شمعون بولے کہ بادشاہ سلامت ہم بھی اپنے خداؤں سے درخواست کریں، کہ وہ بھی یہی کام کردکھائیں۔ بادشاہ نے چپکے سے کہا کہ شمعون تم نہیں جانتے کہ یہ خدا نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں، نہ کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔ شمعون نے دوبارہ کہا کہ جوانو! تمہارا خدا اور کیا کرسکتا ہے؟ وہ دونوں غریب بولے کہ مُردہ کو زندہ کرتا ہے۔ شمعون نے کہا، کہ اگر تمہارا خدا یہ کام کرتا ہے تو ہم سب اس پر ایمان لاتے ہیں۔ تو ایک بادشاہ کو جسے مرے ہوئے مدت گزر گئی تھی ۔۔یا۔۔ سات دن کے کسی مُردے کو اُنہوں نے دُعا کرکے زندہ کردیا۔ بس بادشاہ تمام قوم سمیت اُسی وقت ایمان لایا، اور کچھ لوگوں نے مؤمنوں کو ایذاء رسانی اور قتل کا قصد کیا۔ حبیب نجار کو خبر ہوئی، وہ اپنی جگہ سے اُس طرف متوجہ ہوا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا، کہ۔۔۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٠﴾

اور آیا شہر کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا، بولا کہ ”اے میری قوم! پیروی کرو اِن قاصدوں کی●

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢١﴾

تقلید کرو اِن اماموں کی، جونہیں مانگتے تم سے کوئی اُجر، اور وہ راہ پائے ہوئے ہیں“●

(اور آیا شہر کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا) اُن بھیجے ہوئے کو جتانے کے واسطے اور پہنچتے ہی **(بولا کہ اَے میری قوم! پیروی کرو اِن قاصدوں کی● تقلید کرو اِن اماموں کی، جونہیں مانگتے تم سے کوئی اجر)**، یعنی کچھ بدلا پیغام پہنچانے پر، **(اور وہ راہ پائے ہوئے ہیں)** خیر کے ساتھ دونوں جہان میں۔

بحمدہٖ تعالیٰ وبعونہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

١٦ ربیع النور شریف ١٤٣٣ھ۔۔مطابق۔۔٩ فروری ٢٠١٢ء

بروز پنج شنبہ بائیسویں [٢٢] پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِیْن یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

۲۳

وَمَالِیَ

باسمہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۲۰ ربیع النور شریف ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۱۳ فروری ۲۰۱۲ء

بروز دوشنبہ، تیئیسویں ۲۳ پارہ کی تفسیر شروع کردی۔ مولیٰ تعالیٰ

اس کی اور پورے قرآنِ پاک کی تفسیر کی تکمیل کی توفیقِ رفیق

عطا فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ، وَبِحَقِّ نٓ وَصٓ،

وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

وَمَا لِیَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ

اور میری کیا مجال کہ نہ پوجوں اُسے، جس نے بنایا مجھ کو، اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے● کیا بنالوں

مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُهُمۡ

اُس کے خلاف دوسرے معبود؟ کہ اگر چاہے خدائے مہربان میرا بُرا، تو کام نہ آئے میرے اُن کی سفارش

شَیۡـًٔا وَّ لَا یُنۡقِذُوۡنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیۡۤ اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۴﴾

کچھ، اور نہ وہ بچا سکیں● بلاشبہ جب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں●

(اور میری کیا مجال) ہے (کہ) اپنے قول و عمل سے سچائی کا اعتراف نہ کروں اور **(نہ پوجوں اُسے جس نے بنایا مجھ کو)** اور معدوم سے موجود کر دیا، **(اور اُسی کی)** جزا اور اُسی کے حکم کی **(طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے)** قیامت کے دن۔

اپنی طرف پیدا کرنے کی اضافت شکر ظاہر کرتا ہے اور پھر زندہ ہو کر اُٹھنے کی اضافت کافروں کے ساتھ زجر اور تہدید میں مبالغہ ہے۔۔تو۔۔

(کیا) یہ دانشمندی ہے کہ میں **(بنالوں اُس کے خلاف دوسرے معبود؟)** جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے، **(کہ اگر چاہے خدائے مہربان میرا بُرا)** اور کچھ ضرر مجھ کو پہنچائے، **(تو کام نہ آئے میرے اِن)** بتوں **(کی سفارش کچھ)**۔ یعنی بت مجھ سے بَلا کو دفع نہیں کر سکتے اور نہ ہی کرا سکتے ہیں، **(اور نہ وہ بچا سکیں)** اور نہ ہی رہائی دِلا سکیں۔۔الحاصل۔۔اگر میں اُس کو پوجوں جو نہ نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے اور نہ ضرر سے بچانے کی، اور جو نفع پہنچانے اور ضرر سے بچانے کی قدرت رکھتا ہے اُس سے ہاتھ اٹھالوں۔۔۔ **(بلاشبہ جب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں)**۔

جب کافروں نے حبیب نجار سے یہ بات سنی تو انہیں قتل کرنے کا قصد کیا، تو وہ پیغمبر کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔۔۔

اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّكُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ ﴿۲۵﴾ؕ

بے شک میں تو مان گیا تم لوگوں کے پروردگار کو، تو تم لوگ بھی سن رکھو!●

(بے شک میں تو مان گیا تم لوگوں کے پروردگار کو، تو تم لوگ بھی سن رکھو!) تا کہ کل قیامت کے دن میرے ایمان کی گواہی دو۔

بعضوں نے کہا کہ قوم کی طرف مخاطب ہو کر یہ بات کہی، اور قوم کے لوگ انہیں پتھر مارنے

لگے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، اور بازارِ انطاکیہ میں اُن کی قبر ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ لوگوں نے تو انہیں مار ڈالا، لیکن حق تعالیٰ نے انہیں پھر زندہ کر کے بہشت میں داخل فرمایا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اس بات پر ہیں کہ جب لوگوں نے انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا، تو حق تعالیٰ نے کرامت و بزرگی کی وجہ سے انہیں بہشت میں پہنچا دیا۔۔تو۔۔

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۗ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ

کہا گیا اُسے کہ "چلے جاؤ جنت میں۔" بولا، "اے کاش میری قوم جان لیتی ● جو بخش دیا مجھے میرے رب نے،

وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٧﴾

اور کر دیا مجھے باعزت لوگوں میں"●

(کہا گیا اُسے، کہ چلے جاؤ جنت میں)۔ جب وہ بہشت میں گئے، (بولا اے کاش! میری قوم جان لیتی ● جو بخش دیا مجھے میرے رب نے)۔ یعنی اے کاش! میری قوم اُس چیز سے واقف ہو جاتی جس کے سبب سے رب تعالیٰ نے میری بخشش فرما دی (اور کر دیا مجھے باعزت لوگوں میں)، یعنی اُن لوگوں میں جنہیں نوازا گیا اور بزرگی دی گئی۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ بھیجے ہوئے پیغام پہنچانے والے اور بادشاہ اور مؤمن سب قتل ہو گئے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ سب تو سلامت بچ گئے، فقط حبیب نجار قتل ہوئے۔۔یا۔۔ آسمان پر چلے گئے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ

اور نہیں اُتارا ہم نے اُس کی قوم پر اُس کے بعد کوئی لشکر آسمان سے،

وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿٢٨﴾

اور نہ ہم کو اتارنا تھا●

(اور نہیں اُتارا ہم نے اُس کی) یعنی حبیب نجار کی (قوم پر اُس کے) قتل۔۔یا۔۔آسمان پر اُٹھ جانے کے (بعد کوئی لشکر آسمان سے، اور نہ ہم کو اُتارنا تھا) کوئی لشکر کسی قوم کو ہلاک کرنے کے واسطے۔ یعنی کافر ایسے ذلیل وخوار اور بے مقدار ہیں، کہ انہیں ہلاک کرنے کے واسطے آسمانی لشکر کی ضرورت نہیں۔

اور جنگ بدر اور حنین کے دن آسمان سے فرشتے جو اُترے، یہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی تعظیم

کے واسطے تھا، نہ اس لیے کہ کافروں کا لشکر کسی حساب میں ہو۔

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ﴿٢٩﴾ يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ

نہ تھا اُن پر کوئی عذاب مگر ایک چیخ۔ اُسی وقت وہ بجھ کے رہ گئے● ہائے افسوس اُن بندوں پر۔۔

مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٠﴾

نہ آتا اُن کے پاس کوئی رسول، مگر یہ اُس سے ٹھٹھا کرتے رہتے●

(نہ تھا اُن پر) یعنی اہلِ انطاکیہ پر **(کوئی عذاب مگر ایک چیخ)**۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اُن کے شہر کے دونوں بازار گھیر کر ایک چیخ ماری، **(اُسی وقت وہ بجھ کے رہ گئے)** یعنی سب مر گئے، جیسے ایک ہی بار آگ بجھ جاتی ہے۔ **(ہائے افسوس اُن)** کافر **(بندوں پر)**! جنہوں نے عجیب وغریب اپنی روش بنا رکھی تھی۔۔ چنانچہ۔۔ **(نہ آتا اُن کے پاس کوئی رسول، مگر یہ اُس سے ٹھٹھا کرتے رہتے)** اور ہنسی مذاق میں اُس کی بات کو اُڑا دیتے اور سنجیدگی سے اُس پیغمبر کے پیغام پر غور نہ کرتے۔۔ تو۔۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾

کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ کتنی برباد کر دیں ہم نے اُن سے پہلے امتیں؟ کہ بلاشبہ وہ اُن کی طرف واپس نہیں ہوتیں●

وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾

اور نہیں ہیں سب، مگر یہ کہ سارے ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے●

(کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا) اور اُنہیں معلوم نہیں ہوا، **(کہ کتنی برباد کر دیں ہم نے اُن سے پہلے امتیں؟)**۔ اور وہ ایسا برباد ہوئیں **(کہ بلاشبہ وہ)** اب دُنیا میں **(اُن کی طرف واپس نہیں ہوتیں● اور نہیں ہیں سب مگر یہ کہ ہمارے سامنے)** میدانِ قیامت میں **(حاضر کیے جائیں گے)** جزا کے واسطے۔ یعنی ان کے اگلے کافروں میں سے جن کو ہم نے ہلاک کیا اور یہ مخالف جو پیچھے رہے، سب میدانِ حشر میں ہمارے حضور حاضر ہوں گے، اور اپنے افعال اور اقوال کے موافق جزا اور سزا پائیں گے۔ یعنی بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور محرومی کے قید خانہ میں ہمیشہ کے واسطے قید ہوں گے۔

وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿٣٣﴾

اور نشانی ہے اُن کے لیے مُردہ زمین، کہ زندہ فرما دیا ہم نے اُسے، اور نکالا ہم نے اُس سے غلہ، تو اُسے کھاتے ہیں●

وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿۳۴﴾

اور بنائے ہم نے اُس میں باغ کھجوروں کے، اور انگوروں کے، اور جاری کیے اُس میں چشمے●

لِيَاْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۵﴾

تا کہ کھائیں اُس کے پھل۔ اور نہیں کیا اُس کو اُن کے ہاتھوں نے، تو کیا شکر ادا نہ کریں گے؟●

(اور) ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے ایک (**نشانی ہے اُن کے لیے مُردہ زمین**) یعنی خشک بے گھاس، (کہ) مینھ کے سبب سے (**زندہ فرمادیا ہم نے اُسے**)، یعنی سرسبز وشاداب کردیا۔ (**اور نکالا ہم نے اُس سے غلّہ، تو اُسے کھاتے ہیں● اور بنائے ہم نے اُس میں باغ**) مختلف قسم کی (**کھجوروں کے اور**) مختلف انواع کے (**انگوروں کے، اور جاری کیے اُس میں چشمے● تا کہ کھائیں اُس کے پھل**) جن کا ذکر اوپر کیا گیا۔ مذکورہ بالا جن میووں، اناج وغیرہ کو یہ کھا رہے ہیں (اور) فائدہ اٹھا رہے ہیں، (**نہیں کیا اُس کو**) ظاہر ہونے میں (**اُن کے ہاتھوں نے**)۔ یعنی اُن میووں میں سے کھاتے ہیں جن میں ان کے ہاتھوں نے کچھ کام ہی نہیں کیا، محض قدرتِ الٰہی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (**تو کیا شکر ادا نہ کریں گے**) ان نعمتوں کے مقابل اور منعم کی پرستش نہ کریں گے؟

بعض عارفین نے اس آیت کی تفسیر میں بڑی ہی لطیف بات پیش کی ہے: فرماتے ہیں کہ اہلِ اشارت کی زبان پر اِس آیت کے معنی یہ ہیں کہ 'زمینِ دل' کو ہم نے زندہ کردیا 'عنایت کے مینھ' سے، اور پیدا کیا ہم نے اُس سے 'طاعت' کا دانہ، کہ روحیں اُس سے غذا پاتی ہیں۔ اور پیدا کیے ہم نے باغ 'ذکروں کے خرموں' اور 'شوقوں کے انگوروں کے' اور حکمت کے 'چشمے' اُس میں ہم نے جاری کردیے کہ مکاشفوں اور مشاہدوں کے پھلوں سے فائدہ لیتے ہیں۔ اور جو کام کہ انہوں نے کیے ہیں خیر اور صدقے، اُس کے نتیجوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔

کیا شکر گزاری نہیں کرتے؟ یعنی شکر کرنا چاہیے اُس ظاہری اور باطنی نعمت پر، تا کہ اس کی زیادتی کا سبب ہو۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہے کہ "اگر شکر کروگے تو البتہ زیادہ کروں گا میں"۔ زبانی اور اعتقادی شکر یہ ہے، کہ اِس بات کا پختہ عقیدہ رکھا جائے اور زبان سے بھی کہا جائے کہ۔۔۔

سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ

پاکی ہے اُس کی جس نے پیدا فرمائے جوڑے سارے اُن چیزوں سے، جنہیں زمین اگائے، اور خود اِن لوگوں سے،

وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور اُن چیزوں سے جس کو وہ نہیں جانتے●

(پاکی ہے اُس کی) تمام عیب سے اور ہر اُس شے سے جو اُس کی شان کے لائق نہیں، اور اُن تمام صفات سے مشرکین جن چیزوں سے اُس کا موصوف ہونا بیان کرتے ہیں۔۔الختصر۔۔اُن سب سے پاک اور بَری ہے (جس نے پیدا فرمائے جوڑے سارے)، یعنی اپنی قدرتِ کاملہ سے سب قسمیں اور نوعیں (اُن چیزوں سے جنہیں زمین اُگائے) جیسے چھوٹے بڑے درخت، (اور خود اُن لوگوں سے) یعنی بشر، مرد عورت۔(اور اُن چیزوں سے جس کو وہ نہیں جانتے) اقسامِ خلائق میں سے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ

اور نشانی ہے اُن کے لیے رات، کہ ہم کھینچ لیتے ہیں اِس سے دن کو، تو اُسی دم وہ اندھیرے میں ہیں● اور سورج

تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾

چلا کرتا ہے اپنے ٹھکانے۔یہ زبردست علم والے کا مقرر کیا ہوا ہے●

(اور) ہماری قدرت پر دوسری (نشانی ہے اُن کے لیے رات، کہ ہم کھینچ لیتے ہیں اُس سے دن کو)، یعنی دن کی روشنی اُس سے دُور کر دیتے ہیں، (تو اُسی دم وہ) آنے والے (اندھیرے میں ہیں۔ اور) اُس کی قدرت کی نشانی (سورج) ہے، جو (چلا کرتا ہے اپنے ٹھکانے) اور قرارگاہ کی طرف جو اُس کے واسطے ہے۔

قرارگاہ سے مراد حدِ معین ہے، کہ آفتاب کا دَور اُس پر تمام ہو۔

(یہ) یعنی اُس کا اپنی قرارگاہ کی طرف جانا، (زبردست علم والے کا مقرر کیا ہوا ہے)، جو غالب ہے اپنی قدرت کے سبب سے ہر مقدور پر اور جاننے والا ہے ہر معلوم کو۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾

اور چاند کے لیے مقرر فرما دیں، ہم نے منزلیں، یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی●

(اور چاند کے لیے مقرر فرما دیں ہم نے منزلیں) اُس کے سیر کی، جو کہ اٹھائیس[۲۸] ہیں بارہ[۱۲] بُرجوں میں، اس واسطے کہ ہر بُرج کا حصہ دو[۲] منزلیں اور ایک تہائی ہوتا ہے، اور ہر روز ایک منزل کے

قریب قطع کرتا ہے۔ اور 'منازلِ اجتماعیہ' میں اُس کا نور بڑھتا ہے اور 'منازلِ استقبالیہ' میں گھٹتا ہے، اور جھکنے اور کمان ہونے کی طرف میل کرتا ہے۔ (یہاں تک کہ) اخیر منزل میں باریکی، زردی اور کجی کے سبب سے **(پھر ہوگیا جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی)**، مانند اُس لکڑی کے جو یک سالہ شاخ خرما کی ہو، خشک اور ٹیڑھی، ہلال کی شکل۔

لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِؕ

نہ آفتاب کی مجال ہے کہ پکڑے چاند کو، اور نہ رات بڑھ جانے والی ہے دن پر،

وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور سب ایک دائرے میں تیر رہے ہیں●

(نہ آفتاب کی مجال ہے کہ پکڑے چاند کو)، یعنی چاند کو پا جائے اپنی تیز رفتاری سے، اس واسطے کہ چاند سب بُرجوں کو ایک مہینے میں قطع کرتا ہے، اور آفتاب ایک برس میں، تو آفتاب اگر جلد سیر کرنے میں چاند کے مثل ہو جائے، تو سال کی چاروں فصلیں اپنی وضع سے گر جائیں اور اُگنے والی چیزوں کے پیدا ہونے اور حیوانات کی زندگی میں خلل پڑ جائے۔ **(اور نہ رات بڑھ جانے والی ہے دن پر)**، کہ دن کی روشنی پر غالب آجائے اور ہر وقت رات ہی رات رہے، بلکہ رات دن کے پیچھے ہے۔

بعضوں نے کہا کہ دن رات سے اُن کی دونوں نشانیاں یعنی ماہتاب اور آفتاب مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آفتاب جلدی کی راہ سے ماہتاب کو نہیں پاتا ہے، تو ماہتاب بھی روشنی میں آفتاب سے بڑھ نہیں جاتا۔

(اور سب) ستارے آفتاب ماہتاب، وغیرہ **(ایک دائرے میں تیر رہے ہیں)**، یعنی اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پانی میں مچھلی تیر رہی ہے۔

وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾

اور ایک نشانی ہے اُن کے لیے یہ کہ ہمیں نے سوار کیا تھا کشتی والوں کو اُن کی نسل کے ساتھ، بھری کشی میں●

(اور) مذکورہ بالا قدرت کی نشانیوں کے ساتھ ساتھ **(ایک نشانی ہے اُن کے لیے یہ)** بھی، **(کہ ہمیں نے سوار کیا تھا کشتی والوں کو اُن کی نسل کے ساتھ بھری کشتی میں)**۔ 'ذریت' سے مراد اولاد ہیں، جنہیں تجارت کے لیے بھیجا جاتا تھا۔۔۔یا۔۔۔عورتیں اور بچے ہیں، جنہیں سفر میں ساتھ رکھا جاتا تھا۔

چونکہ اُن کے بچوں کو خشکی میں سفر کرنے کی قوت نہیں، تو اُن کے واسطے ہم نے کشتی مقرر کردی۔

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ

اور پیدا فرمایا ہم نے اُن کے لیے بھی اُسی قسم کی سواریاں کہ سوار ہوں● اور اگر ہم چاہیں تو ڈبو دیں اُنہیں، تو نہ اُن کا کوئی فریادرس ہو،

وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٤٤﴾

اور نہ یہ بچائے جائیں● مگر ہماری رحمت، اور ایک وقت تک رہنے دینا●

(اور پیدا فرمایا ہم نے اِن کے لیے بھی اُسی قسم کی سواریاں کہ سوار ہوں)۔

جیسے ڈونگا یعنی چھوٹی کشتی۔۔بجرا۔۔چھوٹی ناؤ، اور پٹیلا یعنی بیڑا بانسوں کو باندھ کر سطح آب پر بنایا ہوا چبوترا جو کشتی کا کام دیتا ہے۔بعض نے کہا اونٹ مراد ہیں، جو گویا میدانوں کی کشتی ہیں۔

(اور اگر ہم چاہیں تو ڈبو دیں انہیں) یعنی کشتی والوں کو، **(تو نہ کوئی اُن کا فریادرس ہو)** جو انہیں ڈوبنے سے بچائے، **(اور نہ یہ بچائے جائیں)** موت سے، **(مگر)** یہ کہ **(ہماری رحمت)** ہو جائے اُن پر **(اور)** ان کو فائدہ دیں اس طرح کہ **(ایک وقت تک)** یعنی اس زمانہ تک، کہ اُن کی اجل اُن تک پہنچ آئے ان کا **(رہنے دینا)** باقی رکھنا، تاکہ وہ رہ سکیں اور اس وقت تک متاعِ دُنیا سے عارضی فائدہ حاصل کرتے رہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٥﴾

اور جب حکم دیا گیا اُنہیں کہ "ڈرو جو تمہارے سامنے نقد ہے، اور جو تمہارے پیچھے وعدہ ہے، کہ تم رحم کیے جاؤ"●

(اور جب حکم دیا گیا انہیں، کہ ڈرو جو تمہارے سامنے نقد ہے)، یعنی ڈرو اُس عذاب سے جو تم سے پہلے تکذیب کرنے والے گروہوں کو پہنچا، **(اور جو تمہارے پیچھے وعدہ ہے)**، یعنی ڈرو اُس عذاب سے بھی جو تمہارے پیچھے ہے، یعنی آخرت میں ہونے والا ہے۔مراد یہ ہے کہ ایمان لاؤ تا **(کہ تم رحم کیے جاؤ)**۔مگر ان کا حال یہ ہے کہ اِنکار کر کے لڑائی جھگڑا بڑھاتے ہیں۔

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٦﴾

اور نہیں آئی اُن کے پاس کوئی نشانی، اُن کے رب کی نشانیوں سے، مگر وہ منہ پھیرے ہیں●

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ۙ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ

اور جب حکم دیا گیا اُنہیں کہ "خیرات کرو اُس سے، جو روزی دی تمہیں اللہ نے،" جواب دیا کافروں نے

اٰمَنُوۡۤا اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطۡعَمَہٗۤ ٭ۖ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۴۷﴾

مسلمانوں کو کہ "کیا ہم کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟" تم بس کھلی گمراہی میں ہو●

(اور نہیں آئی اُن کے پاس کوئی نشانی اُن کے رب کی نشانیوں سے) یعنی قرآن ۔۔یا۔۔ وحدت کی دلیلوں میں سے، (مگر وہ منہ پھیرے ہیں) اور اُس کو ماننے اور قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں۔ اُن کی دیدہ دلیری، تلخ کلامی (اور) کج فکری کا عالَم یہ ہے کہ (جب حکم دیا گیا اُنہیں، کہ) محتاجوں اور ضرورتمندوں پر (خیرات کرو اُس سے جو روزی دی تمہیں اللہ) تعالیٰ (نے، جواب دیا کافروں نے مسلمانوں کو) اور بطورِ استہزا بولے، (کہ "کیا ہم کھلائیں جسے اللہ) تعالیٰ (چاہتا تو خود کھلا دیتا) یعنی تمہارے زعم میں خدا خلق کو رزق پہنچانے پر قادر ہے، تو چاہیے کہ اُن کو کھانا دیتا۔ جب اُسی نے نہ دیا، تو ہم بھی نہیں دیتے۔ تو اَے مسلمانو! (تم بس کھلی گمراہی میں ہو) کہ ہم کو مشیتِ الٰہی کے خلاف کرنے کا حکم کرتے ہو۔"

اور اُن کی یہ بات خطا اور غلط تھی، اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے بعضے لوگوں کو مالدار کیا ہے اور بعضوں کو فقیر، اور امتحان کے واسطے حکم فرمایا کہ مالدار مال میں سے جو خدا نے مقرر کیا ہے محتاجوں کو بہرہ مند کریں، تو مشیت کو بہانہ کرنا اور خرچ کرنے کے باب میں جو خدا نے حکم فرمایا ہے اُسے چھوڑ دینا، محض خطا اور نرا ظلم و جفا ہے۔

وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۴۸﴾ مَا یَنۡظُرُوۡنَ

اور کہتے ہیں کہ "کب ہے یہ وعدہ؟ اگر تم سچے ہو"● نہیں انتظار کرتے

اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً تَاۡخُذُہُمۡ وَ ہُمۡ یَخِصِّمُوۡنَ ﴿۴۹﴾

مگر ایک چیخ کا، جو گرفتار کرلے اُنہیں، اِس حال میں کہ وہ جھگڑ رہے ہیں●

(اور) اس کھلی ہوئی گمراہی میں رہنے والے کافر (کہتے ہیں، کہ کب ہے یہ وعدہ) کیا ہوا تمہارا؟ یعنی قیامت قائم ہونا اور دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کا وقت، بتاؤ (اگر تم سچے ہو)۔ یہ قیامت کا انتظار کرنے والے غافل، (نہیں انتظار کرتے مگر ایک چیخ کا، جو گرفتار کرلے اُنہیں اِس حال میں کہ وہ

جھگڑ رہے ہیں)۔۔الغرض۔۔جس چیز کے وہ منتظر ہیں وہ ایک سخت آواز ہے، کہ لے لے اُن کو یعنی 'نفخۂ صاعقہ' جو کہ 'نفخۂ فزع' کے بعد ہے جو اُن کو لے لے گا، درانحالیکہ وہ اس وقت سودے اور معاملہ میں لڑائی جھگڑے کے ساتھ مشغول ہوں گے اور دُنیا کے کام بنا رہے ہوں گے، کہ حضرت اسرافیل ایک بار صور پھونکیں گے اور تمام خلق وہیں مر جائیں گے، مگر جسے اللہ بچائے۔۔۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ

تو نہ کوئی وصیت کر سکیں گے، اور نہ اپنے لوگوں کی طرف واپس ہوں گے● اور پھونکا گیا صور،

فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

تو اُسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے●

(تو نہ کوئی وصیت کر سکیں گے) ان لوگوں کو جو ان کے پاس حاضر ہوں، (اور نہ اپنے) غیر حاضر (لوگوں کی طرف واپس ہوں گے) یعنی بازار سے گھر جانے کی مجال نہ پائیں گے۔(اور) چالیس برس کے بعد دوبارہ (پھونکا گیا صور، تو اُسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے)۔ یہ چالیس برس کافروں پر عذاب نہ ہوگا۔۔چنانچہ۔۔جب اُٹھائے گئے، تو۔۔۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ

بولے "ہائے افسوس ہم پر، کس نے اٹھا دیا ہمیں ہماری خواب گاہ سے"۔۔۔"یہ ہے جس کا وعدہ فرمایا تھا اللہ مہربان نے،

وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور سچ بتایا تھا رسولوں نے"●

(بولے ہائے افسوس ہم پر! کس نے اُٹھا دیا ہمیں ہماری خواب گاہ سے) یعنی ہماری قبروں سے، تو فرشتے جواب دیں گے، کہ (یہ ہے جس کا وعدہ فرمایا تھا اللہ) تعالیٰ (مہربان نے)، یعنی خدا نے جو بعث ونشر کا وعدہ کیا تھا اور تم کہتے تھے کہ "کب ہے یہ وعدہ"۔(اور سچ بتایا تھا رسولوں نے) قبروں سے اُٹھنے اور جزا پانے کے باب میں، اور تم نے اُن کا کہا باور نہ کیا، کہ۔۔۔

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

یہ نہ ہوگی مگر ایک چیخ، تو اب وہ سارے ہمارے سامنے حاضر کر دیے گئے ہیں●

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

تو آج کے دن نہ ستایا جائے گا کوئی کچھ بھی، اور نہ بدلا دیے جاؤ گے، مگر جو تم لوگ کر چکے ہو●

(یہ) قیامت (نہ ہوگی مگر ایک چیخ)، یعنی 'نفخۂ اخیر' کا ایک نعرہ، یعنی ایک ہی نفخہ کے ساتھ زندہ ہو جائیں گے، (تو اب وہ سارے ہمارے سامنے حاضر کردیے گئے ہیں● تو آج کے دن) جو جزا کا دن ہے، (نہ ستایا جائے گا کوئی کچھ بھی)۔ یعنی نہ تو اُن کے ثواب میں سے گھٹائیں گے اور نہ عذاب میں بڑھائیں گے۔ جس قدر جزا۔۔یا۔۔سزا کے مستحق ہیں اُسی قدر پائیں گے۔ (اور نہ بدلا دیئے جاؤ گے) اَے اہلِ محشر! (مگر جو تم لوگ کر چکے ہو) بھلا اور بُرا۔۔تو۔۔

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾

بے شک جنت والے آج کے دن اپنے مشغلوں میں خوش خوش ہیں●

(بے شک جنت والے آج کے دن اپنے مشغلوں میں خوش خوش ہیں) شاداں اور نازاں، میوے کھاتے، مزے اُڑاتے۔

اور وہ کام حوروں کا قرب۔۔یا۔۔حمدِ الٰہی کے ترانے، اور تسبیح و تہلیل کے نغمات کی سماعت ۔۔یا۔۔آپس کی ملاقات۔۔یا۔۔خدا کا مہمان ہونا۔۔یا۔۔نعمت حاصل کرنے میں مشغول ہوں گے۔ اور دوزخیوں کے امور اور عذابوں میں تامل کرنے سے فارغ ہوں گے۔۔یا۔۔ خدا انہیں ایسے شغل میں مشغول فرمائے گا، کہ جو لوگ دوزخ میں ہوں گے انہیں یہ بھول جائیں گے، اس واسطے کہ انہیں یاد کرنے میں عیش میں خلل پڑے گا۔

'بحر الحقائق' میں ہے، کہ اصحابِ جنت سے طالبانِ بہشت مراد ہیں، کہ اُن کو جنت کی نعمتیں ہی مقصود تھیں، حق تعالیٰ انہیں نعمتیں حاصل کرنے میں مشغول کرے گا۔ اور یہ حال اگرچہ دوزخیوں کے بہ نسبت بڑی نعمت ہے، مگر طالبانِ حق کی نسبت بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ اور اس جگہ سے اَكْثَرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْبُلْهُ کا بھید مل سکتا ہے، کہ عام طور سے جنتی بھولے اور سادہ لوح ہوتے ہیں۔

روایت ہے کہ یہ آیت شبلی قدس سرہ کے سامنے پڑھی، تو انہوں نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے، اور جب ہوش میں آئے تو بولے، کہ بیچارے اگر جانیں کہ کس سے غافل ہو کر کس

چیز میں مشغول ہیں، تو ابھی ہلاکت میں پڑیں۔ شیخ الاسلام انصاری قدس سرہ نے فرمایا کہ بہشت کی نعمتوں میں مشغول ہونا تمام مومنوں کا حصہ ہے، لیکن مقربانِ حضرت 'مطالعہ شہود' اور 'ملاحظہ نورِ وجود' سے ایک لحظہ نعمتِ بہشت کی طرف مشغول نہ ہوں گے۔

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِــُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ

وہ اور اُن کی بیبیاں سایوں میں، اپنے اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہیں● اُن کے لیے اُس میں میوہ ہے،

وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾

اور اُن کے لیے جو مانگ لیں●

(وہ) یعنی اصحابِ جنت **(اور اُن کی بیبیاں)** جو دُنیا میں تھیں۔۔یا۔۔حوریں **(سایوں میں)** عالی شان مکانوں کے، یعنی ایسے مقام پر جو حرارتِ آفتاب سے دُور ہوگا، **(اپنے اپنے)** آراستہ **(تخت پر تکیہ لگائے ہیں)**۔

تخت پر تکیہ لگانا تنعم کی دلیل ہے۔

(اُن کے لیے اُس میں میوہ ہے، اور اُن کے لیے جو مانگ لیں) جو کچھ چاہیں اور جو آرزو کریں۔

حضرت ابنِ عباس سے روایت ہے، کہ کھانے پینے کی چیزوں میں سے جنتی جو کچھ خیال کرے گا، بے اُس کے زبان پر لائے اُسے اپنے سامنے حاضر دیکھے گا۔۔۔

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴿۵۸﴾

اُن پر سلام ہے۔۔ربِ رحیم کا فرمایا ہوا●

(اُن پر سلام ہے ربِّ رحیم کا فرمایا ہوا)۔

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اہلِ بہشت اپنی نعمتوں میں ڈوبے ہوں گے کہ ناگاہ ایک نور اُن پر ظاہر ہوگا، جب وہ سر اُٹھائیں گے، تو حضرت رب العزت فرمائے گا:

"سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ یَااَهْلَ الْجَنَّةِ"

سلام ہو تم پر! تم خوب رہے، تو جاؤ اُس میں ہمیشہ رہنے کو اے جنت والو!۔۔۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

اور الگ کھسکو آج اَے مجرم لوگو!●

(اور الگ کھسکو آج اَے مجرم لوگو!) یعنی اَے مشرکو! موحدوں سے اور اَے منافقو! مخلصوں سے جدا ہو جاؤ، اس واسطے کہ تم کو دشمنوں کے قید خانہ میں ہنکاتے ہیں اور انہیں دوستوں کے باغ میں بُلاتے ہیں۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

کیا نہیں عہد لیا تھا میں نے تمہارا اَے اولادِ آدم! کہ "نہ پوجنا شیطان کو، کہ بلاشبہ وہ تمہارا کھلا ہوا

مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ

دشمن ہے● اور یہ کہ پوجو مجھے۔۔ یہی سیدھا راستہ ہے"● اور بے شک اُس نے گمراہ کر دیا

مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾

تم میں سے بہت مخلوق کو، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟●

(کیا نہیں عہد لیا تھا میں نے تمہارا اَے اولادِ آدم!) اور کیا نہیں حکم کیا تھا تم کو؟ (کہ نہ پوجنا شیطان کو)، یعنی شیطان کے کہنے سے بتوں کی پرستش نہ کرنا۔ کیوں (کہ بلاشبہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے) اور تمہارے باپ آدم کے ساتھ اُس کی دشمنی سب پر ظاہر ہے۔ (اور) کیا نہیں عہد لیا تھا میں نے (یہ، کہ پوجو مجھے) ہی۔ کیوں کہ (یہی سیدھا راستہ ہے) جنت کا۔ (اور بے شک اُس نے گمراہ کر دیا تم میں سے بہت مخلوق کو) تم سے پہلے، (تو کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے) اس بات کی، کہ خود کو اُس کے ہاتھ کی گرفت اور اُس کے پھندے میں آنے سے بچاتے رہتے اور اُس کے فریب میں نہ آتے۔ اور اَے کافرو!۔۔۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾

یہ ہے وہ جہنم، جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا● جاؤ اِس میں آج جو کفر کیا کرتے تھے●

(یہ ہے وہ جہنم جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا) دُنیا میں، تو (جاؤ اِس میں آج) بہ سبب اُس کے (جو کفر کیا کرتے تھے)، حق کو چھپاتے تھے اور پیغمبروں کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ

آج کے دن مہر لگادیں گے ہم اُن کے مونھوں پر، اور گفتگو کریں گے ہم سے اُن کے ہاتھ، اور گواہی دیں گے اُن کے پاؤں،

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

جو وہ کمائی کرتے تھے●

(آج کے دن مہر لگادیں گے ہم اُن کے مونھوں پر)، تاکہ کہہ نہ سکیں کہ ہم مشرک نہ تھے اور ہم نے رسولوں کی تکذیب نہیں کی اور شیطان کو ہم نے نہیں پوجا۔ الحاصل۔۔ اُن کی زبان اِس طرح کی غلط بیانی نہ کرسکے۔ اُس کی گویائی کی طاقت سلب کرلی جائے گی۔ **(اور گفتگو کریں گے ہم سے اُن کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں)** اس کی کہ دُنیا میں ان سے **(جو وہ کمائی کرتے تھے)**۔

'کشف الاسرار' میں فرمایا ہے کہ جس طرح دشمنوں کے ہاتھ پاؤں اُن کے بُرے کاموں کی گواہی دیں گے، اُسی طرح دوستوں کے ہاتھ پاؤں اُن کی طاعت اور عبادت پر گواہی دیں گے۔ جیسا کہ آثار میں وارد ہوا ہے، کہ حق تعالیٰ بندہ مؤمن سے خطاب کرے گا، کہ کیا لایا ہے؟ تو وہ بندہ مؤمن شرمائے گا کہ اپنی عبادات اور طاعات اور خیرات شمار میں لائے، تو حق تعالیٰ اُن کے اعضاء سے بات کروائے گا اور ہر ایک عضو اپنے اعمال کہیں گے، یہاں تک کہ انگلیاں تسبیحوں کی گواہی دیں گی۔ ظاہر ہے کہ یہ سب بھی قدرتِ خداوندی ہی کے مظاہرے ہیں۔ مزید اپنی مشیت وقدرت کی شان سمجھانے کے لیے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔۔۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

اور اگر ہم چاہتے، تو ضرور چوپٹ کردیتے اُن کی آنکھیں، تو راستے میں دوڑتے پھرتے، پھر بھی کہاں دیکھ سکتے●

(اور) واضح انداز میں بیان فرما رہا ہے، کہ **(اگر ہم چاہتے تو)** دُنیا ہی میں **(ضرور چوپٹ کردیتے اُن کی آنکھیں)** اور اُن کی بصارت کو زائل کردیتے، **(تو راستہ میں دوڑتے پھرتے، پھر بھی کہاں دیکھ سکتے)**۔ اپنے جانے بوجھے راستہ پر چلنا کیا اُن کے لیے ممکن رہتا؟

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع

اور اگر ہم چاہتے، تو ضرور صورتیں بدل دیتے اُن کی اُن کے مقام پر، تو نہ آگے چل سکتے اور نہ واپس ہوسکیں●

(اور) یوں ہی **(اگر ہم چاہتے تو ضرور صورتیں بدل دیتے اُن کی اُن کے مقام پر)** یعنی اگر

ع ۱۷ ۲

ہم چاہتے تو مشرکینِ اہلِ مکہ کی صورتوں کو مسخ کر کے کسی قبیح جانور کی صورت میں تبدیل کر دیتے، جیسے بعض بنی اسرائیل کی صورتوں کو مسخ کر کے خنزیر کی شکل سے تبدیل کر دیا تھا، اور ان کو درجہء انسانیت سے گرا کر حیوانیت کے درجہ میں لا کھڑا کر دیا تھا۔ تبدیلی کی شکل یہ بھی ہے کہ اُن کو پتھر کی شکل سے تبدیل کر دیں اور اُن کو درجہء حیوانیت سے بھی گرا دیں، **پھر (تو) وہ (نہ آگے چل سکتے اور نہ واپس ہو سکیں)۔**

یعنی اگر وہ کسی جگہ جانا چاہیں تو نہ جا سکیں، اور لَوٹنا چاہیں تو نہ لَوٹ سکیں، کیونکہ بصارت سے محروم ہونے کے بعد انہیں راستہ کس طرح دکھائی دیتا۔ یہ تو ہمارا رحم اور حلم ہے، کہ ہم نے ایسا نہیں کیا۔ اور اگر ہم اُنہیں پتھر بنا دیتے، تو وہ پتھر کی طرح ایک جگہ پڑے رہتے اور اُن کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن نہ ہوتا۔

مسخ کی صورت میں بھی اگر اُن کو بندروں اور سووروں کی شکل میں تبدیل کر کے اُن کی جگہ پر ٹھنڈا کر دیا جائے، تو بھی نہ وہ آگے چل سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی پچھلی شکل وصورت کی طرف واپس آ سکتے ہیں۔ ابھی اوپر آنکھوں کو چوپٹ کر دینے اور صورت کو بدل دینے کی جو بات مذکور ہوئی، یہ دونوں باتیں ربِّ قدیر کی قدرت سے باہر نہیں ہیں۔ اُس کی قدرت کا عالَم تو یہ ہے، کہ صاف۔۔۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور جس کی عمر ہم دراز کریں، تو اُس کو الٹا دیں پیدائش میں، تو کیا یہ لوگ عقل نہیں رکھتے؟●

(اور) واضح لفظوں میں ارشاد فرماتا ہے، کہ **(جس کی عمر ہم دراز کریں، تو اُس کو الٹا دیں پیدائش میں)** یعنی قوت کو ضعف اور جسم کی باڑھ کو کمی سے، اور دانائی کو نادانی سے ہم بدل دیتے ہیں۔ **(تو کیا یہ لوگ عقل نہیں رکھتے)**؟ کہ سمجھیں کہ جو کوئی صورت بنانے اور بدل دینے پر قادر ہے، وہ مٹا دینے اور مسخ کر دینے پر بھی قادر ہوگا۔ کافروں کی بے عقلی کا حال یہ ہے، کہ قرآنِ کریم کو شعر اور نبی کریم کو شاعر کہہ دیا۔ اِس غلط۔۔۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾

اور نہیں تعلیم دی یہ ہم نے آنحضرت کو شاعری کی، اور نہ اندازِ شاعری اُن کے لائق ہے۔ یہ نہیں ہے مگر نصیحت، اور روشن قرآن●

(اور) باطل خیال کے رَد میں حق تعالیٰ فرماتا ہے، کہ (نہیں تعلیم دی یہ ہم نے آنحضرت کو شاعری کی، اور نہ) ہی (اندازِ شاعری اُن کے لائق ہے)۔ اس لیے کہ شعر متکلّف اور مصنوعی و بناوٹی وزن وقافیہ کے طریقہ کا نام ہے، اور وہ خیالاتِ فاسدہ واوہامِ ضعیفہ پر مبنی ہے، اور یہ بات 'کلامِ منزہ و مقدس' کی شان کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کلامِ الٰہی فنونِ حکمت واحکام سے پُر ہے۔ کلامِ بشر کو اُس سے معمولی سی مناسبت بھی نہیں۔ اِس سے دارین کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ نامعلوم اِن بدبختوں کو کیا سوجھی کہ اِسے شعر کہہ دیا۔ کہاں شعر اور کہاں یہ محبوبانہ حکیمانہ کلام۔

شعرِ منطقی تو اقوالِ کاذبہ اور خیالاتِ فاسدہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور جو اصطلاحی شعر ہے، اُس میں بھی بالقصد قافیہ وردیف وغیرہ کی رعایت لازمی ہے۔ اس لیے بلاقصد اگر کبھی موزوں کلام زبان سے نکل جائے، تو وہ نہ تو منطقی شعر ہے اور نہ ہی اصطلاحی۔ منطقی شعر اس لیے نہیں، کہ منطقی شعر میں جھوٹ ضروری ہے، اور اصطلاحی شعر اس لیے نہیں ہے کہ اُس میں قصد وارادہ ضروری ہے۔

کافروں نے نبی کو شاعر اور قرآن کو شعر بطورِ 'مدح' نہیں کہا تھا، بلکہ اُس معنی میں کہا تھا جو اُن کے ماحول میں معروف ومروج تھا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ شعر وشاعری آپ ﷺ کے لائق کیسے ہوسکتی ہے۔۔تو۔۔

(یہ) کلامِ بلاغت نظام (نہیں ہے مگر نصیحت اور روشن قرآن)، یعنی کھلی ہوئی کتاب معانی اور حقائق میں۔۔یا۔۔جو احکام اور حدود ہم نے بھیجے اُن کو ظاہر کرنے والی ہے۔

لِّيُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۝

تاکہ ڈرائے جو زندہ ہو، اور ٹھیک کردے حجت کافروں پر●

(تاکہ ڈرائے) اور فائدہ دے اُس کو (جو زندہ ہو)، یعنی زندہ دل ہو۔ یعنی عقل وفہم والا ہو، اس واسطے کہ غافل اور جاہل، مُردہ کے مثل ہے۔

۔۔یا۔۔

اُسے جو علمِ الٰہی میں مؤمن ہے، اس واسطے کہ 'حیاتِ ابدی' اور بقائے سرمدی' ایمان کے سبب سے ہے۔ اور مؤمن کے ساتھ ڈرانے کی تخصیص اِس جہت سے ہے کہ وہ ڈرانے سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ (اور) علاوہ ازیں (ٹھیک کردے حجت کافروں پر) جو قرآن کو قبول نہیں کرتے۔

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِكُوۡنَ ﴿٧١﴾

کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا، کہ ہم نے پیدا فرمایا اُن کے لیے اپنے ہاتھوں سے چوپایوں کو، تو وہ اُن کے مالک ہیں●

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا، کہ ہم نے پیدا فرمایا اُن کے لیے اپنے ہاتھوں سے) اُس چیز میں سے جو کیا، اور بنایا ہم نے بے واسطہ اور بے شرکت اور بے وکالت۔ یعنی ہم یکتا تھے اُسے پیدا کرنے میں لوگوں کے درمیان۔

یہ مثل ہے کہ جو کام کوئی تنہا کرتا ہے، تو کہتا ہے کہ میں نے یہ کام اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، یعنی کسی دوسرے نے یہ کام بنانے میں میری مدد نہیں کی، تو اب اِس ارشاد کا معنی یہ ہوا، کہ۔۔۔

ہم نے پیدا کیے اُن کے واسطے اپنی ہی قدرت سے بے مشارکت کسی غیر کے (چوپایوں کو)، جیسے اونٹ، گائے، بکری، (تو وہ اُن کے مالک ہیں) اور انہیں تصرف میں لانے والے ہیں۔

وَذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ وَمِنۡهَا یَاۡكُلُوۡنَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشۡكُرُوۡنَ ﴿٧٣﴾

اور دبّو کر دیا اُنہیں اُن کے لیے، تو کچھ اُن کی سواری ہیں، اور بعض وہ کھاتے رہتے ہیں● اور اُنہیں اُس میں منفعتیں ہیں، اور پینے کی چیزیں ہیں، تو کیا شکر گزار نہ ہوں گے●

(اور دبّو کر دیا) یعنی تابع کر دیا (انہیں اُن کے لیے، تو کچھ اُن کی سواری ہیں) کہ اُن پر وہ سوار ہوتے ہیں جیسے اونٹ، (اور بعض وہ کھاتے رہتے ہیں) جیسے بکری، (اور انہیں اُس میں منفعتیں ہیں) یعنی فائدے کی چیزیں ہیں، جیسے رواں، بال اور کھال وغیرہ۔ (اور پینے کی چیزیں ہیں) جیسے دودھ۔ اور فائدے بھی ہیں۔ (تو کیا شکر گزار نہ ہوں گے) خدا کی نعمتوں کے، کہ اُس نے چار پائے پیدا کیے اور انہیں تابع کر دیا اور چار پاؤں سے بڑے بڑے فائدے اُن کو پہنچائے۔ اِن نعمتوں پر شکر گزار رہنا تو بڑی بات، ناشکری کی بدترین شکل اپنالی۔۔۔

وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿٧٤﴾ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَهُمۡ ۙ وَهُمۡ لَهُمۡ جُنۡدٌ مُّحۡضَرُوۡنَ ﴿٧٥﴾

اور بنالیا اُنہوں نے اللہ کے خلاف کئی معبود، کہ وہ مدد کیے جائیں گے● وہ کر ہی نہیں سکتے اُن کی مدد۔ اور وہ اُن کے لشکر سب پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے●

(اور بنالیا اُنہوں نے اللہ) تعالیٰ، معبودِ برحق اور مستحقِ عبادت، (کے خلاف) اور اُس کے سوا (کئی معبود)، جو قطعی طور پر عبادت کا استحقاق نہیں رکھتے۔ اور وہ بھی اِس خام خیالی میں (کہ وہ مدد کیے جائیں گے) حالانکہ (وہ) بت (کرہی نہیں سکتے اُن کی مدد)، اس واسطے کہ اُن کو کچھ شعور اور قدرت نہیں۔ (اور وہ) بت پرست جو آج (اُن کے لشکر) ہیں اور اُن کی نگہبانی اور دیکھ ریکھ کرتے ہیں، سب کے (سب پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے)۔

--یا--

کل قیامت کو یہ اُن کے لشکر ہوں گے جو اُن کے ساتھ دوزخ میں حاضر ہوں گے۔

وقف لازم

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

تو نہ رنج دے تمہیں اُن کی بکواس۔۔۔ بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپائیں، اور جو کچھ ظاہر کریں●

(تو) اَے محبوب! (نہ رنج دے تمہیں اُن کی بکواس) جو حق تعالیٰ کے تعلق سے وہ بکتے ہیں، کہ معاذ اللہ وہ صاحبِ اولاد ہے، اور اُس کے شریک ہیں۔۔یا۔۔تمہاری رسالت کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور شاعر و ساحر بناتے ہیں۔ (بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپائیں) یعنی بغض و عداوت۔ (اور جو کچھ ظاہر کریں) یعنی کفری کلمات۔ اُن کی اِن باتوں پر ہم اُن کو جزا دیں گے۔

روایت ہے کہ عاص بن وائل۔۔یا۔۔ابوجہل۔۔یا۔۔قولِ مشہور پر ابی بن خلف نے تھوڑی سی پرانی ہڈیاں پیس کر ہاتھ میں لیں، اور آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آیا۔ وہاں قریش کے بعضے سردار موجود تھے۔ پس وہ آکر بولا، کہ وہ کون ہے جو اِن متفرق اجزاء۔۔یا۔۔کٹے ملے اعضا کو جمع کر کے دوبارہ زندہ کر دے؟ پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کو قیامت کے دن اٹھا کھڑا کرے گا اور تجھ کو زندہ کر کے دوزخ میں لے جائے گا۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی، کہ۔۔۔

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَ

کیا نہیں دیکھا انسان نے، کہ بلاشبہ پیدا فرمایا ہم نے اُسے ایک قطرے سے، تو اب وہ علانیہ جھگڑالو ہے● اور

ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾

ضرب المثل بنایا ہمارے لیے، اور بھول گیا اپنی پیدائش کو۔ بولا کہ "کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو، جب کہ وہ گلی ہیں"●

(کیا نہیں دیکھا) اور نہیں جانا اُس (انسان نے)، یعنی ابی بن خلف جیسوں نے؟ (کہ بلاشبہ پیدا فرمایا ہم نے اُسے ایک قطرہ سے)، یعنی منی سے اور اُسے ٹھگّا بنا کر درجہ بدرجہ ترقی دی، یہاں تک کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا بن کر پیدا ہوا، اور بچپنے سے بزرگی کو پہنچا، اور باتیں کرنے والا اور دلیر ہوا، (تو اب وہ علانیہ جھگڑالو ہے● اور) اُس کم فہم اور یتیم العقل نے (ضرب المثل بنایا ہمارے لیے) اور ایک عجیب بے وقوفی کی حرکت کی۔۔ چنانچہ۔۔ ایک پسی ہوئی ہڈی کو مٹھی میں لایا اور اُسے ہوا میں اُڑا دیا (اور بھول گیا اپنی پیدائش کو، بولا کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب کہ وہ گلی ہیں)؟ اور ریزہ ریزہ ہوگئی ہیں۔ نہ اُن میں گوشت ہے نہ پوست نہ رگیں نہ پٹھے۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿۷۹﴾

جواب دو کہ "زندہ کرے گا اُسے وہ، جس نے پیدا فرمایا اُسے پہلی بار۔" اور وہ ہر پیدائش کا علم والا ہے●

اَے محبوب! (جواب دو، کہ زندہ کرے گا اُسے وہ) اپنی قدرتِ کاملہ سے (جس نے پیدا فرمایا اُسے پہلی بار)، اور معدوم سے موجود کیا۔ (اور وہ ہر پیدائش کا علم والا ہے)۔ تفصیل کے ساتھ مخلوقات اُسے معلوم ہیں، اور اشخاص کے اجزاء کو متفرق اور پراگندہ ہونے کی حالت میں پہچانتا ہے، اور اُسے اکٹھا کرنے اور ملا دینے پر قادر ہے۔ وہ وہی قادرِ مطلق ہے۔۔۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿۸۰﴾

جس نے پیدا کیا تمہارے لیے ہرے درخت سے آگ، تو اب تم اُس سے سلگاتے رہتے ہو●

(جس نے پیدا کیا تمہارے لیے ہرے درخت سے آگ، تو اب تم اُس سے سلگاتے رہتے ہو)۔

عرب کے جنگلوں میں اکثر جگہ '۲' دو درخت ملتے ہیں۔ ایک کا نام 'مَرْخ' ہے اور دوسرے کا نام 'عفار' ہے۔ 'مَرْخ' کی شاخ 'عَفار' پر رگڑتے ہیں، تو اُس میں سے آگ نکلتی ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔۔

جو ہرے درخت سے آگ پیدا کرنے پر قادر ہے، کہ اُس میں تری آگ کے جوہر کی ضد اور مخالف ہے، وہ البتہ قادر ہے اُس چیز کی طراوت پھیر لانے پر بھی جو پہلے تر و تازہ ہوا اور پھر خشک ہوگئی۔۔ المختصر۔۔ غور کرو۔۔۔

اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ

کیا نہیں وہ جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو قادر اِس پر، کہ پیدا فرمادے

مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾

اُن جیسے کو۔ کیوں نہیں ہے۔ کہ وہی خوب پیدا کرنے والا علم والا ہے●

(کیانہیں) ہے (وہ جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو) اُن کے جرم اور جسم بڑے ہونے کے ساتھ (قادر اِس پر، کہ پیدا فرمادے اُن جیسے کو) چھوٹے جسموں اور حقیر جرموں کے ساتھ۔ (کیوں نہیں ہے)؟ کیوں (کہ وہی خوب پیدا کرنے والا) اور (علم والا ہے)۔ یعنی وہ بے شمار مخلوق کا پیدا فرمانے والا ہے اور مخلوقات کے احوال کی حقیقت جاننے والا ہے۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾

اُس کا یہی کام ہے، کہ جب چاہا کسی چاہے کو، تو حکم دے اُسے، کہ 'ہوجا'، تو وہ ہوجاتا ہے●

(اُس کا یہی کام ہے، کہ جب چاہا کسی چاہے کو، تو حکم دے اُسے کہ 'ہوجا'! تو وہ ہوجاتا ہے)۔

بعض کے نزدیک یہ 'تمثیل' ہے تاثیر قدرت کی اُس چیز میں، جو مراد قدرت ہے اللہ کے حکم کے ساتھ۔ اور تفسیرِ کبیر میں لکھا ہے، کہ اِس کلام سے چیزوں کے پیدا کرنے میں حکم جلدی جاری ہونا مراد ہے۔ بہت جلدی کے طور پر جو ممکن ہو اور یہ کلمہ بولنا مقصود نہیں ہے۔ اور بعض مفسر کہتے ہیں، کہ یہ کلمہ ایک علامت ہے کہ جب فرشتے سنیں تو جان لیں، کہ کوئی چیز نئی پیدا ہوگی۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

تو پاکی ہے اُس کی، جس کے ہاتھ میں اختیار ہے ہر چاہے کا، اور اُسی کی طرف تم لوگ لوٹائے جاؤ گے●

(تو پاکی ہے اُس کی، جس کے ہاتھ میں اختیار ہے ہر چاہے کا، اور اُسی کی طرف تم لوگ لوٹائے جاؤ گے) اعمال کا بدلہ پانے کو۔

یہ آیت دوستوں کو فرحت بخش وعدہ اور دشمنوں کو سخت عذاب کی وعید ہے۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ
۲۵ ربیع النور شریف ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۱۸ فروری ۲۰۱۲ء
بروز شنبہ، سورۂ یٰسین شریف کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گوہوں کہ مولیٰ تعالیٰ
پورے قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔
آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ وَبِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوحُ
وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

باسمہٖ تعالیٰ وبعونہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ
۲۵ ربیع النور شریف ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۱۸ فروری ۲۰۱۲ء
بروز شنبہ، سورۂ الصّٰفّٰت کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم
تفسیر کی تکمیل کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے، اور فکر وقلم کو لغزشوں سے بچاتا رہے۔
آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ، وَبِحَقِّ نٓ وصٓ،
وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سُوْرَةُ الصّٰفّٰت ۳۷ مکیۃ ۵۶ — اٰیاتھا ۱۸۲ رکوعاتھا ۵

سُوْرَةُ الصّٰفّٰت

سورۂ الصفات۔۔۳۷ مکیہ ۵۶ — آیاتہا ۱۸۲۔۔رکوعاتہا ۵
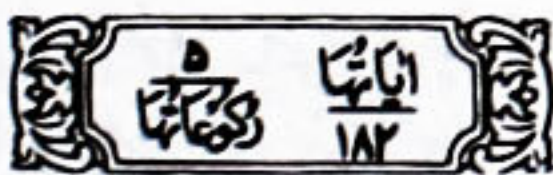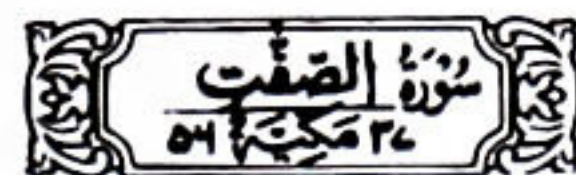
اِس سورۂ مبارکہ کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ 'سورۂ انعام' کے بعد اور 'سورۂ لقمان' سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ حضر موت کے سرداروں کا وفد آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اثناءِ گفتگو میں جب آپ نے کتابِ الٰہی کی عظمتوں کو اُجاگر کیا، تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں اِس کتاب سے کچھ سنائیں، تو آپ نے **وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا** سے لے کر **رَبُّ الْمَشَارِقِ** تک تلاوت فرمائی، پھر رسول اللہ ﷺ پرسکون ہوگئے، اور آپ کی ڈاڑھی مبارک پر آنسو بہہ رہے تھے۔ انہوں نے کہا، کہ ہم آپ کو روتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ کیا آپ اُس ذات سے خوفزدہ ہیں جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا میں اُسی سے خوفزدہ ہوں۔ اُس نے مجھے اُس صراطِ مستقیم پر بھیجا ہے، جو تلوار کی دھار کی

طرح ہے۔اگر میں اُس سے سرمو بھٹک جاؤں،توہلاک ہوجاؤں گا۔

اِس سورۂ مبارکہ کے فضائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا،جس شخص نے جمعہ کے دن **یٰسٓ** اور **الصّٰٓفّٰت** کو پڑھا، پھر اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کیا،تو اللہ تعالیٰ اُس کا یہ سوال پورا کردے گا۔ایسی فضیلت والی بابرکت سورۂ مبارکہ کی تلاوت کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(**نام سے اللہ**) تعالیٰ (**کے**) جو اپنے تمام بندوں پر (**بڑا**) ہی (**مہربان**) ہے اور مؤمنین کی خطاؤں کا (**بخشنے والا**) ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۳﴾

قسم ہے باقاعدہ صف باندھنے والوں کی● پھر ڈانٹ کر چلانے والوں کی● پھر قرآن کے تلاوت کرنے والوں کی●

(**قسم ہے باقاعدہ صف باندھنے والوں کی**)،یعنی اُن فرشتوں کی جو مقامِ عبودیت میں صف باندھے ہوئے ہیں،جیسا کہ صف بستہ ہونے کا حق ہے۔(**پھر ڈانٹ کر چلانے والوں کی**)،یعنی اُن فرشتوں کی جو شیطان کو ڈپٹ کر ہنکاتے ہیں۔وہ شیطان جو خفیہ طور پر بات لینے کے لیے چوروں کی طرح اُوپر جاتا ہے۔(**پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی**)،یعنی اُن فرشتوں کی جو خدا کی وحی انبیاءِ کرام کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہوتے ہیں۔

۔۔الحاصل۔۔حق تعالیٰ قسم ارشاد فرماتا ہے،اُن فرشتوں کی جو ہَوا میں صف باندھے کھڑے ہیں، کہ جو کچھ حکم ہو اُس کی تعمیل کریں۔۔یا۔۔نمازیوں کی قسم ہے، جو جہاد میں صف باندھے ہیں۔۔یا۔۔ایمان والوں کی قسم ہے جو نماز کی جماعت میں صف باندھتے ہیں ۔۔یا۔۔عالموں کی قسم کہ فائدہ دینے کی صف میں فیض پہنچانے کی صف کے ساتھ قائم اور قرار پکڑنے والے ہوتے ہیں۔۔یا۔۔پرندوں کی قسم کہ ہوا میں صف باندھ کر اڑتے ہیں۔

اگر فرشتے مراد ہیں،تو ہنکانے والے بھی وہی ہیں، کہ بدلی کو ہنکاتے ہیں اور پڑھنے والے بھی وہی ہیں، کہ ہمیشہ تسبیح تمجید تحمیدِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔اور اگر غازی مراد ہیں تو اُن کا ہنکانا یہ ہے کہ گھوڑوں کو ہنکاتے ہیں۔۔یا۔۔دشمنوں کو بھگاتے ہیں اور ان کا

پڑھنا تکبیر اور تہلیل ہے۔۔۔اور اگر مؤمن مراد ہیں تو 'انوارِ خدمت' سے شیطان کو ہنکاتے ہیں۔۔یا۔۔اپنے نفس کو گناہ سے روکتے ہیں، اور اثناءِ نماز میں قرآن پڑھتے ہیں۔۔اور۔۔اگر عالم ہیں، تو وہ کفر اور فسق سے روکتے ہیں، دلیلیں کر کے پڑھنے والے ہیں کہ خلق کو احکام شریعت پڑھ کر سناتے ہیں۔اور اگر پرند ہیں، تو خدا کا ذکر کر کے انواع واقسام کی آفتیں اپنے اُوپر سے ٹالتے اور ہنکاتے ہیں۔

بعض عارفین نے کہا، کہ حق تعالیٰ راہِ توحید کے سالکوں کے نفسوں کی قسم یاد فرماتا ہے، کہ وہ مشاہدہ کی موافقت پر صف باندھ کر شیطانی پکاروں اور شہواتِ نفسانی کے جھگڑوں کو دُور کرتے ہیں۔ اور انواع ذکر، زبانی۔۔یا۔۔دِلی۔۔یا۔۔سرّی۔۔یا۔۔روحی میں اپنے احوال کے موافق مشغول رہتے ہیں۔

'بحر الحقائق' میں ہے، **الصّٰٓفّٰتِ** یعنی صف باندھنے والی روحیں ہیں، اور **الزّٰجِرٰتِ** الہاماتِ ربانی ہیں، کہ عوام کو مناھی سے، خواص کو عبادتوں میں ریا سے، اخص الخواص کو کونین کی طرف التفات کرنے سے روکتے ہیں، اور **التّٰلِیٰتِ** ذکر کرنے والے نفس ہیں، جو کہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ کے موافق ہمیشہ حق تعالیٰ کی یاد میں گزارتے ہیں۔

مکہ کے کافر تعجب کی راہ سے کہتے تھے کہ محمد عربی 'صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' سب خداؤں کے بدلے ایک خدا لائے ہیں، ایسا کیونکر ہوسکتا ہے۔ اِس واسطے کہ ہم اتنے خدا جو رکھتے ہیں اُن کے سبب سے ہمارا کام درست نہیں ہوتا، تو ایک خدا سے کیونکر ہوسکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں قسم یاد فرما کر ارشاد کیا، کہ۔۔۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

بلاشبہ تمہارا معبود یقیناً ایک ہے● پروردگار آسمانوں اور زمین کا، اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے،

وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵

اور پروردگار تمام مشرقوں کا●

(بلاشبہ تمہارا معبود یقیناً ایک ہے) جو اپنی ذات میں یگانہ اور یکتا ہے۔ (**پروردگار آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے**) سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ (**اور پروردگار ہے تمام مشرقوں کا**) اور اُس کی ضد یعنی تمام مغربوں کا۔

تو اِس میں ضمناً مغرب کا ذکر ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ۔۔ مثلاً: سورج اگر کہیں سے غروب ہوتا ہے، تو اُسی وقت کہیں پر طلوع ہوتا ہے۔ ایک ہی وقت میں کوئی یہ کہتا ہے کہ سورج ڈوب گیا، اُسی وقت کوئی یہ کہتا ہے کہ سورج نکل آیا۔ تو جو کسی ایک علاقے کے لحاظ سے مغرب ہے، وہی دوسرے مقام کے لحاظ سے مشرق ہے۔ اب آیتِ کریمہ کا معنی یہ ہوا، کہ۔۔۔

اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے تمام تاروں کے مشرقوں کا۔

اس واسطے کہ ہر تارے کی ایک مشرق ہے، کہ وہاں سے طلوع ہوتا ہے۔۔ یا۔۔ آفتاب کی مشرقیں مراد ہیں، اس واسطے کہ سال بھر میں ہر روز دوسری مشرق سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس طرح آفتاب کی مشرقیں متعدد ہیں، اُسی طرح آفتاب کی مغربیں بھی مختلف ہیں، اس واسطے کہ ہر روز ایک دوسری مغرب میں چھپتا ہے۔ آسمان کا ذکر فرما کر حق تعالیٰ آگے ارشاد فرماتا ہے، کہ۔۔۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾

بے شک ہم نے آراستہ کیا سب سے قریب کے آسمان کو، آرائش سے ستاروں کی●

(**بے شک ہم نے آراستہ کیا**) کرۂ زمین سے (**سب سے قریب کے آسمان کو آرائش سے ستاروں کی**)۔ یہاں **الْكَوَاكِبِ** سے اُن کی مختلف شکلیں مراد ہیں۔ جیسے 'جوزا' کی شکل، 'ثریا' کی ہیئت اور بنات النعش وغیرہ کی شکلیں اڑتالیس[48] شکلوں میں سے، اور چاند کی اٹھائیس[28] منزلوں میں سے۔

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ

اور بچاؤ ہر شیطان سرکش سے● نہیں کان لگائے رکھ سکتے عالمِ بالا کی طرف، اور

یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾

مار پھینک کیے جاتے ہیں ہر طرف سے● دھتکارنے کو، اور اُن کے لیے عذاب ہے دائمی●

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

مگر جس نے کچھ اُچک لیا، تو پیچھے لگا اُس کے چمکتا انگارا●

(**اور بچاؤ**) کا ذریعہ بنا دیا ہے (**ہر شیطان سرکش**) اور نافرمان (**سے**) کہ وہ اوپر چڑھ نہ سکیں ۔۔ چنانچہ۔۔ (**نہیں کان لگائے رکھ سکتے عالمِ بالا کی طرف**) کہ بزرگ فرشتوں کی باتوں کو جو "لوحِ محفوظ

کے بعضے بھیدوں سے واقف ہیں اور ایک دوسرے سے کہا کرتے ہیں،" سن سکیں۔(اور) جب یہ آسمان پر کسی طرف سے بھی چڑھنے کا ارادہ کرتے ہیں، تو (مار پھینک کیے جاتے ہیں ہر طرف سے)۔یعنی اُن پر آگ کے شعلے ڈالے جاتے ہیں۔۔یا۔۔ ہنکائے جاتے ہیں ذلت وخواری کے ساتھ (دھتکارنے کو، اور اُن) شیطانوں (کے لیے عذاب ہے دائمی) آخرت میں۔۔یا۔۔ وہ ہمیشہ دُنیا میں ذلیل وخوار رہیں گے اور فرشتوں کے کلام کو سننے کی طاقت نہ پاسکیں گے۔(مگر جس نے کچھ اُچک لیا) اور کچھ باتیں چوری کر کے اُڑا لیا اور اُن کو اُن کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے اتنی چھوٹ مل گئی، (تو پیچھے لگا اُس کے چمکتا انگارہ) یا آگ جلانے والی۔ وہ آگ جس شیطان پر ماری جاتی ہے اُسے ایذاء پہنچاتی ہے۔۔یا۔۔ جلا دیتی ہے اور وہ اُس آگ مارے جانے سے بھاگتے ہیں۔ اور پھر آسمان کا قصد کرتے ہیں۔ اور پھر اُن کا وہی حشر ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ رکانہ بن زید وغیرہ کو اپنی جسمانی طاقت وقوت پر بہت غرور تھا اور یہ بعث وحشر کے منکر تھے اور قریش میں اپنی زورآوری کی ڈینگیں مارا کرتے تھے، تو حق تعالیٰ نے اُن کے تعلق سے آیت بھیجی، کہ اَے محبوب! یہ بکنے والے جو بکتے ہیں۔۔۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾

تو اُن سے پوچھو کہ " کیا وہ زیادہ مضبوط ہیں پیدائش میں؟ یا جو اور ہم نے پیدا فرمایا ہے،" بے شک ہم نے اُنہیں تو پیدا کیا ہے لیس دار مٹی سے●

(تو ان) مکہ کے مشرکین (سے پوچھو، کہ کیا) مخلوقات میں (وہ زیادہ مضبوط) اور سخت (ہیں پیدائش میں، یا جو اور) اُن کے علاوہ (ہم نے پیدا فرمایا ہے؟)۔۔ مثلاً: آسمان، زمین، تارے، مشرقیں، آگ کے شعلے، وغیرہ۔(بے شک ہم نے انہیں تو)، یعنی اُن کے دادا آدم کو، (پیدا کیا لیس دار مٹی سے)۔ تو اُن کا اصل مادہ تو کیچڑ اور گارا ہے، اور وہ بنتا ہے زمین کے اجزاء اور پانی کے اجزء ملنے سے۔

اِس کلام میں 'معاد' کا ثابت کرنا اور اُسے کافروں کے محال ٹھہرانے کا رَد مراد ہے، اس واسطے کہ اگر مادّہ کے ناقابل ہونے کی وجہ سے محال ٹھہراتے ہیں تو مادہ باقی ہے ملا دینے کے قابل۔ اور فاعل کو قدرت نہ ہونے کے سبب سے محال ہونے کے قائل ہیں، تو جو کوئی اُن ذکر کی ہوئی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہو، تو ضرور اُن اجزاء کو پھر ملانے اور اُن میں زندگی پھیر لانے پر بھی قادر ہوگا۔

چونکہ 'قدرت' صفتِ ذاتی ہے، تو ہرگز متغیر نہیں ہوتی، اور سب مقدور چیزوں کی نسبت

قدرت یکساں ہوتی ہے۔ تو جب قدرت کا آفتاب مطلع ارادت سے طلوع کرتا ہے، تو مقدورات کے ذرّے پیدا ہونے کی ہَوا میں جلوہ نما ہوتے ہیں۔ بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ کو گمان تھا، کہ جو کوئی قرآن سنتا ہے تو اس پر ایمان لاتا ہے، اور مکہ کے مشرکوں نے سنا تو اس پر ایمان نہ لائے، بلکہ اس پر ہنسی کی۔ تو پیغمبر علیہ السلام اس بات سے متعجب ہوئے، تو یہ آیت نازل ہوئی، کہ۔۔۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾

بلکہ تم تو تعجب کرنے لگے، اور وہ لوگ مذاق ہی کر رہے ہیں●

(بلکہ تم تو تعجب کرنے لگے) اَے محبوب! اِس بات پر کہ وہ قرآن پر ایمان نہ لائے، (اور وہ لوگ مذاق ہی کر رہے ہیں) قرآن کے ساتھ۔۔۔یا۔۔۔تم تعجب کرتے ہو کہ باوصف قدرتِ الٰہی کے، دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھنے سے کیوں اِنکار کرتے ہیں، اور وہ ہنسی کرتے ہیں تمہارے تعجب پر۔

وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور جب اُن کو نصیحت کی گئی، تو نہیں قبول کرتے● اور جب دیکھا کوئی نشانی، تو ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں●

(اور) اُن کا انداز یہ ہے، کہ (جب اُن کو نصیحت کی گئی تو نہیں قبول کرتے● اور جب دیکھا کوئی نشانی) یعنی معجزہ جو تمہاری بات سچ ہونے پر دلیل ہے جیسے چاند کے ٹکڑے ہو جانا، (تو ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں) اور ایک دوسرے کو مسخرہ پن کے ساتھ پکارتے ہیں۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

اور وہ سب بولے کہ "نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو● کیا جب مر چکے ہم اور ہو گئے خاک اور ہڈیاں، تو کیا ہم

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اٹھائے جائیں گے؟● یا ہمارے اگلے باپ دادے"● جواب دو کہ "ہاں، اور تم لوگ ذلیل ہو گے"●

(اور) اِسی لیے جب کوئی معجزہ ظاہر ہوا، تو (وہ سب بولے، کہ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو) اور نہ سمجھ میں آنے والی بات۔ غور تو کرو! کہ (کیا جب مر چکے ہم اور ہو گئے خاک اور ہڈیاں) بے گوشت بے پوست، (تو کیا ہم اُٹھائے جائیں● گے یا ہمارے اگلے باپ دادے) زندہ کیے جائیں گے؟ (جواب

دو، کہ ہاں!) تم سب اٹھائے جاؤ گے اپنے باپوں سمیت۔ (اور) صرف یہی نہیں بلکہ جب قیامت آئے گی، تو (تم لوگ ذلیل ہو گے) اور بے قدر رہو گے۔

فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا

وہ تو بس ایک ڈانٹ ہے، کہ پھر اُس وقت وہ لوگ دیکھنے لگیں گے● اور بول پڑے کہ "ہائے افسوس ہم پر، یہ

یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

جزا کا دن ہے"● یہ فیصلے کا دن ہے، جسے تم لوگ جھٹلاتے تھے●

(وہ تو بس ایک ڈانٹ ہے)، یعنی ایک بار صور پھونک دینا ہے، کیوں (کہ پھر اُس وقت) زندہ ہو کر قبر سے نکل کر (وہ لوگ دیکھنے لگیں گے● اور) پھر اُس وقت (بول پڑے، کہ ہائے افسوس ہم پر! یہ جزا) پانے (کا دن ہے● یہ فیصلہ کا دن ہے) اور نیکوں کو بُروں سے جدا کرنے کا دن ہے۔ اور فرشتے کہیں گے، ہاں! یہ وہی دن ہے اَے کافرو! (جسے تم لوگ جھٹلاتے تھے) اور اِس کو باور نہ کرتے تھے۔ پھر حق تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم پہنچے گا۔۔۔

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾

ہانک لے جاؤ اُنہیں، جنہوں نے اندھیر مچایا تھا، اور اُن کے جوڑوں کو، اور جسے یہ پوجتے تھے●

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿۲۳﴾

اللہ کے خلاف، تو لے چلو اُنہیں راہِ جہنم کی طرف●

(ہانک لے جاؤ انہیں، جنہوں نے اندھیر مچایا تھا) اپنے اوپر شرک کر کے، (اور اُن کے جوڑوں کو) بھی، جو اُن کے مثل ومشابہ ہیں۔ یعنی بت پرست کو بت پرست کے ساتھ اور ستارہ پرست کو ستارہ پرست کے ساتھ اور علیٰ ھذا القیاس۔۔۔یا۔۔۔ اُن کے ساتھیوں کو شیطانوں میں سے۔۔۔یا۔۔۔ اُن کی جوروؤں کو جو کافرہ تھیں۔۔۔الغرض۔۔۔ اُن سب کو جمع کرو اور اکٹھا کر لاؤ۔

بعضے مفسر کہتے ہیں کہ ظالموں سے وہ لوگ مراد ہیں، جنہوں نے جور کر کے خلق پر ظلم کیا اور گناہ کر کے اپنے اوپر زیادتی کی۔ اور حشر یہ ہے کہ انہیں محشر میں رکھیں گے اُن کے مثلوں کے ساتھ۔ زنا کاروں کو زنا کاروں کے ساتھ، شراب خواروں کو شراب خواروں کے ساتھ ۔۔یا۔۔ اُن کے مددگاروں کے ساتھ، یعنی اُن کے جو نوکر چاکر ظلم کرنے میں ان کے مددگار

تھے۔ اور اِس مقام پر بہت صحیح بات یہ ہے، کہ یہ ظالم مشرک ہیں اِس دلیل سے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے، کہ حشر کرو اور اکٹھا کرو اِنہیں۔۔۔

(اور) اُسے (جسے یہ پوجتے تھے ● اللہ) تعالیٰ (کے خلاف) اور اُس کے سوا بتوں وغیرہ میں سے۔۔یا۔۔ابلیس اور اُس کے لشکر کو۔۔الختصر۔۔پکارو ظالموں کو اور اُن کے معبودوں کو۔۔۔(تو لے چلو انہیں راہِ جہنم کی طرف) یعنی انہیں جہنم کی راہ بتادو۔ اور جب اُن کو دوزخ کی راہ پر لائیں گے، تو کہا جائے گا۔۔۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور ٹھہراؤ اُنہیں، کہ اُن سے پوچھا جائے گا ● "کیا ہوا تمہیں؟ کہ باہمی مدد نہیں کرتے" ●

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾

بلکہ وہ آج کے دن گردن ڈالے ہیں ●

(اور) حکم دیا جائے گا، کہ (ٹھہراؤ انہیں) موقف پر۔۔یا۔۔پل صراط پر، کیوں (کہ اُن سے پوچھا جائے گا) اُن کے عقائد واعمال کو زیادہ جھڑکنے اور گھڑکنے کو، اور اُن سے کہیں گے (کیا ہوا تمہیں؟ کہ باہمی) آپس میں ایک دوسرے کی (مدد نہیں کرتے)، اور موقف کی قید سے چھڑا نہیں لیتے، تو وہ جواب نہ دیں گے۔ تو حق تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا، کہ یہ ایک دوسرے کو مدد نہیں دیتے (بلکہ وہ آج کے دن گردن ڈالے ہیں) جھکائے ہوئے اور مانے ہوئے عاجزی کی وجہ سے اور مطیع ہیں۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ

اور سامنا کیا ایک نے دوسرے کا، باہم پوچھ گچھ کرتے ● کچھ بولے کہ "تم لوگ آئے تھے

تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾

ہمارے پاس داہنے بازو سے" ●

(اور) اُس وقت (سامنا کیا ایک نے دوسرے کا)، یعنی قوم کے رئیس اور ضعیف ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر (باہم پوچھ گچھ کرتے) ہوئے پوچھیں گے، کہ یہ کیا حال ہے جو ہم پر پیش آیا۔۔یا۔۔ایک دوسرے کی ملامت کریں گے، تو ان میں (کچھ) یعنی تابع لوگ (بولے) اپنی قوم کے رئیسوں سے، (کہ تم لوگ آئے تھے ہمارے پاس داہنے بازو سے)، یعنی افضل اور قوی جانب سے،

اور ہمیں حکم دیا اس لیے ہم نے تمہاری پیروی کی، اور تم نے ہم کو کفر و شرک پر مجبور کر دیا۔ بظاہر نصیحت و خیر خواہی کا مظاہرہ کیا اور بزعم خود یمن و برکت کی راہ دکھائی۔۔یا۔۔زور و ظلم سے کام لیا۔۔یا۔۔قسم کو اپنی بات منوانے کا ذریعہ بنایا۔ یعنی تم قسم کھاتے تھے، کہ یہ دین حق ہے جس پر ہم تم کو بُلاتے ہیں۔ اِس گفتگو کا۔۔۔

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

اُنہوں نے جواب دیا کہ "بلکہ تم خود ایمان نہیں لاتے تھے ● اور نہ تھا ہمیں تم پر کوئی زور۔

بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾

بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے ●

(انہوں نے) یعنی اُن کے رئیسوں نے (جواب دیا، کہ) ایسا نہیں ہے، (بلکہ تم خود ایمان نہیں لاتے تھے ● اور نہ تھا ہمیں تم پر کوئی زور)۔ یعنی ہمارے پاس ایسی قدرت و طاقت نہ تھی، کہ ہم تمہاری مرضی کے خلاف تمہارے دِل و دماغ پر تصرف کر کے تم کو کافر اور مشرک بنا دیتے۔ (بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے) جس کی سرکشی اور نافرمانی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عذاب دینے کی خبر دی ہے، اور اُس کی دی ہوئی خبر صادق اور برحق ہے۔

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾

تو درست نکلا ہم پر ہمارے رب کا فرمانا۔ بے شک ہم سب چکھنے والے ہیں ● اس لیے گمراہ کیا ہم نے تمہیں کہ بلاشبہ ہم خود گمراہ تھے" ●

(تو درست نکلا ہم پر ہمارے رب کا فرمانا)، تو (بے شک) آج (ہم سب) عذاب (چکھنے والے ہیں ● اس لیے) کہ اگرچہ بالجبر نہ سہی پھر بھی گمراہی کی طرف دعوت دے کر (گمراہ کیا ہم نے تمہیں)، تو ہم تمہاری گمراہی کا سبب بنے اور یہ ہم نے اس لیے بھی کیا (کہ بلاشبہ ہم) بھی (خود گمراہ تھے)، تو چاہا کہ تم بھی ہمارے ایسے ہو جاؤ۔۔۔

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ

تو بلاشبہ وہ سب اُس دن عذاب میں باہم شریک ہیں ● بے شک ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں

بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

مجرموں کے ساتھ●

(توبلاشبہ وہ سب) تابع اور متبوع (اُس دن عذاب میں باہم شریک ہیں) جس طرح گمراہی میں شریک تھے۔ (بے شک ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں) کفر وشرک کے (مجرموں کے ساتھ) کیونکہ یہ جرم ہی ایسا ہے کہ اُس کے مرتکب کو ایسی ہی سزا دی جانی چاہیے۔

إِنَّهُمْ كَانُوْٓا إِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾

بلاشبہ یہ تھے کہ جب کہا گیا اُنہیں کہ "نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل، سوا اللہ کے، تو بڑے بننے لگیں"●

(بلاشبہ یہ) وہی تو (تھے، کہ جب کہا گیا انہیں، کہ نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل سوا اللہ) تعالیٰ (کے، تو بڑے بننے لگیں) یعنی کلمہ کہنے سے سرکشی کرتے ہیں۔۔یا۔۔کہلوانے والے سے تکبر کرتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ أَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾

اور بولیں کہ "کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں ایک شاعر مجنون کے لیے"●

(اور) پھر ایسی بولی (بولیں، کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں) اور اُن کی پرستش سے باز آنے والے ہیں (ایک شاعر مجنون کے لیے)، یعنی اُس کے کہنے سے ہم بت پرستی نہ چھوڑیں گے۔

مکہ کے کافر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شعر اور جنون کی طرف نسبت کرتے تھے، تو حق تعالیٰ فرماتا ہے ایسا نہیں۔۔۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيْمِ ﴿۳۸﴾

بلکہ وہ لائے حق کو، اور تصدیق کی رسولوں کی● بے شک تم لوگ چکھنے والے ہو دکھ والے عذاب کو●

وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾

اور نہیں بدلہ دیے جاؤ گے، مگر جو کرتوت کرتے تھے● مگر اللہ کے چنے بندے●

(بلکہ وہ لائے حق کو) راستی اور درستی کے ساتھ، (اور تصدیق کی رسولوں کی) جو اِن سے پہلے تھے۔ (بے شک) اَے کافرو! (تم لوگ چکھنے والے ہو دکھ والے عذاب کو) شرک اور تکذیب کے سبب

سے۔ (اور نہیں بدلہ دیے جاؤ گے، مگر جو کرتوت کرتے تھے● مگر اللہ) تعالیٰ (کے چنے بندے) جو پاک ہیں شرک اور کافرانہ شک کے میلوں سے۔ جس کام میں ہیں اُس کی جگہ 'المضاعف' پائیں گے، کیوں۔۔۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِیْ جَنّٰتِ

کہ اُنھیں کے لیے ہے بتائی ہوئی روزی● میوے، اور وہ عزت دیے گئے ہیں● راحت کے

النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾

باغوں میں● اپنے اپنے تخت پر آمنے سامنے●

(کہ انھیں کے لیے ہے بتائی ہوئی روزی) جو ظاہر ہے پوشیدہ نہیں۔۔یا۔۔ معلوم ہیں اس کے خاصے کہ ہمیشہ باقی رہنا اور محض لذت ہونا ہے۔ وہ روزی (میوے) ہیں ہر طرح کے تر اور خشک، (اور وہ عزت دیے گئے ہیں) یعنی نوازے گئے ہیں (راحت کے باغوں میں) جو ناز اور نعمت والے ہیں (اپنے اپنے تخت پر آمنے سامنے)، یعنی ایک دوسرے کے رُوبرُو، تاکہ دیدار سے بھی خوش وخرم رہیں۔

یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۴۵﴾ بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۴۶﴾

دَور چلایا جائے گا اُن پر بہتی شراب کے جام کا● سفید مزے دار، پینے والوں کے لیے●

لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾

نہ اُس میں نشہ، اور نہ اُس سے اُن کا سر پھرے گا●

(دَور چلایا جائے گا اُن پر بہشتی شراب کے جام کا) جو بھرا ہوا ہوگا شراب سے جو چشموں سے ظاہر۔۔یا۔۔ جاری ہوگی، (سفید) شراب، جو دودھ سے زیادہ سفید ہوگی اور (مزہ دار) ہوگی (پینے والوں کے لیے)۔ اُس کی خوبی یہ ہوگی، کہ (نہ اس میں نشہ) ہوگا اور نہ اُس میں کوئی آفت اور علت ہوگی جو دُنیا کی شراب میں ہوتی ہے، جیسے خراب حالی اور بے عقلی اور دردِ سر وغیرہ، (اور نہ اُس سے اُن کا) یعنی جنتیوں کا (سر پھرے گا) کہ وہ مست ہوجائیں اور عقل وفہم اُن سے جاتی رہے۔

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

اور اُن کے پاس ہیں اپنی آنکھیں اُنھیں پر رکھنے والیاں، بڑی بڑی آنکھ والیاں● گو وہ چھپائے ہوئے انڈے ہیں●

(اور اُن کے پاس) یعنی اُن کے مکانوں میں (ہیں اپنی آنکھیں انہیں پر رکھنے والیاں)، یعنی لونڈیاں ہوں گی نیچی نگاہ والیاں جو اپنے شوہروں کے سوا اور کسی طرف نہ دیکھیں گی، خوبصورت (بڑی بڑی آنکھ والیاں) اور پوشیدہ رہنے والیاں (گو) یا (وہ چھپائے ہوئے انڈے ہیں)۔

حق تعالیٰ حوروں کی تشبیہ دیتا ہے، ملاحت اور پاکی اور خوش رنگی میں شتر مرغ کے بیضہ کے ساتھ۔ اس واسطے کہ یہ بات ثابت ہے کہ شتر مرغ اپنا انڈا پروں کے نیچے چھپائے رکھتا ہے، تا کہ اُس پر گرد و غبار نہ پڑے، اور اُس کا انڈا سفید ہوتا ہے ذرا زردی لیے ہوئے۔ اہلِ عرب کے نزدیک یہی بدن کا بہت خوب رنگ ہوتا ہے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ

تو سامنا کیا ایک نے دوسرے کا پوچھ گچھ کرتے ● بولا ایک بولنے والا اُن کا

اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿٥١﴾ يَّقُوْلُ اَءِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿٥٢﴾

کہ "میرے ساتھ کا ایک بیٹھنے والا تھا ● کہا کرتا کہ کیا تم حشر کو سچ مانتے ہو؟ ●

(تو سامنا کیا) جنتیوں میں سے (ایک نے دوسرے کا پوچھ گچھ کرتے) دُنیا کے احوال، اور جو کچھ اُن پر گزری ہوگی دوست دشمن کے ساتھ، تو (بولا ایک بولنے والا اُن کا) یعنی جنتیوں میں سے ایک اپنے دوستوں سے کہنے لگا، (کہ) جب میں دُنیا میں تھا، تو (میرے ساتھ کا ایک بیٹھنے والا تھا) اور حشر و نشر کا منکر تھا، جو پوچھا کرتا اور (کہا کرتا، کہ کیا تم حشر کو سچ مانتے ہو؟)۔

منقول ہے کہ دو بھائی تھے: ایک یہودا اور دوسرا قطروس۔ یہودا مؤمن تھا، تو وہ جنتیوں سے اپنے بھائی کا قصہ بیان کرے گا، کہ میرا بھائی یہ کہا کرتا تھا، کہ کیا تو حشر کو باور کرنے والا ہے؟۔۔۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ

کیا جب ہم مر چکے اور ہو گئے خاک اور ہڈیاں، تو کیا ہم بدلہ دیے جائیں گے؟" ● بولا کہ "کیا

اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿٥٥﴾

آپ لوگ جھانک کر اُسے دیکھیں گے" ● پھر جھانکا، تو اُسے دیکھا، کہ جہنم کے درمیان پڑا ہے ●

(کیا جب ہم مر چکے اور ہو گئے خاک اور ہڈیاں، تو کیا ہم بدلہ دیے جائیں گے؟) یعنی کیا ہم کو پھر زندہ کر کے جزا دیں گے؟ پھر (بولا) یہودا جنتیوں سے، (کہ کیا آپ لوگ جھانک کر اُسے دیکھیں گے)۔

مراد یہ ہے کہ دوزخیوں کو دیکھو تاکہ میرے بھائی کا حال مجھے بتاؤ، کہ دوزخ کے کس درکہ میں ہے اور کس قسم کے عذاب میں مبتلا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ تم اُسے خوب پہچانتے ہو خود ہی دوزخ میں دیکھ لو۔

(پھر) اُس نے (جھانکا، تو اُسے دیکھا کہ جہنم کے درمیان پڑا ہے)۔۔تو۔۔

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾

بولا کہ ”خدا کی قسم قریب تھا کہ تُو مجھے ہلاک کر دے● اور اگر نہ ہوتی میرے رب کی نعمت، تو ہوتا میں پکڑ کر حاضر کیے ہوؤں میں“●

(بولا کہ) اَے قطروس! (خدا کی قسم قریب تھا کہ تُو مجھے ہلاک کر دے) اور میرے دِل میں وسوسہ ڈال کر راہ سے بے راہ کر دے۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بچالیا۔ (اور اگر نہ ہوتی) مجھ پر (میرے رب کی نعمت، تو ہوتا میں پکڑ کر حاضر کیے ہوؤں میں) جہنم میں۔

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾

کیا اب تو ہم نہ مریں گے● مگر ہماری پہلی موت، اور نہ ہم عذاب دیے جائیں گے●

پھر یہودا فرشتوں سے کہے گا، اِس طرح پر کہ اُس کا بھائی سنے۔ (کیا اب تو ہم نہ مریں گے؟) یعنی ہم جنت میں ہمیشہ جیتے رہیں گے کبھی نہ مریں گے۔ (مگر ہماری پہلی موت) جو دُنیا میں ہو چکی۔۔الغرض۔۔جس موت کا مزہ دُنیا میں چکھنا تھا وہ ہم چکھ چکے، اب جنت میں ہمیں دوسری موت سے سابقہ نہ پڑے گا۔ (اور نہ ہم عذاب دیے جائیں گے)۔ فرشتے کہیں گے، کہ ہاں! اب ہرگز تم نہ مروگے اور تم پر عذاب نہ ہوگا۔ پھر یہودا کہیں گے۔۔۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

بے شک یہ تو یقیناً بڑی کامیابی ہے● ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کریں عمل کرنے والے●

(بے شک یہ تو) یعنی جنت میں ہمیشہ رہنے اور عذاب سے بے خوف ہوجانے کی نعمت، (یقیناً بڑی کامیابی ہے● ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کریں عمل کرنے والے)، دُنیا کے مال وجاہ کے واسطے نہیں۔ اس واسطے کہ وہ زائل ہوجانے والا ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ﴿۶۲﴾اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ﴿۶۳﴾

کیا یہ بہتر مہمانی ہے، یا تھوہڑ کا درخت؟● بے شک بنایا ہم نے اُسے آزمائش، ظالموں کے لیے●

(کیا یہ) جو مذکور ہوئیں جنتیوں کے واسطے نعمتیں (بہتر مہمانی ہے) اور اچھی مہمان نوازی ہے، (یا تھوہڑ کا درخت)؟

یہ درخت ولایتِ تہامہ میں ہے۔ اِس میں چھوٹی چھوٹی پتیاں ہوتی ہیں اور اُس کا پھل نہایت کڑوا اور بدبودار ہوتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اُس درخت کا نام یہی رکھا، جس کا میوہ دوزخیوں کو پیش کیا جائے گا اور انہیں اُسے زبردستی کھلایا جائے گا۔ اور فرمایا کہ۔۔۔

(بے شک بنایا ہم نے اُسے آزمائش ظالموں کے لیے) یعنی اس درخت کو اُن کے لیے مشقت وعذاب قرار دیا آخرت میں۔۔۔یا۔۔۔اُس درخت کو دُنیا میں ان کے واسطے ہم نے امتحان کردیا، اس واسطے کہ جب انہوں نے سنا کہ زَقُّوْم ایک درخت ہے دوزخ میں، تو بولے کہ بھلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ حالانکہ آگ تو لوہے کو گلا اور جلادیتی ہے، اور انہوں نے یہ نہ جانا کہ جو آگ میں آتشی جانور پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے سمندر، وہ یہ بھی قدرت رکھتا ہے کہ آگ میں درخت پیدا فرمائے اور جَل جانے سے اُسے بچائے۔

'معالم' میں ہے، کہ ابن الزبعری نے رؤسائے قریش سے کہا، کہ محمد عربی ﷺ 'ہمیں زَقُّوْم سے ڈراتے ہیں اور بربرہ اور افریقیہ کی زبان میں زقوم مسکے اور خرمے کو کہتے ہیں، تو ابوجہل کھڑا ہوگیا اور عرب کے بڑے بڑے آدمیوں کو گھر میں جمع کیا اور لونڈی سے بولا، ہمیں زَقُّوْم دے۔ بس لونڈی مسکا اور خرما لے آئی۔ ابوجہل نے کہا، کھاؤ یہی زَقُّوْم ہے جس سے محمد علیہ السلام ' ہمیں ڈراتے ہیں۔ تو حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی کہ زَقُّوْم وہ نہیں ہے جسے یہ کافر گمان کرتے ہیں، بلکہ۔۔۔

إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾

بے شک وہ ایک درخت ہے جو نکلتا ہے جہنم کی جڑ میں• اُس کا شگوفہ، گویا دیووں کا سر•

(بے شک وہ ایک درخت ہے جو نکلتا ہے جہنم کی جڑ میں) یعنی دوزخ کے گڑھے سے، اور اُس کی شاخیں بلند ہو کر سب درکوں میں پہنچتی ہیں۔ (اُس کا شگوفہ) یعنی اُس درخت کے خوشے بُرے اور ہولناک ہونے میں (گویا دیووں کا سر)۔

بعضے کہتے ہیں کہ اُس سے مراد ہولناک شیاطین سانپ ہیں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ مکہ معظّمہ کے گرد کالے پتھر تھے جنہیں رُءُوسُ الشَّيَاطِين کہتے تھے۔

فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ

یہ لوگ ضرور کھانے والے ہیں اُسے، پھر بھر لینے والے ہیں اُس سے اپنے اپنے پیٹ• پھر اُن کے لیے ہے

عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾

اس پر ضرور کھولتے پانی کی ملونی•

(یہ) جہنمی (لوگ ضرور کھانے والے ہیں اُسے) یعنی اُس درختِ زَقُّوم سے، (پھر بھر لینے والے ہیں اُس سے اپنے اپنے پیٹ) بھوک کی شدت کی وجہ سے۔۔یا۔۔ زبردستی انہیں پیٹ بھر کھلائیں گے۔ (پھر اُن کے لیے ہے اُس پر ضرور کھولتے پانی کی ملونی)۔ ایسا گرم پانی جو آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ یعنی جب زَقُّوم کھائیں گے، تو اُس کے اوپر گرم پانی انہیں پلائیں گے، کہ وہ زَقُّوم سے مل جائے۔

ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾

پھر بلاشبہ اُن کے لوٹنے کی جگہ یقیناً جہنم کی طرف ہے• اُنہوں نے پایا اپنے باپ دادوں کو گمراہ•

فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾

تو یہ بھی اُن کے نشانِ قدم پر دوڑے جاتے ہیں•

(پھر) زَقُّوم کھانے اور کھولتا پانی پینے کے بعد، (بلاشبہ اُن کے لوٹنے کی جگہ یقیناً جہنم کی طرف ہے)۔ جہنم میں بھیجنے سے پہلے یہ زَقُّوم کھلانا اور کھولتا پانی پلانا ابتدائی پیشکش اور ماحضر کے طور

پر ہوگا۔ اُن کی کم فہمی اور بے عقلی اُسی سے ظاہر ہوگئی، کہ (انہوں نے پایا اپنے باپ دادوں کو گمراہ ● تو یہ بھی اُن کے نشانِ قدم پر دوڑے جاتے ہیں) اور انہیں کے قدم بقدم چلنے لگتے ہیں۔ تو جو اُن کا انجام ہوا وہی اِن کا بھی انجام رہا۔ اِن کی گمراہی کوئی نئی بات نہیں۔۔۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۷۲﴾

اور بے شک گمراہ ہوگئے اُن سے پہلے، اگلوں کے بہتیرے ● اور یقیناً بھیجا ہم نے اُن میں ڈرسنانے والے ●

(اور) کوئی نیا واقعہ نہیں، بلکہ (بے شک گمراہ ہوگئے اِن سے پہلے اگلوں کے بہتیرے) جیسے قومِ نوح اور قومِ عاد و ثمود کے لوگ۔ (اور یقیناً بھیجا ہم نے اُن میں ڈرسنانے والے) پیغمبروں کو، جو اُن لوگوں کو ہمارے عذاب سے ڈراتے رہے، لیکن اُن لوگوں نے نہ مانا۔

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۷۴﴾

ع ۲ ۵۳

تو دیکھو کہ کیسا ہوا انجام ڈرائے جانے والوں کا ● مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے ●

(تو) اَے محبوب! (دیکھو کیسا ہوا انجام ڈرائے جانے والوں کا) یعنی ان پر عذاب نازل ہوا، (مگر اللہ) تعالیٰ (کے چنے ہوئے بندے) جو ڈرانے کے سبب سے غیرِحق سے الگ ہوگئے، اور خدائی عذاب سے محفوظ رہے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ

اور بے شک پکارا ہم کو نوح نے، تو کیسا اچھا ہم قبول فرمانے والے ہیں ● اور بچالیا ہم نے اُنہیں اور اُن کے

الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾

والوں کو، بڑی بے چینی سے ●

(اور بے شک پکارا ہم کو) انہیں ڈرانے والوں میں سے (نوح نے) اور ہلاکتِ قوم کی دُعا کی، اور ہم نے دُعا قبول کرلی، تو (کیسا اچھا ہم قبول فرمانے والے ہیں) کہ قومِ نوح کو طوفان کے سبب سے ہم نے غرق کردیا۔ (اور بچالیا ہم نے انہیں اور اُن کے والوں کو، بڑی بے چینی سے) یعنی غرق ہونے کے غم سے۔۔یا۔۔قوم کی ایذاء رسانی سے۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور کردیا ہم نے اُن کی نسل کو، کہ وہی رہ گئے●

(اور کردیا ہم نے اُن کی نسل کو)، یعنی اُن کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث کو، (کہ وہی رہ گئے) باقی، نسل کی جہت سے، قیامت تک۔

اس واسطے کہ حدیث میں ہے کہ حضرت نوح کی اولاد میں سام اور حام اور یافث کے سوا کوئی باقی نہ رہا، اور سب لوگ انہیں کی نسل سے ہیں۔ سام کی اولاد میں عرب فارس اور روم کے لوگ ہیں، اور یافث کی اولاد میں ترک خرز سقلاب کے لوگ ہیں، اور حام کی نسل میں ہند اور حبش اور زنگ اور بربر کے لوگ ہیں۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾

اور باقی رکھا ہم نے اُن کی بلندی ذکر کو پچھلوں میں● کہ "سلام ہو نوح پر،" سارے جہان میں●

(اور باقی رکھا ہم نے اُن کی بلندئ ذکر کو پچھلوں میں) یعنی بعد میں آنے والی نسلوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکرِ خیر کو جاری رکھا، اور بعد میں آنے والے انبیاء اُن کی تعریف اور تحسین فرماتے رہے، اور کہتے رہے (کہ سلام ہو نوح پر، سارے جہان میں)، یعنی قیامت تک لوگ اُن پر صلوٰۃ پڑھتے رہیں گے۔ اُن کا ذکر بُرائی سے نہیں کیا جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ ابتداء کلام ہے اور حق تعالیٰ حضرت نوح پر سلام کر کے فرماتا ہے، کہ۔۔۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾

بے شک اُسی طرح ہم ثواب دیتے ہیں احسان والوں کو●

(بے شک اسی طرح ہم) جس طرح حضرت نوح کو جزا دی (ثواب دیتے ہیں احسان والوں کو) اور نیک کام کرنے والوں کو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جو نیک کام کیے تھے اللہ تعالیٰ نے اُس کی جزا میں اُن کے ذکرِ خیر کو دُنیا میں شائع کر دیا۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۸۲﴾

بے شک وہ میرے ماننے والے بندوں سے ہیں● پھر ڈبو دیا ہم نے دوسروں کو●

وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ ﴿۸۳﴾

وقف لازم

اور بلاشبہ اُن کی سنت و جماعت سے ہیں ابراہیم ۔۔●۔۔

(بے شک وہ میرے ماننے والے بندوں سے ہیں)۔ وہ اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے تھے۔ (پھر) نوح علیہ السلام کی دُعا کے بعد (ڈبو دیا ہم نے دوسروں کو) یعنی اُن کی قوم کے کافروں کو۔ (اور بلاشبہ اُن کی سنت و جماعت سے ہیں ابراہیم) یعنی 'اصولِ شرع' اور 'طریق توحید' میں حضرت ابراہیم، حضرت نوح کے ہم عقیدہ وہم مسلک تھے۔ دونوں کی شریعتوں کا اصول اور بنیادی پیغام ایک ہی تھا۔ یہ حضرت ابراہیم وہ ہیں، جو۔۔۔

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۴﴾

کہ لائے اپنے رب کے پاس غیروں سے محفوظ دِل●

(کہ لائے اپنے رب کے پاس غیروں سے محفوظ دِل)۔ یعنی ایسے دِل کے ساتھ حاضرِ بارگاہِ خداوندی ہوئے، جو پاک تھا علاقوں سے۔۔یا۔۔خالی تھا دُنیا کی محبت سے۔۔یا۔۔غیروں کی محبت سے۔ یعنی درگاہِ رب العزت کی طرف حضرت ابراہیم جب متوجہ ہوئے، تو اُن کا دِل پاک تھا کونین کے تعلق اور 'حظ نفس' سے۔ اَے محبوب! یاد کرو۔۔۔

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ ﴿۸۶﴾

جب کہ کہا اپنے بابا کو اور اپنی قوم کو کہ "یہ کیا پوجتے ہو؟● کیا گڑھ کر، دوسرے کئی معبود اللہ کے خلاف چاہتے ہو؟●

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾

تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین کے ساتھ؟"●

(جب کہ کہا) ابراہیم نے (اپنے بابا) یعنی عرفی باپ (کو اور اپنی قوم کو، کہ یہ کیا پوجتے ہو؟) یعنی یہ کیا چیز ہے جسے تم پوجتے ہو؟ (کیا گڑھ کر دوسرے کئی معبود اللہ) تعالیٰ (کے خلاف) اور اُس کے سوا (چاہتے ہو؟● تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین کے ساتھ) کہ وہ تم پر عذاب کرے گا اِس بات پر کہ وہ جو مستحقِ عبادت ہے اُس کی عبادت کو چھوڑ کر اُس کے غیر کو پوجتے ہو۔

قوم کے لوگوں نے حضرت ابراہیم کو یہ جواب دیا، کہ کل ہماری عید ہے اور صحرا کی طرف ہم جائیں گے۔ آج کھانے پکاتے ہیں جسے بتوں کے گرد رکھ جائیں گے، تاکہ جب صحرا سے پھریں تو بتخانہ میں جا کر اُن کھانوں میں سے تبرکاً تقسیم کرلیں۔ تم بھی آؤ اور ہمارے مجمع کا تماشہ دیکھو، اور وہاں سے ہمارے ساتھ بتخانہ میں آنا اور بتوں کی زیب وزینت اور شکل وہیئت دیکھنا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر ہمیں ملامت کرنے سے اپنی زبان بند کرلوگے، اور ہم کو اُن کی پرستش کے باب میں معذور رکھوگے۔ پس حضرت ابراہیم نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے دن اُن کے یاروں نے کہا، کہ اَے ابراہیم آؤ چلیں۔۔تو۔۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾

پھر دیکھا گھور کر ستاروں میں● تو کہا کہ "میں بیمار ہوجانے والا ہوں"●

(**پھر دیکھا گھور کر**) حضرت ابراہیم نے (**ستاروں میں**) یعنی اولاً ستاروں میں اُن کے ملنے اور پھرنے کے مواقع دیکھے۔۔یا۔۔علم نجوم کی کتاب میں دیکھا اور چونکہ اُن کی قوم کے لوگ علم نجوم مانتے تھے، تو اُن کے ساتھ انہیں کے علم کی رُو سے کلام کیا، (**تو کہا**) حضرت ابراہیم نے، (**کہ میں بیمار ہوجانے والا ہوں**)۔

یہ خیال فرما کر کہ یقیناً مجھے مرض الموت میں مبتلا ہونا ہے، لیکن سننے والوں کا ذہن اُس معنی کی طرف نہیں گیا، بلکہ **سَقِيمٌ** کا وہ معنی جو اُن میں معروف ومتعارف تھا، وہ سمجھا۔ تو انہوں نے عید کے میلہ میں آپ کے نہ جانے کو ایک عذر خیال کیا۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾

تو پھر گئے سب لوگ اُن سے پیٹھ دے کر● تو چھپ کر چلے اُن کے بتوں کی طرف، تو کہا کہ "کیا تم لوگ نہیں کھاتے؟●

مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿٩٢﴾

تمہیں کیا ہے کہ نہیں بولتے؟"●

(**تو پھر گئے سب لوگ اُن سے پیٹھ دے کر**) یعنی وہ آپ کے پاس سے چلے گئے۔ جب قوم کے لوگ ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ کر صحرا میں گئے، تو ابراہیم علیہ السلام بتخانہ کی طرف متوجہ ہوئے، (**تو چھپ کر چلے اُن کے بتوں کی طرف**)۔ بتوں کو دیکھا کہ آراستہ ہیں اور کھانے کے خوان اُن کے سامنے

چنے ہوئے ہیں، (تو) حضرت ابراہیم نے ہنسی کی راہ سے (کہا، کہ کیا) بات ہے کہ (تم لوگ نہیں کھاتے) یہ چنے ہوئے کھانے، اور (تمہیں کیا) ہوگیا (ہے کہ نہیں بولتے) اور میری باتوں کا جواب نہیں دیتے؟ پھر چھپے ہوئے آئے۔۔۔

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿۹۳﴾ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ﴿۹۴﴾

تو نظر بچا کر اُن پر پوری چوٹ لگائی داہنے ہاتھ سے • تو سب لوگ سامنے آئے اُن کی طرف دوڑتے •

(تو نظر بچا کر اُن پر پوری چوٹ لگائی داہنے ہاتھ سے) اور انہیں ٹکڑے کر دیا۔

اور اِس طرح آپ نے اپنی قسم پوری کر دی جس کا ذکر سورۂ انبیاء میں ہو چکا ہے۔

جب نمرودی اپنی عیدگاہ سے بتخانہ میں آئے، تو یہ حال دیکھا، سمجھے کہ یہ کام ابراہیم ہی کا ہے۔ **(تو سب لوگ سامنے آئے اُن کی طرف دوڑتے)** اور اُن کو پکڑنے میں جلد بازی کا مظاہرہ کرتے۔ آخر انہیں نمرود کے پاس پکڑ لائے۔ بڑے مباحثے کے بعد جس کا کچھ حصہ ذکر ہو چکا، حضرت ابراہیم نے۔۔۔

قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ﴿۹۵﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾

پوچھا کہ "کیا تم لوگ پوجتے ہو اسے، جس کو خود تراشتے ہو؟" • اور اللہ نے پیدا فرمایا تمہیں اور جو تم بناتے ہو" •

(پوچھا کہ تم لوگ پوجتے ہو اُسے جس کو خود تراشتے ہو) پتھر اور لکڑی سے اپنے ہاتھوں سے، **(اور)** صورتِ حال یہ ہے کہ **(اللہ)** تعالیٰ **(نے پیدا فرمایا تمہیں اور جو تم بناتے ہو)**، یعنی تمہاری جملہ مصنوعات کا بھی خالق وہی ہے۔

اِس آیت میں دلیل ہے کہ بندے اور بندوں کے کام سب خدا ہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔

جب حضرت ابراہیم نے اُن کو الزام دیا اور اُس کے اطمینان بخش معقول اور قابلِ قبول جواب سے عاجز رہے، تو اپنے کمالِ غضب کا مظاہرہ کیا اور نمرودی اور نمرود کے خواص۔۔۔

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿۹۷﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا

سب بولے کہ "بناؤ اُس کے لیے ایک آتش کدہ، پھر ڈال دو اُنہیں دہکتی آگ میں" • چنانچہ اُنہوں نے چاہی ان سے چال،

فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

تو کر دیا ہم نے اُنہیں کو نیچا●

(سب بولے، کہ بناؤ اُس کے لیے ایک آتش کدہ) یعنی ایک عمارت بناؤ اور اُس میں لکڑیاں بھر دو، پھر اُس میں آگ لگا دو، (پھر ڈال دو انہیں) اُسی (دہکتی) ہوئی (آگ میں ● چنانچہ انہوں نے چاہی اُن سے چال) حضرت ابراہیم کو جلا دینے کے لیے، (تو کر دیا ہم نے انہیں کو نیچا) یعنی ذلیل و خوار۔ اِس واسطے کہ اُن کی آگ کو ابراہیم علیہ السلام پر باغ کر دیا اور یہ حضرت ابراہیم کی حقیت اور نمرود کے بطلان پر کھلی ہوئی دلیل تھی۔

وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

اور کہا ابراہیم نے کہ "بے شک میں ہجرت کرنے والا ہوں اپنے رب کی طرف، وہ جلد راہ دے گا مجھے"●

"پروردگارا! بخش دے مجھے لیاقت والی اولاد"●

(اور کہا ابراہیم نے) جب آگ سے صحیح وسلامت باہر آئے، (کہ بے شک میں ہجرت کرنے والا ہوں اپنے رب کی طرف، وہ جلد راہ دے گا مجھے) ایسی جو مجھے میرے مقصد تک پہنچا دے اور دنیوی واخروی مصلحتوں سے ہمکنار کر دے۔

پھر حضرت ابراہیم ملک شام کی طرف متوجہ ہوئے، اور وہاں بی بی ہاجرہ حضرت سارہ کے ہاتھ آئیں، اور حضرت سارہ نے بی بی ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بخش دیں، اور جب حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم کی ملک ہو گئیں، تو آپ نے دُعا کی، کہ۔۔۔

(پروردگارا! بخش دے مجھے لیاقت والی اولاد) جو میرا معین و مددگار ہو طاعت میں، اور میرا مونس ہو غربت اور مسافرت میں۔۔۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

تو خوشخبری دی ہم نے اُسے ایک بُردبار بیٹے کی●

(تو خوش خبری دی ہم نے اُسے ایک بُردبار بیٹے کی)، یعنی ایسے فرزند کی خوشخبری کہ جب وہ بلوغ کو پہنچے تو بُردبار ہو۔

پھر حق تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کیے۔ اور حکم الٰہی کے موافق زمین شام سے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو مکہ معظمہ

میں لائے، اور حضرت اسماعیل وہاں بڑھے اور پرورش ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم شام سے اپنے فرزند اسماعیل کو دیکھنے کے لیے آئے تھے، تین[۳] رات برابر خواب میں یہ حکم سنا، کہ اپنے فرزند کو قربانی کر۔ بقرعید کا دن تھا، حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل کو لے کر منیٰ کی طرف چلے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے، کہ۔۔۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ

چنانچہ جب وہ بیٹا پہنچا اُن کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو، بولے کہ "اے میرے بیٹے، بے شک میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں،

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْۤ

تو تم دیکھو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟" جواب دیا کہ "اے میرے باپ! آپ کر گزریں جس کا آپ کو حکم کیا جاتا ہے۔ جلد ہی آپ پائیں گے مجھ کو

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

انشاءاللہ صبر کرنے والوں سے"●

(چنانچہ جب وہ بیٹا پہنچا اُن کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو)، تو (بولے) حضرت ابراہیم (کہ اَے میرے بیٹے! بے شک میں دیکھتا ہوں خواب میں، کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں) یعنی برابر خواب میں یہی حکم سنتا ہوں، کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر، (تو تم دیکھو) اور تم بھی غور و کرو، (کہ) اِس سلسلے میں (تمہاری کیا رائے ہے؟) آیا تم اِسے حکمِ الٰہی سمجھتے ہو یا خواب و خیال پر محمول کرتے ہو۔۔ الغرض۔۔ اس تعلق سے تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو۔ حضرت اسماعیل نے برجستہ (جواب دیا، کہ اَے میرے باپ! آپ کر گزریں جس کا آپ کو حکم کیا جاتا ہے)، اس لیے کہ انبیاءِ کرام کا خواب بھی وحی الٰہی ہے۔ (جلد ہی آپ پائیں گے مجھ کو انشاءاللہ) تعالیٰ (صبر کرنے والوں سے) ذبح پر۔۔ یا۔۔ حکم قضا پر۔ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے سے مشورہ لے کر حکم خدا پر قربان ہونے کے عمل کو خود اپنے بیٹے کا اختیاری اور پسندیدہ عمل بنا دیا، اور ایک ہی وقت میں باپ اور بیٹے دونوں ہی کا امتحان ہو گیا، اور دونوں ہی سرخروئی اور کامیابی کے مژدہ میں شریک ہو گئے۔

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ۚ

تو جب دونوں نے گردن جھکا دی اور لٹا دیا باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل●

(توجب دونوں نے گردن جھکادی) حکمِ خدا کے سامنے، اور حضرت ابراہیم اپنے بیٹے کو فدا کرنے پر آمادہ ہو گئے، اور حضرت اسماعیل نے اپنے کو قربان کرنے کی اجازت دے دی، اور واقع ہوا جو کچھ واقع ہونا تھا، (اور لٹادیا باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل)۔ خود بیٹے کی خواہش کے مطابق اُن کی پیشانی زمین پر رکھی۔

شاید اُس میں حکمت یہ ہو کہ ذبح کے وقت باپ بیٹے کا چہرہ نہ دیکھے، کہ فطری محبت میں جوش آجائے اور حکمِ الٰہی کی تعمیل میں ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش آجائے۔ 'معالم' میں ہے، کہ جب حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا، تو حضرت اسماعیل نے تین ۳ وصیتیں کیں: ایک یہ کہ میرے ہاتھ پاؤں مضبوط باندھیے، تاکہ میں تڑپوں نہ، کہ تڑپتے وقت آپ کے کپڑے خون آلود ہو جائیں اور میں اِس بے ادبی کی وجہ سے گنہگار اور بدنام ہوں، اور مجھے اُس جناب میں ندامت اور خسارت ہو۔

دوسری یہ کہ جب گھر میں تشریف لے جایئے گا، تو میری والدہ دِل خستہ کو میرا سلام پہنچا کر میرا کُرتا انہیں حوالہ فرمایئے، تاکہ اُن کو اِس کرتے کے سبب سے تسلی رہے۔

تیسری یہ کہ میرا منہ زمین کی طرف کیجیے، کہ ذبح کرتے وقت آپ کی نظر میرے چہرے پر نہ پڑنے پائے اور شفقتِ پدری جوش میں نہ آئے، کہ مبادا حکمِ الٰہی کی تعمیل میں تاخیر اور تقصیر ہو۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دِل کو مضبوط کر کے بیٹے کے ہاتھ پاؤں باندھے اور چھری اُن کے حلق پر رکھی، حق تعالیٰ نے تانبے کا پتر حلقہ کی شکل پر حضرت اسماعیل کے حلق پر پیدا کر دیا، کہ اُس نے چھری کو کاٹنے سے روکا۔ اور بعضوں نے کہا ہے، کہ اُن کی گردن کٹتی تھی اور پھر درست ہو جاتی تھی۔ اس سلسلے میں یہ بھی منقول ہے کہ حضرت جبرائیل نے حکمِ الٰہی سے حضرت ابراہیم کی چھری کو اُلٹ دیا تھا کہ وہ کاٹ نہ سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔۔

ہم نے ابراہیم علیہ السلام کا کام پسند فرمایا اور وہ ہمارا حکم بجالایا۔

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ

اور ہم نے آواز دی اُنہیں کہ "اَے ابراہیم! ○ بے شک سچ کر دکھایا تم نے خواب کو۔" بے شک ہم اسی طرح

نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾

ثواب دیتے ہیں مخلصوں کو●

(اور ہم نے آواز دی انہیں، کہ اَے ابراہیم!● بے شک سچ کر دکھایا تم نے خواب کو) کیونکہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا، کہ میں اپنے فرزند کو قتل کرتا ہوں مگر خون کا اثر نہیں دیکھا تھا، جاگتے میں بھی وہی صورت واقع ہوئی۔ **(بے شک ہم اِسی طرح ثواب دیتے ہیں مخلصوں کو)**، یعنی نیک کام کرنے والوں کو ہم یونہی شدت کے بعد آرام وراحت مرحمت فرماتے ہیں۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾

بلاشبہ یہ یقیناً کھلا امتحان تھا● اور فدیہ دیا ہم نے اُن کا شاندار ذبیحہ کو●

(بلاشبہ یہ یقیناً کھلا) ہوا **(امتحان تھا)**، کہ اُس کے سبب سے مخلص اور غیر مخلص میں تمیز ہو جاتی ہے۔ **(اور فدیہ دیا ہم نے اُن کا شاندار ذبیحہ کو)** یعنی فربہ اور سینگوں والا بڑا مینڈھا جو چالیس برس بہشت میں چَرا تھا۔

اور بعضوں نے کہا یہ وہ مینڈھا تھا، جسے ہابیل نے قربان کیا تھا اور حق تعالیٰ نے اُسے قبول کر لیا تھا۔۔یا۔۔ایک بکرا کوہِ یثرب پر سے اُترا تھا، پھر حضرت ابراہیم کے پاس آ کھڑا ہوا۔ اور بہت مشہور یہ بات ہے کہ حضرت جبرائیل آسمان سے اترتے ہوئے جنت سے ساتھ لائے تھے۔

اُس انعام کے سوا بھی ہم نے ابراہیم کو نوازا۔۔۔

وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی

اور چھوڑ رکھا اُن کی بلندئ ذکر کو پچھلوں میں● کہ "سلام ہو ابراہیم پر"● اسی طرح ثواب دیتے ہیں

الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾

ہم مخلصوں کو● بے شک وہ میرے ماننے والے بندوں سے ہیں●

(اور چھوڑ رکھا اُن کی بلندئ ذکر کو پچھلوں میں) یعنی امّتِ محمدی میں۔۔یا۔۔اُسے ہم نے باقی رکھا کہ لوگ کہتے ہیں **(کہ سلام ہو ابراہیم پر)**۔۔یا۔۔ہم اُس پر سلام کرتے ہیں۔ **(اسی طرح ثواب دیتے ہیں ہم مخلصوں کو)**، تو پھر ابراہیم کو یہ بلندئ درجات کیوں نہ دی جاتی۔ **(بے شک وہ**

میرے ماننے والے بندوں سے ہیں)۔

وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَ عَلٰۤى اِسْحٰقَ ؕ

اور خوشخبری دی ہم نے اُنہیں اسحاق کی، نبی لیاقت مندوں سے ● اور برکت بھیجی ہم نے اُن پر اور اسحاق پر۔

وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

اور اِن دونوں کی اولاد سے کوئی احسان والا ہے اور کوئی اپنے اوپر علانیہ اندھیر مچانے والا ●

(اور) مزید برآں (خوشخبری دی ہم نے انہیں اسحاق کی)، یعنی حضرت اسماعیل کے بعد اسحاق نام کے ایک فرزند کی، جو (نبی لیاقت مندوں سے) ہیں۔(اور برکت بھیجی ہم نے اُن پر اور) اُن کے بیٹے (اسحاق پر)، کہ اُن کی پشت سے انبیاءِ بنی اسرائیل وغیرہ جیسے حضرت ایوب کو ہم نے پیدا کیا، (اور اُن دونوں کی اولاد سے کوئی احسان والا ہے) یعنی نیک کام کرنے والا ہے ایمان اور طاعت کے ساتھ، (اور کوئی اپنے اُوپر علانیہ اندھیر مچانے والا) ہے کفر اور معصیت کے سبب سے ۔۔المختصر۔۔اُس کا ظلم کھلا ہوا ہے۔۔الحاصل۔۔اُن کی نسل میں سے نیک کام کرنے والے ایماندار بھی ہیں اور کافر ستمگار بھی۔

وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ نَجَّیْنٰهُمَا وَ قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ

اور بے شک احسان فرمایا ہم نے موسیٰ و ہارون پر ● اور بچالیا اُنہیں اور اُن کی قوم کو بڑی

الْعَظِیْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ اٰتَیْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ ﴿۱۱۷﴾

بے چینی سے ● اور مدد فرمائی ہم نے اُن کی، تو ہوئے وہی جیتے ہوئے ● اور دیا ہم نے اُن دونوں کو روشن کتاب ●

(اور بے شک احسان فرمایا ہم نے) انہیں کی نسل کے (موسیٰ و ہارون پر) نعمتِ نبوت عطا فرما کر، (اور بچالیا انہیں اور اُن کی قوم) بنی اسرائیل (کو بڑی بے چینی سے)، یعنی قبطیوں کے غلبہ اور ایذاء سے۔(اور مدد فرمائی ہم نے اُن کی) اُن کی قوم سمیت (تو ہوئے وہی جیتے ہوئے)، یعنی اپنے دشمنوں پر غلبہ پائے ہوئے۔(اور دیا ہم نے اُن دونوں کو روشن کتاب) جو ظاہر اور کھلی ہوئی ہے۔

وَ هَدَیْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ

اور ہدایت فرمائی اُن کی سیدھی راہ کو ● اور چھوڑ رکھا دونوں کی بلندئ ذکر کو پچھلوں میں ● کہ "سلام ہو

عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا

موسیٰ وہارون پر"• بے شک ہم اِسی طرح ثواب دیتے ہیں احسان والوں کو• بے شک وہ دونوں

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۲﴾

ہمارے ماننے والے بندوں سے ہیں•

(اور ہدایت فرمائی اُن کی سیدھی راہ کو) جو منزلِ مقصود کو پہنچادینے والی تھی۔ **(اور چھوڑ رکھا دونوں کی بلندیٔ ذکر کو پچھلوں میں)** یعنی ان دونوں کی تعریف وثنا پچھلی امتوں میں ہوتی رہے گی۔۔ یا۔۔ جو بات ہم نے باقی چھوڑی وہ یہ ہے کہ وہ کہیں، **(کہ سلام ہو موسیٰ وہارون پر)**۔۔یا۔۔ ہم سلام کہتے ہیں دونوں پر۔ **(بے شک ہم اِسی طرح ثواب دیتے ہیں احسان والوں کو)** یعنی نیک کام کرنے والوں کو۔ **(بے شک وہ دونوں ہمارے ماننے والے بندوں سے ہیں)**۔

وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہیں• جب کہ کہا اپنی قوم کو کہ" کیا تم لوگ نہیں ڈرتے؟•

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۲۵﴾

کیا دُہائی دیتے ہو بعل کی، اور چھوڑے ہوئے ہو نہایت اچھے خالق کو•

(اور) اُن کے سوا **(بے شک الیاس)** بن یاسین بن بشیر بن فنحاص بن العیزار بن ہارون **(پیغمبروں سے ہیں)**۔ اَے محبوب! یاد کرو اُسے **(جبکہ کہا)** اُس نے **(اپنی قوم کو، کہ کیا تم لوگ نہیں ڈرتے)** عذابِ الٰہی سے؟ **(کیا دُہائی دیتے ہو بعل کی)**۔

بعل ایک بت تھا بیس گز اونچا اور اُس کے چار منہ تھے اور بک نام ایک زمین کا ہے ملک شام میں، چونکہ بعل وہاں تھا، تو اُس جگہ کو بعلبك کہتے ہیں اور اِسی نام سے وہ مقام مشہور ہے۔ غرضیکہ الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم پکارتے اور پوجتے ہو بعل کو۔۔۔

(اور چھوڑے ہوئے ہو نہایت اچھے خالق کو) جو بہت خوب پیدا کرنے والا ہے۔۔ الحاصل۔۔ تم نے چھوڑ رکھا ہے اپنے اچھے خالق۔۔۔

اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۲۶﴾

اللہ کو، اپنے رب کو، اور اپنے اگلے باپ دادوں کے رب کو"•

(اللہ) تعالیٰ (کو، اپنے رب کو اور اپنے اگلے باپ دادوں کے رب کو)، تو اُسی کی عبادت کیا کرو اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

حق تعالیٰ نے حضرت الیاس کو بعلبک کے لوگوں کی طرف بھیجا۔ اُن لوگوں کا ایک بادشاہ تھا اُجب نام کا۔ پہلے وہ مسلمان تھا اخیر کو اپنی جورو کے بہکانے سے بت پرستوں میں شریک ہو گیا۔ پس حضرت الیاس نے دُعا فرمائی اور وہ لوگ تین[٣] برس تک قحط میں مبتلا رہے اور حضرت الیاس کی طرف رجوع کی، اور اپنے خلل اور خرابی کا تدارک اور عذر خواہی کرنے لگے۔

حضرت الیاس نے فرمایا ایمان لانا چاہیے اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کرنا چاہیے۔ اُن لوگوں نے تامل کیا۔ پس حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ میرے اور تمہارے دین کا حق اور باطل ہونا ظاہر ہو جائے، تو آؤ میں اپنے خدا کو پکاروں اور تم اپنے بتوں کو پکارو۔ جو دُعا قبول کر لے وہ عبادت کے لائق ہے۔ پس وہ لوگ اِس بات پر راضی ہوئے اور اپنے بت کو آراستہ کر کے اُس کی بڑی تعریف کی اور اُس سے مینھ مانگا۔ دُعا قبول ہونے کا اثر ظاہر نہ ہوا۔ پھر حضرت الیاس نے جو دُعا کی تو فوراً مینھ برسا اور اُن کی قوم نے اِنکار میں زیادتی کی۔۔۔

فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٢٧﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٢٨﴾

تو جھٹلایا لوگوں نے اُن کو، تو بے شک وہ پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے• مگر اللہ کے مخلص بندے•

(تو جھٹلایا لوگوں نے اُن کو، تو بے شک وہ پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے) دوزخ میں۔ (مگر اللہ) تعالیٰ (کے مخلص بندے) جو پاک ہیں کفر اور نفاق کے شائبہ سے۔

روایت ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام نے رنجیدہ ہو کر خدا سے یہ بات چاہی کہ عذاب نازل ہونے کے قبل انہیں قوم میں سے نکال دے۔ حکم ہوا کہ فلاں دن فلاں جگہ جائیں اور جو کچھ اُن پر ظاہر ہو اُس پر سوار ہوں۔ حضرت الیاس اُسی وقتِ معین میں مقرر کی ہوئی جگہ پر گئے، ایک شیر۔۔یا۔۔گھوڑے کی صورت آگ کی اُن کے سامنے آئی اُس پر سوار ہو لیے، اور حضرت الیسع کو اپنا خلیفہ کر دیا، اور حق تعالیٰ نے انہیں بازو اور پَر عنایت کیے اور کھانے پینے اور عورت کی خواہش ان سے دُور کر کے فرشتوں کے ساتھ انہیں اُڑا لیا۔۔ چنانچہ۔۔اُن

کی صفت میں آیا کہ وہ آدمی کے ساتھ ساتھ فرشتہ اطوار بھی ہیں۔ ارضی بھی ہیں اور آسمانی بھی۔ اور وہ بیابانوں پر معین ہیں جیسے حضرت خضر دریاؤں پر۔ عرفات میں باہم ملاقات کرتے ہیں اور رمضان میں بیت المقدس میں افطار کرتے ہیں۔ امت کے نیک لوگوں میں سے ایک گروہ اُن کو دیکھتا ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٢٩﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ﴿١٣٠﴾

اور چھوڑ رکھا ہم نے اُن کی بلندیٔ ذکر کو پچھلوں میں • کہ "سلام ہو الیاس پر"•

(اور چھوڑ رکھا ہم نے اُن کی بلندیٔ ذکر کو پچھلوں میں)۔۔ چنانچہ۔۔ اُن کی تعریف توصیف ہوتی رہے گی۔۔ یا۔۔ یہ بات چھوڑی، کہ لوگ کہیں (کہ سلام ہو الیاس پر)۔

الیاسین آپ ہی کا نام ہے، جیسے میکال اور میکائیل ایک ہی فرشتے کا نام ہے۔ یونہی سینا اور سینین ایک ہی پہاڑی کا نام ہے۔

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣١﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾

بے شک ہم اسی طرح ثواب دیتے ہیں احسان والوں کو • بے شک وہ ہمارے ماننے والے بندوں سے ہیں•

(بے شک ہم اِسی طرح ثواب دیتے ہیں احسان والوں کو) یعنی نیک کام کرنے والوں کو۔ (بے شک وہ ہمارے ماننے والے بندوں سے ہیں)۔ 'ایمان' ایک اسم ہے جو جامع ہے سب کمالاتِ ظاہری اور باطنی کو، اور 'بندگی' ایک بزرگی خاص ہے اہلِ اختصاص کے واسطے۔

وَإِنَّ لُوطًا لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٣﴾ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٣٤﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٣٦﴾

اور بے شک لوط، یقیناً پیغمبروں سے ہیں • جب کہ بچالیا ہم نے اُنہیں اور اُن کے سب لوگوں کو • مگر ایک بڈھی پچھڑ جانے والوں سے • پھر تہس نہس کر دیا ہم نے اَوروں کو•

(اور بے شک لوط یقیناً پیغمبروں سے ہیں)۔ یاد کرو اُس دن کو (جبکہ بچالیا ہم نے انہیں اور اُن کے سب لوگوں کو) یعنی اُن کے سب گھر والوں کو، (مگر ایک بڈھی) جو اُن کی جورو تھی، اس واسطے کہ وہ (پچھڑ جانے والوں سے) تھی۔۔ چنانچہ۔۔ وہ ٹھہر گئی اُن پیچھے رہنے والوں میں، جو مبتلائے عذاب

ہوئے، اس واسطے کہ وہ کافرہ تھی اور اُس نے حضرت لوط کا ساتھ نہیں دیا۔ (پھر تہس نہس کردیا ہم نے اوروں کو) اُن کی قوم میں سے۔ اور اُن کے مکانات ہم نے الٹ پلٹ کر دیے۔

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع

اور تم لوگ خود گزرتے رہتے ہو ان پر صبح کو● اور رات میں، تو کیا عقل سے کام نہیں لیتے؟●

(اور) اَے اہلِ قریش! (تم لوگ) ملک شام کے سفر میں (خود گزرتے رہتے ہو اُن پر صبح کو ○ اور رات میں)۔ یعنی اُن کے منازل اور مکانات پر دن رات تمہارا گزر رہوتا ہے۔ (تو کیا عقل سے کام نہیں لیتے؟) اور خیال نہیں کرتے، کہ تکذیب کرنے والوں کا انجام ہلاکت ہی ہے۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

اور بلاشبہ یونس، یقیناً پیغمبروں سے ہیں●

(اور بلاشبہ یونس یقیناً پیغمبروں سے ہیں)۔

حق تعالیٰ نے انہیں نینوا کے لوگوں کی طرف بھیجا، جو موصل کے شہروں میں سے ہے۔ قوم کے لوگوں نے اُن کی تکذیب کی، اور حضرت یونس نے عذاب مانگا اور قوم کے لوگوں میں سے نکل گئے۔ جب عذاب کا اثر ظاہر ہو چکا، تو حضرت یونس کی قوم کے لوگ ایمان لائے اور عذاب اُٹھ گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ خبر پائی اور وہ قوم سے عذاب کا وعدہ کر چکے تھے کہ تم پر عذاب نازل ہوگا، تو اِس اندیشہ سے کہ قوم کے لوگ انہیں جھوٹا کہیں گے دریا کی طرف چلے۔

اَے محبوب! یاد کرو۔۔۔

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾

جب بھاگ نکلے بھری کشتی کی طرف●

(جب) یونس اپنی قوم کے درمیان سے (بھاگ نکلے) لوگوں اور مال ومتاع سے (بھری کشتی کی طرف) اور اُس پر سوار ہو گئے اور کشتی چل پڑی، پھر جب وہ بیچ دھارے پر پہنچی تو ٹھہر گئی۔ ملاح بولے، کہ کوئی بھاگا ہوا غلام اِس کشتی پر آگیا ہے، اس لیے یہ کشتی آگے نہیں بڑھ رہی ہے۔ حضرت

یونس علیہ السلام بولے کہ وہ بھاگا ہوا غلام میں ہوں۔

چونکہ آپ نے اپنے بھاگنے سے پہلے وحی الٰہی کا انتظار نہیں فرمایا، تو گویا مالک کے اِذن کے بغیر نکل گئے۔ اِسی لیے اپنے کو بھاگا ہوا غلام قرار دیا۔ آپ کے چہرۂ مبارک کو دیکھنے کے بعد کشتی والوں کو یقین نہیں آیا، کہ آپ غلام ہیں۔۔ چنانچہ۔۔ وہ بولے حاشا! کہ آپ غلام ہوں گے۔ آپ کے چہرۂ مبارک سے یہ بات چمک رہی ہے کہ آپ جوانمرد آزاد ہیں۔ یونس علیہ السلام نے مبالغہ اور اصرار کیا کہ بھاگا ہوا میں ہی ہوں۔ اور اُس قوم کا طریقہ یہ تھا کہ بھاگے ہوئے غلام کو دریا میں ڈال دیتے تھے، تو کشتی رواں ہو جاتی تھی۔ جب یونس علیہ السلام نے اِس باب میں بہت گفتگو کی اور وہ لوگ آپ کی بات نہ سنتے تھے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۴۱﴾

تو قرعہ ڈالا، تو وہ ہوئے ہار جانے والوں سے●

(تو) سبھوں نے یہ آپس میں مشورہ کر کے تین۳ بار **(قرعہ ڈالا)** اور تینوں مرتبہ انہیں کا نام نکلا، **(تو وہ ہوئے ہار جانے والوں سے)** یعنی مغلوبوں میں سے ہو گئے۔

پس اہلِ کشتی نے انہیں اُٹھا کر قصد کیا کہ دریا میں ڈالدیں۔ یکایک بحکم خدا ایک مچھلی جو دریا کی تہ میں رہتی تھی، کشتی کے پاس آئی اور حضرت یونس کی طرف منھ کھولا۔ ملاحوں نے یہ حال دیکھ کر چاہا کہ حضرت یونس کو اور طرف دریا میں ڈالیں۔۔ غرضیکہ۔۔ جدھر جدھر ملاح حضرت یونس کو لے جاتے تھے، اُدھر اُدھر مچھلی ظاہر ہوتی تھی۔ آخر حضرت یونس نے اپنا سر کملی میں چھپا کر اپنے تئیں آپ دریا میں ڈال دیا۔۔۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۴۲﴾

تو نگل لیا اُنہیں مچھلی نے، اور وہ اپنے کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے●

(تو نگل لیا انہیں مچھلی نے) یکبارگی۔ **(اور وہ اپنے کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے)** اور خود اپنے نفس کو ملامت کر رہے تھے، کہ آخر وہ قوم سے کیوں بھاگ نکلے۔ پس مچھلی کو حکم پہنچا، کہ میں نے اِسے تیرا کھانا نہیں کیا ہے، بلکہ تیرے پیٹ کو اِس کا قید خانہ بنایا ہے۔ خبردار! اِس کے اعضاء کی ترکیب میں فرق نہ پڑے۔

پس مچھلی اُن کی نگہبانی میں ایسی رعایت کرنے لگی، جیسی رعایت ماں اپنے فرزند کی حفاظت میں کرتی ہے۔ اور سر پانی سے باہر نکال کر تیرتی تھی اور حضرت یونس اُس کے پیٹ میں سانس لیتے تھے۔ تین[۳] دن۔۔یا۔۔سات دن اُس کے پیٹ میں رہے، اور بہت مشہور بات یہ ہے کہ چالیس[۴] دن مچھلی کے پیٹ میں رہے، اور مچھلی سات دریاؤں میں پھری اور حق تعالیٰ نے اُس کا گوشت اور پوست ایسا باریک اور صاف کر دیا تھا جیسے شیشہ، کہ یونس علیہ السلام نے دریا کے عجائب وغرائب مشاہدہ کیے اور برابر خدا کی یاد میں مشغول رہے۔۔۔

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

تو اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ تھے تسبیح کرنے والوں سے ● ضرور ٹھہرے رہتے اُس کے پیٹ میں اُس دن تک، کہ لوگ اُٹھائے جائیں ●

(تو اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ تھے تسبیح کرنے والوں سے) مچھلی کے پیٹ میں، کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کہتے تھے۔۔یا یہ کہ۔۔مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے اگر وہ ذکرِ الٰہی کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں میں نہ ہوتے، تو (ضرور ٹھہرے رہتے اُس کے پیٹ میں اُس دن تک کہ لوگ اُٹھائے جائیں) قبروں میں سے، مگر خدا کے ذکر کی برکت نے انہیں بہت جلد رہائی دی۔

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

تو نکال پھینکا ہم نے اُنہیں میدان پر اور وہ بیمار ہیں ●

(تو نکال پھینکا ہم نے) یعنی ہمارے حکم سے مچھلی نے (انہیں) ایسے (میدان پر) جہاں درخت گھاس پتی پہاڑ کچھ نہ تھا۔۔الغرض۔۔ایسی جگہ انہیں ڈال دیا (اور) حال یہ ہے کہ (وہ بیمار ہیں) یعنی کمزور اور دُبلے جیسے لڑکا اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾

اور اُگا دیا ہم نے اُن پر کدّو کی بیل ●

(اور اُگا دیا ہم نے اُن پر کدّو کی بیل) کہ اُس نے اپنے پتوں سے اُن پر سایہ کر لیا۔ کدّو کے پتے کی خاصیت یہ ہے کہ اُس کے گرد مکھی نہیں آتی۔ جب حق تعالیٰ نے درخت

النصف

کدو میں چھپا دیا تو مکھیوں کی تکلیف اور آفتاب کی گرمی سے وہ بے خوف ہو گئے، اور پہاڑی بکری کو حکم دیا کہ وہ آتی اور حضرت یونس کو دودھ پلاتی، یہاں تک کہ اُن کی کھال مضبوط ہوئی اور اُن کا گوشت بھر آیا، تو پھر وہ اپنی حالتِ اصلی پر آ گئے۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

اور بھیجا ہم نے اُنہیں ایک لاکھ، بلکہ زیادہ کی طرف●

(اور بھیجا ہم نے انہیں) دوبارہ **(ایک لاکھ بلکہ زیادہ کی طرف)** یعنی ایک لاکھ بیس ہزار۔۔ یا۔۔ ایک لاکھ ستر ہزار پر، ہم نے یونس کو رسول کیا۔

تعداد کے تعلق سے شک ناظرین کی وجہ سے ہے، کہ دیکھنے والا محسوس کرتا کہ شاید یہ لوگ لاکھ سے بیس یا ستر ہزار مزید ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو شک کیسا؟ اُس کے لیے تو شک محال ہے اور اِس کلام سے صرف اُن کی کثرت کا اظہار مقصود ہے۔ یہی جواب ہر جگہ کام آئے گا، یعنی جہاں اللہ تعالیٰ کے کلام میں لفظ **اَوْ** واقع ہو، وہاں مخاطبین کا شک مراد ہوگا۔

جب نینوا کے لوگوں کو حضرت یونس کے آپہنچنے کی خبر پہنچی، تو بادشاہ تمام قوم سمیت اُن کے استقبال کو نکلا۔۔۔

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

تو مان گئے وہ سب، چنانچہ رہنے سہنے دیا ہم نے اُنہیں ایک مدت تک●

(تو مان گئے وہ سب) یعنی اُن کے ہاتھوں پر ایمان کی تجدید کی۔ **(چنانچہ رہنے سہنے دیا ہم نے انہیں ایک مدت تک)**، یعنی اُس وقت تک جبکہ اُن کی اَجل پہنچی۔ اور جب متقاضی اَجل آ پہنچتا ہے کہ ودیعت روح پھیر دو، پھر وہ کسی طرح نہیں رُکتا۔ نہ لڑنے جھگڑنے سے نہ مال خرچ کرنے سے۔

اِس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ نبیوں کے قصص اور واقعات کا ذکر فرمایا، تاکہ مشرکین کو معلوم ہو کہ سیدنا محمد ﷺ نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام پہنچایا ہے، یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے۔

اِس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے رسول آتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو بیان کرتے رہے ہیں۔ اور تم جو میری رسالت کی تکذیب کر رہے ہو یہ بھی کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ سے

مشرکین رسولوں کی تکذیب کرتے رہے ہیں۔

اوران آنے والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے پھر مشرکین کے باطل نظریات اور غلط اقوال کا رَد فرمایا۔ وہ اللہ سبحانہ کے لیے اولاد کو ثابت کرتے تھے، اور اولاد بھی مؤنث ثابت کرتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ جیسے خزاعہ، بنو ملیح، عبد الدار وغیرہا دیگر کفارِ مکہ کا یہ عقیدہ تھا، کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا رَد کرتے ہوئے فرمایا۔۔۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

تو اُن سے پوچھو کہ "کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں، اور تمہارے لیے بیٹے؟"●

(تو اُن سے پوچھو کہ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں، اور تمہارے لیے بیٹے؟) یہ کس قدر قابلِ افسوس اور قابلِ مذمت بات ہے کہ کفار اپنے لیے بیٹیوں کو ناپسند کرتے تھے، بلکہ باعثِ عار سمجھتے تھے۔ بعض شقی القلب پیدا ہوتے ہی اُس کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ پھر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بیٹی کا وجود ان کے لیے اِس قدر بُرا اور باعثِ عار اور نفرت انگیز ہے، اُس کے باوجود وہ بیٹیوں کے وجود کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے تھے۔ تو اُن سے سوال کرو کہ اپنی اِس مذکورہ خام خیالی کو ثابت کرنے کے لیے کون سی نقلی دلیل اور شہادت اُن کے پاس تھی۔۔یا۔۔کس مخبرِ صادق نے انہیں خبر دی ہے، کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

یا کیا پیدا کیا ہم نے فرشتوں کو مادہ، اور وہ حاضر تھے؟●

(یا کیا) جب **(پیدا کیا ہم نے فرشتوں کو مادہ اور وہ حاضر تھے)** اور فرشتوں کی تخلیق کے عمل کا مشاہدہ کر رہے تھے؟ آخر کس دلیل سے انہوں نے اتنا بڑا باطل اور قابلِ مذمت دعویٰ کر دیا۔ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، یہ سراسر اُن کا بہتان ہے۔۔اور۔۔

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

یاد رکھو کہ بلاشبہ اپنی بہتان بازی سے بک رہے ہیں● کہ "اللہ نے جنا،" اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں●

(یادرکھو کہ بلاشبہ اپنی بہتان بازی سے بک رہے ہیں ● کہ اللہ) تعالیٰ (نے جنا) یعنی اس کے فرزند ہیں۔ (اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں) اس بات میں کہ خدا کی طرف باپ ہونے کو منسوب کرتے ہیں، کہ خدا والد ہے اور اُس کی اولاد ہے۔ مشرکو! بتاؤ۔۔۔

اَصۡطَفَی الۡبَنَاتِ عَلَی الۡبَنِیۡنَ ﴿۱۵۳﴾ؕ

کیا چنا اُس نے بیٹیوں کو بیٹوں پر؟●

(کیا چنا اُس نے بیٹیوں کو) جو تم کو بُری معلوم ہوتی ہیں (بیٹوں پر؟) جو تمہارے واسطے افتخار اور قوت اور مدد حاصل کرنے کا مادّہ اور سبب ہیں۔

مَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱۵۵﴾ۚ

تمہیں کیا ہوگیا ہے؟۔۔ کیسا حکم لگاتے ہو● تو کیا کچھ نہیں سوچتے؟●

(تمہیں کیا ہوگیا ہے)؟ اِس بانٹ میں (کیسا حکم لگاتے ہو)؟ کہ خدا کی طرف وہ چیز منسوب کرتے ہو جو اپنے واسطے نہیں پسند کرتے۔ (تو کیا کچھ نہیں سوچتے) اور یہ بھی خیال نہیں کرتے، کہ حق تعالیٰ پاک ہے زوجہ اور اولاد سے، اس واسطے کہ باپ بیٹے کو ایک ہی جنس سے ہونا چاہیے اور دونوں کا مثل ہونا ضروری ہے۔ اور حضرت رب العزۃ مثل اور شبہ سے پاک ہے۔

اَمۡ لَکُمۡ سُلۡطٰنٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۵۶﴾ۙ فَاۡتُوۡا بِکِتٰبِکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۵۷﴾

یا تمہارے لیے کوئی روشن سند ہے؟● تو لاؤ اپنی کتاب، اگر سچے ہو●

(یا تمہارے لیے کوئی روشن سند ہے؟) جس کی روشنی میں تم فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہو۔۔یا۔۔ کوئی کتاب آسمان سے اُتری ہو، جس سے یہ بات ثبوت کو پہنچی ہو؟ (تو لاؤ اپنی) وہ آسمانی (کتاب اگر سچے ہو) اپنے دعوے میں۔

روایت ہے کہ بنی خزاعہ میں سے بعضے لوگوں نے کہا، کہ حق تعالیٰ نے جنوں کے خاندان میں اپنی سسرال کی اور بعض جنات کے ساتھ ملنے سے فرشتے پیدا ہوئے۔۔یا۔۔ معاذ اللہ وہ لوگ کہتے تھے کہ خدا اور شیطان بھائی ہیں، تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ

اور بنالیااِن لوگوں نے اپنے اور دیوؤں کے درمیان نسب۔ حالانکہ یقیناً معلوم ہے جنوں کو،

اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

کہ وہ حاضر کیے جائیں گے●

(اور بنالیااِن لوگوں نے اپنے اور دیوؤں کے درمیان نسب) یعنی نسبی قرابت داری مقرر کرلی، (حالانکہ یقیناً معلوم ہے جنوں کو) اور شیاطین کو (کہ) قیامت کے دن یہ کہنے والے۔۔یا۔۔(وہ) سب کے سب (حاضر کیے جائیں گے) عذاب کے واسطے۔

ایک گروہ اِس بات پر ہے کہ جن سے فرشتے مراد ہیں، اس واسطے کہ جو مخلوق آنکھ سے پوشیدہ ہو عرب اُسے جن کہتے ہیں اور کافروں نے حق تعالیٰ اور فرشتوں میں نسبت ٹھہرادی اور بعض کہتے ہیں کہ فرشتے اُس کی بیٹیاں ہیں اور فرشتے جانتے ہیں کہ وہ سوال کے واسطے حاضر کیے جائیں گے اور کافروں کی پرستش کے سبب سے اُن سے جواب طلب ہوگا اور وہ جواب باصواب دیں گے، جس کا ذکر سورۂ سبا میں موجود ہے کہ وہ صاف عرض کردیں گے، کہ بلکہ "وہ جنوں کو پوجتے تھے"۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

پاکی ہے اللہ کی اِس سے جو یہ لوگ بولتے ہیں● مگر اللہ کے مخلص بندے●

(پاکی ہے اللہ) تعالیٰ (کی اُس سے جو یہ) کافر (لوگ بولتے ہیں)، یعنی اُس کی طرف قرابت اور ولادت کو جو منسوب کرتے ہیں۔ اور وہ کافروں کی بات سے بیزار ہے۔ اور وہ سب خدا کو ایسا ہی کہتے ہیں۔ (مگر اللہ) تعالیٰ (کے مخلص بندے) جو پاک کیے گئے ہیں شبہوں کے میلوں سے، کہ وہ اُس کی شان کے لائق اُس کی حمد کرتے ہیں۔

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾

تو بے شک تم اور جس کو پوجتے ہو● تم سب، اِن پر فتنہ نہیں چلا سکتے●

اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾

مگر اُس پر جو دہکتی آگ میں جانے والا ہے●

(تو بے شک تم) اَے کافرو! (اور جس کو پوجتے ہو) یعنی تمہارے بت، (تم سب) مل کر بھی (اُن پر فتنہ نہیں چلا سکتے) اور انہیں گمراہ وتباہ نہیں کرسکتے، (مگر) تمہارا فتنہ (اُس پر) ہی چل سکتا ہے (جو دہکتی آگ میں جانے والا ہے)، یعنی علمِ ازلی میں جو یقینی دوزخی ٹھہرا ہوا ہے۔

اور جو لوگ فرشتوں کو پوجتے تھے، اُن کا قول رَد کرنے کو حق تعالیٰ نے فرشتوں کا اقرار بیان کردیا، کہ وہ بندے ہونے کے مقر ہیں۔۔۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾

اور نہیں ہم فرشتوں میں سے، مگر اُس کا ایک مقام معلوم ہے● اور بلاشبہ ہم صف باندھے کھڑے ہیں●

(اور) وہ کہتے ہیں، کہ (نہیں ہم فرشتوں میں سے مگر اُس کا ایک مقام معلوم ہے) یعنی خدمت اور عبادت میں ہمارے لیے ایک مقام معین اور مقرر کیا ہوا ہے، کہ اُس سے ہم تجاوز نہیں کرسکتے۔

جیسے خوف ورجاء اور محبت ورضا، کہ ہر ایک مقربانِ خطائرِ ملکوت اور مقدسات جوامع جبروت میں سے ایک مقام پر اُس میں سے مقیم اور متمکن ہے۔

(اور بلاشبہ ہم صف باندھے کھڑے ہیں) ادائے اطاعت اور موقف ملازمت میں۔

وَّاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور بے شک ہم تسبیح کرنے والے ہیں●

(اور بے شک ہم تسبیح کرنے والے ہیں) یعنی جو چیز اُس کی ذاتِ مقدس کے لائق نہ ہو، اُس سے اس کی پاکی بیان کرنے والے ہیں۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنوں کا کلام ہے، کہ کہتے ہیں فردائے قیامت کو ہم ہر ایک مقامِ معلوم رکھتے ہیں بہشت میں، اور آج صف میں کھڑے ہونے والے ہیں نماز میں، اور پاکی کے ساتھ یاد کرنے والے ہیں خدا کو۔۔ المختصر۔۔ بے شبہ قصور اور بے شائبہ فتور ہم طاعت وذکرِ الٰہی میں لگے ہوئے ہیں۔

خواہ یہ کلام منسوب ہو ملائکہ ءکرام کی طرف، خواہ حضرت سیدانام ﷺ اور اہلِ ایمان یعنی اصحاب عظام رضی اللہ عنہم کی طرف، دونوں صورتوں میں رسولِ مقبول کے مبعوث ہونے کے قبل۔۔۔

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾

اور یہ لوگ کہا کرتے تھے● کہ"اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت ہوتی اگلوں سے●

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾

تو ضرور ہم ہوتے اللہ کے کھرے بندے"● پھراُنہیں نے انکار کردیا اُس کا،تو جلد معلوم کرلیں گے●

(اور) اظہارِ نبوت سے پہلے، **(یہ)** مشرک **(لوگ کہا کرتے تھے●کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت ہوتی اگلوں سے)**، یعنی اگر ہمارے واسطے بھی کوئی کتاب ہوتی اور ہم پر بھی حکم نازل ہوتا، **(تو ضرور ہم ہوتے اللہ)** تعالیٰ **(کے کھرے بندے)** یعنی کفروشرک کے لوث سے پاک کیے ہوئے۔ اور جب اُن کے پاس کتاب آئی، جوسب آسمانی کتابوں میں اشرف اور بزرگ ہے، یعنی قرآنِ کریم ۔۔تو۔۔ **(پھرانہیں نے اِنکار کردیا اُس کا)** اور اُس پر ایمان نہیں لائے۔ **(تو جلد معلوم کرلیں گے)** اپنے کفر کا انجام، کہ عذاب اور مغلوبیت ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ

اور بے شک پہلے سے ہوچکی ہماری بولی اپنے پیغمبر بندوں کے لیے● کہ"بلاشبہ اُنہیں

لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾

کی مدد کی جائے گی● اور بے شک ہمارا ہی لشکر جیتے گا●

(اور بے شک پہلے سے ہوچکی ہماری بولی اپنے پیغمبر بندوں کے لیے) اور اِس وعدہ کا حکم لوحِ محفوظ میں ثبت کیا گیا ہے، اور اپنے رسولوں کے لیے نصرت کا وعدہ فرمایا جاچکا ہے، **(کہ بلاشبہ انہیں کی مدد کی جائے گی● اور بے شک ہمارا ہی لشکر جیتے گا)**، یعنی انبیاءِ کرام کے تابع لوگ ہی فتحیاب ہوں گے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾

تو منہ پھیرلو ان سے کچھ وقت تک● اور دیکھتے رہو اُنہیں، کہ جلد ہی یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے"●

(تو) اَے محبوب! **(منہ پھیرلو اُن سے کچھ وقت تک)** یعنی اس وقت تک جب کہ قتال کا حکم ہو۔۔یا۔۔وعدۂ نصرت کے زمانے تک، کہ جنگ بدر۔۔یا۔۔فتح مکہ کا دن ہے۔ **(اور دیکھتے رہو انہیں**

کہ جلد ہی یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے) دُنیا میں تمہاری نصرت اور آخرت میں تمہارا مرتبہ۔

جب کافروں نے "جلد یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے" کی وعید سنی تو بولے، کہ آخر یہ کب ہوگا؟ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ

تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں؟● وہ تو جہاں اُترا اُن کے آنگن میں، تو کیسی بُری صبح ہوئی اُن کی،

الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

جوڈرائے گئے ہیں● اور منہ پھیر لواُن سے کچھ وقت تک● اور دیکھتے رہو کہ جلد ہی یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے●

(تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں) اور عذاب آنے کا وقت پوچھتے ہیں، تو فرمادو، کہ **(وہ تو جہاں اترا اُن کے آنگن میں، تو کیسی بُری صبح ہوئی اُن کی جوڈرائے گئے ہیں)**۔

روایت ہے کہ عرب کے قبیلوں میں لُوٹ مار بہت تھی اور جو لشکر کسی قبیلے کا قصد کرتا تمام رات راہ چل کر صبح کو، کہ نیند غالب ہونے کا وقت ہے، اُن کو گھیر لیتے اور اُن کے لُوٹنے مارنے قید کرلینے پر ہاتھ بڑھاتے اور قوم کی بیخ کنی کرتے۔ اور چونکہ صبح کے وقت غارت ہوا کرتی تھی، تو 'غارت' کا نام 'صبح' رکھ دیا تھا۔ اور اگرچہ اور وقت بھی غارت ہوتی، مگر اس وقت کو 'صبح' ہی کہتے۔ اِس آیت میں عذاب کی تشبیہ اُس لشکر کے ساتھ دی گئی جو ناگاہ اُن پر ہجوم کرے گا اور اُن پر غارت ہوگی، کہ وہ بیخ کنی کا عذاب ہے۔ حق تعالیٰ دوبارہ تاکید کے واسطے فرماتا ہے کہ اَے محبوب!۔۔۔

(اور منہ پھیر لواُن سے کچھ وقت تک) تاوقتیکہ آیتِ سیف نازل ہو، **(اور دیکھتے رہو کہ)** ان پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ اور **(جلد ہی یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے)** انواع عذاب دُنیا میں اور عقبیٰ میں۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۸۱﴾

پاکی ہے تمہارے رب کی، بڑی عزت والا، اُس سے جو یہ لوگ بکتے ہیں● اور سلام ہے رسولوں پر●

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۲﴾

اور حمد اللہ کی، پروردگار سارے عالم کا●

ع ۵ ۹

(پاکی ہے تمہارے رب کی) جو (بڑی) ہی (عزت) وقوت وغلبہ (والا) ہے (اُس سے جو یہ) مشرک (لوگ بکتے ہیں ● اور سلام ہے رسولوں پر ● اور حمد اللہ) تعالیٰ (کی) جو (پروردگار) ہے (سارے) اہلِ (عالَم کا)۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ بندوں کو تسبیح کرنا، سلام بھیجنا، حمد کرنا تعلیم فرماتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے، جو کوئی یہ بات دوست رکھتا ہے کہ اُس کو ثواب واجر بکثرت عطا کرے اُسے چاہیے کہ اپنی مجلس میں ختم کلام اِس آیت پر کرے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۠

بحمدہٖ تعالیٰ وبعونہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ
۶ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲۹ فروری ۲۰۱۲ء
بروز چہارشنبہ، سورہ والصافات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت
مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کی حفاظت فرماتا رہے۔
آمین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ، وَبِحَقِّ نٓ وصٓ،
وَبِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ
۶ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲۹ فروری ۲۰۱۲ء
بروز چہارشنبہ، سورہ صٓ کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔ دُعاگو ہوں
کہ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل
کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظتِ خاص میں رکھے۔
آمین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ، وَبِحَقِّ نٓ وصٓ،
وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سورۃ ص ۳۸ مکیۃ ۳۸ — آیاتہا ۸۸ رکوعاتہا ۵

سُوْرَةُ صٓ

سورۂ ص۔۔۳۸ مکیہ ۳۸ — آیاتہا۸۸۔۔رکوعاتہا۵
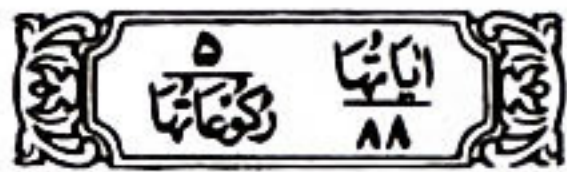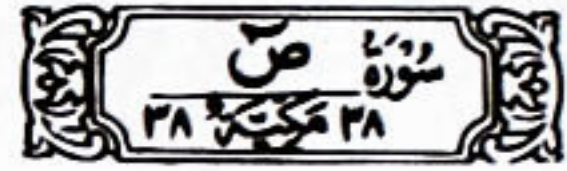
اِس سورۂ مبارکہ کا پہلا کلمہ صٓ ہے، اِسی مناسبت کی وجہ سے اِس سورہ کا نام 'سورۂ ص' ہے۔ یہ سورت 'الاعراف' سے پہلے اور 'اقتربت الساعۃ' کے بعد نازل ہوئی۔ اِس حرف 'صاد' کے متعلق بہت سے اقوال ہیں۔ یہ خدا کا نام ہے۔۔یا۔۔قرآن کا نام ہے۔۔یا۔۔سورت کا نام ہے۔۔یا۔۔اسم صمد اور صانع اور صادق الوعد کی کنجی ہے۔۔یا۔۔صدق اللہ۔۔یا۔۔صدق محمد ﷺ کی طرف اشارہ ہے۔۔یا۔۔محمد ﷺ کا نام ہے۔امام قشیری نے فرمایا ہے، کہ حق تعالیٰ دوستوں کی صفائے محبت کی قسم ارشاد فرماتا ہے۔بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ قسم ہے صفائے دِلِ عارفاں کی۔ 'تاویلات' میں ہے کہ قسم ہے صورتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی۔ 'بحرالحقائق' میں ہے کہ قسم ہے اُس کی صمدیت کے 'صاد' کی ازل میں، اور صوریت کے 'صاد' کی اَبد میں، اور صانعیت کے 'صاد کی دونوں کے درمیان میں۔ایسی اسرار و رموز پر مشتمل معنی خیز، سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے تمام بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝۱

صٓ، قسم ہے نصیحت والے قرآن کی●

(صٓ)۔

اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ اس کلمے سے اُس کی اپنی مراد کیا ہے۔۔یا۔۔اللہ تعالیٰ ہی کے مطلع فرمانے سے وہ جانے جس پر اِس کلمہ کا نزول ہوا۔۔یا۔۔خدا ہی کے علم دینے سے اُس کے دوسرے محبوبین جانیں۔

(قسم ہے نصیحت والے قرآن کی) جو عظمت و شرف اور شہرت والا ہے۔۔یا۔۔ایسے قرآن کی قسم جس میں حاجت کی چیزوں کا ذکر ہے، وہ بات نہیں جو کافر سمجھتے ہیں۔

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾

بلکہ جنہوں نے انکار کیا، ڈینگ اور دشمنی میں ہیں●

(بلکہ) رؤسائے قریش میں سے (جنہوں نے اِنکار کیا) وہ خواہ مخواہ کی (ڈینگ اور دشمنی) کے نشے (میں ہیں)، جبھی حق بات قبول کرنے میں سرکشی کرتے ہیں۔اور خدا کی مخالفت اور رسول کی عداوت پر اُتر آئے ہیں۔اُسی تکبر اور عداوت کرنے کی وجہ سے۔۔۔

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾

کتنے برباد کردیے ہم نے اِن سے پہلے اہل زمانہ، تو ہائے پکار لگائی، اور نہ تھا وقت رہائی کا●

(کتنے برباد کردیے ہم نے اِن سے پہلے اہلِ زمانہ کو) یعنی اگلی امتوں کو، (تو ہائے پکار لگائی) یعنی چیخے کہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچے، (اور نہ تھا وقت رہائی کا) کہ بھاگ کر کسی بچنے کی جگہ پر پہنچتے۔

'معالم التنزیل' میں فرمایا ہے کہ کفارِ مکہ کی عادت یہ تھی کہ جب لڑائی بڑھتی اور کڑی پڑتی، تو مَنَاص مَنَاص پکارتے یعنی بھاگو بھاگو، تو حق تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ عذاب آنے کے وقت دربدر مَنَاص مَنَاص پکاریں گے، اور کہیں بھاگنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾

اور یہ لوگ تعجب میں پڑ گئے کہ آیا ہے اُن کے پاس ایک ڈرسنانے والا اُنہیں سے، اور بولے کافرلوگ کہ "یہ جادوگر جھوٹے ہیں●

(اور یہ) کافر (لوگ تعجب میں پڑ گئے کہ آیا ہے اِن کے پاس ایک ڈرسنانے والا) پیغمبر (اِنہیں سے) یعنی بشر ان کی صورت کا۔۔یا۔۔ان کے قبیلہ کا، (اور بولے کافرلوگ کہ یہ) ڈرانے والا (جادوگر) ہے اُن چیزوں میں جو خلاف دکھاتا ہے اور (جھوٹے ہیں) دعویٔ نبوت میں۔۔یا۔۔خدا کی طرف قرآن کو اسناد کرنے میں۔کیا اندھی رائے ہے کہ وحی کو تاریکیٔ سحر سے امتیاز نہیں کرتی، اور کیا بصیرت ہے، کہ صدق کی شعاعوں کے آثار کو ظلماتِ کذب سے شناخت نہیں کرتی۔

روایت ہے کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایمان لانے کے بعد اشرافِ قریش مضطرب ہوکر ابوطالب کے پاس آئے اور بولے، کہ اَے عبد مناف کے بیٹے! تم ہمارے بزرگ اور سردار ہو۔ہم اس واسطے آئے کہ ہمارا اور اپنے بھتیجے کا فیصلہ کردو۔ہماری قوم کے بے عقلوں میں سے ایک ایک کو تمہارا بھتیجا پھسلاتا ہے اور اپنا نکالا ہوا دین اور بنائے

ہوئے آئین اُن کے سامنے چمکا تا ہے، اور ہمارے گروہ میں ہر وقت پھوٹ ڈالتا ہے اور اب وہ زمانہ قریب ہے، کہ اِس آگ کو بجھانے کی تدبیر اور تدارک سے ہم عاجز آ جائیں۔

ابو طالب نے حضرت ﷺ کو بُلایا اور یہ بات کہی، کہ اَے محمد ﷺ تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے ہیں، اور تم سے اُن کا مدعا یہ ہے کہ انحراف کا طریق نہ اختیار کرو، اور اُن کی جو تمنا ہے اُس میں ذرا غور و تامل کرو۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا، کہ اَے گروہِ قریش! مجھ سے تم کیا بات چاہتے ہو؟ وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا دین توڑنے سے تم دست بردار ہو جاؤ اور ہمارے خداؤں کو بُرا کہنا تم چھوڑ دو، کہ ہم بھی نہ تم سے متعرض ہوں نہ تمہارے تابعوں سے۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی تم سے ایک بات چاہتا ہوں کہ ایک کلمہ میں میرے ساتھ متفق ہو جاؤ، تاکہ ممالک عرب تمہارے مسخر ہو جائیں اور عجم کے بڑے بڑے لوگ تمہاری فرمانبرداری کریں۔ اُنہوں نے پوچھا وہ کیا کلمہ ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ**۔ دفعۃً اشرافِ قریش حضرت علیہ السلام کی طرف سے رخ پھیر کر باہم کہنے لگے کہ۔۔۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝۵

کیا بنا دیا بہت سے معبودوں کو ایک معبود۔ بے شک یہ عجیب بات ہے"●

(**کیا بنا دیا**) محمد علیہ السلام نے (**بہت سے معبودوں کو ایک معبود**)؟ یعنی ہمارے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا۔ (**بے شک یہ**) یعنی خدا کا ایک ہونا (**عجیب بات ہے**)، اس واسطے کہ ہمارے تین سو ساٹھ [۳۶۰] بت جب صرف ایک شہر مکہ کا کام نہیں کر سکتے، تو محمد علیہ السلام جو ایک خدا کہتے ہیں وہ تمام عالَم کا کام کیونکر بنا سکتا ہے؟

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ

اور چل دیے اُن میں سے سردار لوگ کہ" چلے چلو اور جمے رہو اپنے معبودوں پر۔

اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۶

بے شک یہ کوئی مطلب کی بات ہے●

(اور چل دیے) ابوطالب کے گھر میں سے، (ان میں سے سردار لوگ) ایک دوسرے سے یہ کہتے ہوئے (کہ چلے چلو اور جمے رہو اپنے معبودوں پر) یعنی انہیں پوجتے رہو۔ (بے شک یہ کوئی مطلب کی بات ہے) اور اِس کے پیچھے کوئی سوچی سمجھی اسکیم ہے۔ یہ ہمارے زمانے کے حوادث میں سے ہے، اور اِس کے وقوع سے چارہ نہیں ہے، یعنی بڑائی اور برتری جو محمدؐ ﷺ کا مدعا ہے، یہ ایک چیز ہے جس کی خواہش کی جاتی ہے، یعنی سب لوگ یہی چاہتے ہیں کہ ہم بڑے اور عالی رتبہ رہیں۔ اور یہ جو محمدؐ ﷺ خدا کی وحدانیت کے تعلق سے کہتے ہیں یہ ایسی بات ہے کہ۔۔۔

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ إِنْ هٰذَآ إِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿٧﴾

ہم نے تو نہیں سنا اِسے پچھلے دین میں بھی۔ یہ نہیں ہے مگر گڑھنت"●

(ہم نے تو نہیں سنا اِسے پچھلے دین میں بھی)۔ یعنی حضرت عیسیٰ کی ملت میں، کہ سب ملتوں سے اخیر ہے، اس واسطے کہ وہ تین[3] خداؤں کے قائل ہیں، ایک ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ (یہ) یعنی توحید جس کا ذکر پیغمبر کرتے ہیں (نہیں ہے مگر گڑھنت)۔ یہ ایسا جھوٹ ہے جسے خود پیغمبر نے اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے۔

ءَأُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۚ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي ۚ

یا اتاری گئی نصیحت اِن پر ہمارے درمیان۔ بلکہ وہ شک میں ہیں میری نصیحت کی طرف سے۔

بَلْ لَّمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ ﴿٨﴾

بلکہ ابھی چکھا نہیں ہے میرا عذاب●

(یا) کیا ایسا ہوا کہ (اتاری گئی نصیحت) صرف (اُن پر) ہی (ہمارے درمیان)۔ یعنی ہمارے گروہ میں سے محمدؐ ﷺ ہی وحی کے ساتھ کیوں مخصوص ہوں، اور ہمارے دوسرے بزرگ کیوں محروم رہیں؟

اُن کافروں نے یہ بات حسد کی راہ سے کہی تھی، یہ نہیں کہ انہیں اِس بات کا اعتقاد ہو کہ قرآن شریف میں وحی الٰہی ہے۔۔۔

(بلکہ وہ شک میں ہیں میری نصیحت کی طرف سے) اور اس کو وحی الٰہی سمجھنے کے تعلق سے۔ (بلکہ ابھی چکھا نہیں ہے میرا عذاب)۔ اور جب عذاب کا مزہ چکھیں گے، تو ان کا شک جاتا رہے گا

اورسب جان لیں گے، کہ جوکچھ ہمارے رسول نے وحی کے طریق پر ادا کیا سب حق تھا۔یعنی جب ان پرعذاب نازل ہوگا توسب تصدیق کا دم بھریں گے،اوراُس وقت تصدیق فائدہ نہ دے گی۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴿٩﴾

کیااُنہیں کے پاس ہیں خزانے تمہارے رب،عزت والے بڑی عطاوالے کی رحمت کے●

(کیا انہیں کے پاس ہیں خزانے تمہارے رب،عزت والے بڑی عطا والے کی رحمت کے) جو مستحق ہی کواپنی رحمت سے نوازتا ہے۔۔الختصر۔۔نبوت کی کنجیاں کافروں کے ہاتھ میں نہیں اور نہ ہی ان کے تصرف میں ہیں، کہ اپنے بعضے سردارانِ قریش کونبوت دے دیں۔ بلکہ یہ ایک عطیہ ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی درگاہ سے، کہ اپنے فضل وکرم سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ﴿١٠﴾

یااُنہیں کی ہے سلطنت آسمانوں اورزمین اوراُن کے درمیان کی چیز کی۔۔تو پھر چڑھ جائیں رسیوں کولٹکا کر●

(یا) کافروں کی یہ سوچ کہ اُن کے بڑوں پر وحی کیوں نہیں کیااس لیے ہے کہ **(انہیں کی ہے سلطنت آسمانوں اورزمین اوران کے درمیان کی چیز کی)**؟ اوراگر وہ اس ملک کے مالک ہیں، **(تو پھر)** چاہیے کہ وہ **(چڑھ جائیں رسیوں کولٹکا کر)**۔۔الحاصل۔۔اگر کافروں کوملک زمین وآسمان میں اختیارواقتدار ہے،تو چاہیے کہ اپنے ذرائع واسباب استعمال کر کے آسمان پر چڑھ جائیں اورعرش پر ٹھہریں،اور عالَم کے کاموں کی تدبیر میں مشغول ہوجائیں اور پھرجس سے چاہیں وحی پھیرلیں اور جس پر چاہیں وحی بھیجیں۔

یہ بات کافروں کی تحقیر وتذلیل کے لیےہنسی کی راہ سے فرمائی جارہی ہے۔

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿١١﴾

یہ ایک لشکر ہے یہاں شکست دیے ہوئےلشکروں سے●

(یہ ایک لشکر ہے یہاں شکست دیے ہوئے لشکروں سے) یعنی جس جگہ کفار کی یہ جماعتیں مل کرسیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت پرزبانِ طعن درازکررہی ہیں،اُسی جگہ اُن کی لڑنے والی ایک قلیل اورحقیر جماعت شکست کھائے گی۔

اِس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا تھا کہ اگر بالفرض یہ آسمانوں اور زمینوں اور اُن کے درمیان کی سب چیزوں کے مالک ہیں، تو پھر یہ رسیاں باندھ کر آسمانوں پر چڑھ جائیں اور عرش پر قبضہ کر کے دُنیا کے نظم ونسق کو چلائیں، پھر جس کو چاہیں اپنی مرضی سے نبی بنائیں اور اس پر وحی نازل کریں۔ اب اس آیت میں یہ حقیقت بیان فرمائی ہے، کہ یہ لوگ آسمانوں اور زمینوں کے کیا مالک ہوں گے، یہ تو ایک کم تعداد کی حقیر جماعت ہے جو عنقریب اِسی جگہ شکست کھائے گی، جس جگہ یہ ہمارے نبی کی نبوت پر اعتراض کر رہی ہے۔ اور یہ لوگ مکہ میں آپ کی نبوت پر اعتراض کر رہے تھے، تو فتح مکہ کے دن معمولی سی مڈ بھیڑ کے بعد کفار کی تمام جماعتیں شکست کھا گئیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ۔۔۔

آپ کی نبوت پر اعتراض کرنے والی جماعت، سابقہ رسولوں کی نبوت پر اعتراض کرنے والی جماعتوں کی طرح ہے، سو آپ اُن کے اعتراضات کی پرواہ نہ کریں اور اُن کے طعن اور ملامت سے افسردہ اور غمگین نہ ہوں۔ سابقہ زمانوں میں کافروں کی وہ جماعتیں بھی شکست کھا چکی تھیں، سو کافروں کی یہ جماعت بھی ایک دن اسی جگہ آپ سے مقابلہ میں شکست کھا جائے گی۔۔۔

اور فتح مکہ کے دن اِسی طرح ہوا۔ اِس آیت میں یہ اشارا بھی ہے کہ

یہ کفار بھی عاجز ہیں اور ان کے خودساختہ معبود بھی عاجز ہیں۔ ان کے پاس اپنے معبودوں کے حق ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور نہ ان کے معبود اِن سے کسی ضَرر کو دور کر سکتے ہیں اور نہ کسی نفع کو پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اہلِ مکہ نے پیغمبر اسلام کی نبوت کی جو تکذیب کی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں، اس لیے کہ۔۔۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿۱۲﴾

جھٹلایا اِن سے پہلے قوم نوح نے اور عاد، اور میخوں والے فرعون نے●

(جھٹلایا اِن سے پہلے) اپنے اپنے عہد کے پیغمبروں کو (قوم نوح نے اور عاد) یعنی قومِ ھود نے (اور میخوں والے فرعون نے)۔

'میخوں والا' کہہ کر یہ بتانا ہے کہ اُس کا ملک ثابت و برقرار تھا۔ اُس ملک کو خیمہ سے تشبیہہ دی کہ خیمہ رسیوں اور میخوں کے سبب سے مضبوطی پاتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ چارٴ میخ مراد ہے کہ مؤمنوں پر اُس کے ذریعہ سختی کرتا تھا۔

وَثَمُوۡدُ وَقَوۡمُ لُوۡطٍ وَّاَصۡحٰبُ لۡئَیۡكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الۡاَحۡزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنۡ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ

اور ثمود و قوم لوط اور جھاڑی والوں نے۔ یہ ہیں وہی لشکر● اُن سبھوں نے بس جھٹلا دیا

الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ ع وَمَا یَنۡظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً

رسولوں کو، تو بالکل درست ہوا میرا عذاب● اور نہیں انتظار کرتے یہ لوگ، مگر ایک چیخ کا،

مَّا لَهَا مِنۡ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾

کہ نہیں جس کے لیے کچھ بھی پھر جانا●

(اور) تکذیب کی (ثمود و قوم لوط اور جھاڑی والوں نے) اپنے اپنے پیغمبروں کی، یعنی قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی، اور قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کی، اور جھاڑی والوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی۔ **(یہ)** جن کا اوپر ذکر ہوا **(ہیں وہی)** تکذیب کرنے والے **(لشکر)**۔

(ان سبھوں نے بس جھٹلایا رسولوں کو تو بالکل درست ہوا میرا عذاب)، تو حق ہوا میرا عقاب اُن پر اور نازل ہوا میرا عذاب اُن پر۔ تو کفارِ قریش کا یہ شکست خوردہ گروہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ اُن کی دیدہ دلیری **(اور)** جاہلانہ بے باکی کا عالم یہ ہے، کہ **(نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر ایک چیخ کا)**۔ یعنی وہ لوگ ایک سخت آواز کے منتظر ہیں کہ وہ پہلا نفخہ ہے اور اُسی کے ساتھ مر جائیں گے۔ ایسی آواز **(کہ نہیں جس کے لیے کچھ بھی پھر جانا)**، یعنی کوئی اُس کو رَد نہ کر سکے گا۔

وَقَالُوۡا رَبَّنَا عَجِّلۡ لَّنَا قِطَّنَا قَبۡلَ یَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۱۶﴾

اور بولے کہ "پروردگارا! جلدی دے دے ہمیں ہمارا حصہ، حساب کے دن سے پہلے"●

(اور بولے) معاندانِ قریش، جیسے نضر بن حارث اور اُس کے علاوہ دوسرے کفار، **(پروردگارا! جلدی دے دے ہمیں ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے)**۔ یعنی جلدی دے ہمارا حصہ اُس عذاب میں سے، جس سے ہم کو محمد ﷺ دھمکاتے ہیں۔۔یا۔۔ جلد دے ہم کو ہمارا نامہء اعمال، کہ ہم اُس میں دیکھیں۔

روزِ حساب سے پہلے ہی یہ جلدی کا مطالبہ وہ بطورِ تمسخر کرتے تھے۔ اُس سے آنحضرت ﷺ کے دلِ مبارک کو رنج ہوتا تھا تو حق تعالیٰ نے فرمایا، کہ اَے محبوب!۔۔۔

ع ۱۰

اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ اذۡکُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَیۡدِ ۚ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

صبر کرو اس پر، جو وہ بکتے ہیں اور یاد کرو ہمارے زوردار بندے داؤد کو، بے شک وہ بڑے رجوع کرنے والے ہیں●

(صبر کرو اِس پر جو وہ بکتے ہیں)۔

یہ حکم 'آیتِ سیف' سے منسوخ ہے۔

(اور یاد کرو ہمارے زوردار بندے داؤد کو) جو قوت، لڑائی اور ملک داری میں تو زوردار تھے ہی، ساتھ ہی ساتھ عبادت میں بھی بہت توانا اور مضبوط تھے۔

--چنانچہ--آدھی رات فقط عبادت میں بسر کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہیں، اور یہ بہت بڑی مشقت کی بات ہے روازانہ بلاناغہ روزہ رکھنے سے۔اس لیے کہ جو مسلسل روزہ رکھتے ہیں، تو وہ اُن کی عادت ہوجاتا ہے اور جب اُس کے وہ عادی ہوجاتے ہیں، تو اُس عمل کے انجام دینے میں انہیں کوئی مشقت نہیں ہوتی۔

(بے شک وہ بڑے رجوع کرنے والے ہیں) ہماری طرف، یعنی ہمیشہ ہماری ہی طرف لَو لگائے رکھنے والے تھے۔ وہ اپنی تمام حاجات میں، تمام مہمات میں، اور تمام کاموں میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

کفارِ مکہ کے اِنکار اور اُن کی معاندانہ باتوں کے سننے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو رنج پہنچا تھا، اُس کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو حضرت داوٗد علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا اور گویا کہ یوں فرمایا۔۔۔

کہ اگر یہ کفار آپ کا اِنکار کررہے ہیں، تو آپ کو کیا کمی ہے، اکابر انبیاء علیہم السلام آپ کی موافقت کرتے ہیں۔۔نیز۔۔آپ اِس پر غور کریں کہ مخالفین آپ کو یتیم اور فقیر کہتے ہیں، تو مال و دولت کی کثرت کسی کو غم سے نجات نہیں دیتی۔ حضرت داوٗد علیہ السلام عظیم الشان سلطنت کے مالک تھے، اُس کے باوجود وہ رنج اور غم سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ جبکہ اُن کی شان یہ تھی، کہ۔۔۔

اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِیِّ وَ الۡاِشۡرَاقِ ﴿۱۸﴾

بے شک ہم نے قابو میں کردیا پہاڑوں کو، اُن کے ساتھ تسبیح کرتے، شام کو اور سورج نکلتے وقت●

(بے شک ہم نے قابو میں کردیا پہاڑوں کو)۔ جہاں داوٗد علیہ السلام چاہتے پہاڑ وہاں چلے جاتے، اور **(اُن کے ساتھ تسبیح کرتے، شام کو اور سورج نکلتے وقت)**۔

"صاحبِ کشف الاسرار" نے فرمایا ہے کہ پہاڑوں اور پتھروں کی تسبیح اگر چہ عاقلوں پر پوشیدہ ہے، مگر خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اور کنکریوں کی تسبیح حضرت رسولِ اکرم ﷺ کے ہاتھ میں خدا کی قدرت پر ایک گواہ ہے۔ اولیاء اللہ میں سے ایک ولی نے ایک پتھر کو دیکھا کہ مینھ کی بوندوں کی طرح پانی اُس میں سے ٹپکتا ہے۔ ایک ساعت وہاں توقف کر کے غور سے اُس کو دیکھا، تو پتھر اُس ولی سے باتیں کرنے لگا، کہ اَے اللہ کے ولی! کئی برس ہوئے کہ اللہ نے مجھے پیدا کیا اور اُس کی سیاست کے خوف سے میں حسرت کے آنسو بہاتا ہوں۔

اُس خدا کے ولی نے مناجات کی کہ اِس پتھر کو بے خوف کر دے۔ اُن کی دُعا قبول ہوئی اور امان کی خوشخبری اُس پتھر کو پہنچی۔ پھر ایک مدت کے بعد وہ ولی اُس مقام پر پہنچے اور پھر اُس پتھر کو دیکھا، کہ پہلی بار سے زیادہ آنسو بہاتا ہے۔ پوچھا کہ اَے پتھر! جبکہ تُو بے خوف ہو چکا، تو اب یہ رونا کس لیے ہے؟ اُس نے کہا پہلے مجھ سے جو قطرے ٹپکتے تھے، خوفِ عذاب کے سبب سے تھے، اور اب جو میں روتا ہوں تو یہ رونا امن کی خوشی سے ہے۔ ہمیں اُس درگاہ میں رونے کے سوا کچھ کام نہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر مزید انعامات کے تعلق سے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾

اور پرندا کٹھا ہوکر۔ سب اُن کے فرمانبردار تھے●

(اور) مسخر کر دیا ہم نے داؤد کا **(پرند)** وں کو جو **(اکٹھا ہوکر)** اُن کے پاس رہتے اور صف بستہ ہوکر اُن کے سر پر سایہ کرتے، کیونکہ **(سب اُن کے فرمانبردار تھے)** اور اُن کے مطیع تھے۔۔یا۔۔ پھیرنے والے اپنی آوازیں اُن کے ساتھ تسبیح کر کے۔ یعنی تسبیح کرنے میں اُن کی آواز میں اپنی آواز ملا کر اُن کی پیروی کرتے تھے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾

اور مضبوط کر دیا ہم نے اُن کی حکومت کو، اور دیا ہم نے اُنہیں حکمت اور ہر بات کا فیصلہ●

(اور مضبوط کر دیا ہم نے اُن کی حکومت کو) مظلوموں کی دُعا کے سبب سے۔۔یا۔۔ نصیحت

کرنے والے وزیروں کے باعث سے۔۔یا۔۔رعیت پر سے ظالموں کا ہاتھ کوتاہ کرنے سے۔۔یا۔۔ دشمنوں کے دِلوں میں اُن کا رعب ڈال کر۔۔یا۔۔زِرَہ اورلڑائی کے ہتھیار بنانے سے۔۔یا۔۔لشکر کی کثرت کے باعث۔۔یا۔۔پاسبانوں کی کثرت کے سبب سے،اس واسطے کہ ہرشب چھتیس[۳۶] ہزار مرد اُن کے گھر کی نگہبانی رکھتے تھے۔

امام ابواللیث نے فرمایا،کہ بادشاہی کا استحکام اِس سبب سے تھا کہ حق تعالیٰ نے آسمان سے ایک زنجیر لٹکائی اورزنجیر حضرت داؤد کے محکمہ پرٹھہری۔متخاصمین میں سے جوکوئی حق پر ہوتا،اُسی کا ہاتھ زنجیر تک پہنچتا اورفریقِ ثانی کا ہاتھ نہ پہنچتا۔

(اور دیا ہم نے انہیں حکمت) یعنی تمام علم اور کمالِ عمل **(اور ہر بات کا فیصلہ)**،یعنی پاکیزہ بات،کہ مخاطب اپنا مقصود بے شبہے کے دریافت کرلیتا۔۔یا۔۔بات اوسط درجے کے مطلب کوگھیرے ہوئے،اورفضول ذرابھی نہیں۔تقریر نہ بہت دراز اورنہ مختصر۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے **فَصْلَ الْخِطَابِ** کی یہ تفسیر کی ہے،کہ "اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ" اورحقیقت میں کتنے ہی متخاصم ہوں سب کا کلام اِس حکم سے منقطع ہوجاتا ہے۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے قصے میں،اور'اوریا' کی عورت کے ساتھ اُن کے نکاح کرنے میں بہت اختلاف ہے۔اِس واقعہ کے تعلق سے سب سے زیادہ صحیح اور بے غبار بات یہی نظرآتی ہے،کہ'اوریا' نے ایک عورت کے ساتھ اپنے نکاح کا پیام دیا،اورقریب تھا کہ اُس کا نکاح اُس عورت کے ساتھ ہوجائے۔عورت کے ولیوں کواُس کے ساتھ کچھ خرخشہ اور جھگڑا پڑا تھا۔انہوں نے اُس عورت کواوریا کے ساتھ نکاح نہ کرنے دیا۔

اُس کے بعد حضرت داوٗد علیہ السلام نے اپنے ساتھ نکاح کا پیام دیا،اورحضرت داوٗد کی ننانوے[۹۹] بیبیاں تھیں۔آپ نے اُس کی بھی خواہش کی۔"جنکا رتبہ ہے سوا اُن کوسوا مشکل ہے" کے اصول کے پیشِ نظر یہ بات آپ کی شایانِ شان نہ تھی،اس لیے آپ کوعتابِ الٰہی سے سامنا کرنا پڑا۔یہ عتاب صرف اِس وجہ سے ہوا کہ اوریا کے پیام دینے کے بعد آپ علیہ السلام کو پیام نہ دینا چاہیے تھا۔یہ چیز آپ کے منصب ومقام کے زیادہ مناسب تھی۔ قرآنِ کریم میں اُن کا حال اِس طرح پر ہے۔۔۔

وقف لازم

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾

اور کیا آئی تمہارے پاس خبر اُن جھگڑنے والوں کی۔۔۔ جب کہ وہ لوگ دیوار پھاند کر آئے مسجد میں •

(اور) اُس کو یوں بیان فرمایا گیا ہے، کہ اَے محبوب! **(کیا آئی تمہارے پاس خبر اُن جھگڑنے والوں کی)** جو بظاہر ایک دوسرے کے فریق کی شکل میں تھے۔

بعض تفسیروں میں ہے کہ حضرت جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام جن میں ہر ایک کے پاس فرشتوں کا گروہ تھا، فریقین کی صورت میں حضرت داوٗد علیہ السلام کے پاس آئے۔ حضرت داوٗد نے دن تقسیم کر دیے تھے، ایک دن عبادت کرتے، ایک دن فیصلہ۔ ایک دن وعظ کہتے، ایک دن اپنے خاص کاموں میں مشغول ہوتے۔ عبادت کے دن بالا خانے پر جاتے اور پاسبان اُن کے ارد گرد کھڑے ہو کر لوگوں کو اوپر جانے سے منع کرتے۔ اُس دن فرشتے آدمی کی صورت میں غیر معروف راستے سے حضرت داوٗد کے گھر میں آئے اور ان کے عبادت خانے پر چڑھ گئے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

(جبکہ وہ لوگ دیوار پھاند کر آئے مسجد میں) اور عبادت خانہ کے اندر آ کر۔۔۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا

جب وہ لوگ داخل ہوئے داوٗد پر، تو وہ گھبرا گئے اُن لوگوں سے، وہ سب بولے کہ "ڈریے نہیں، دو فریق ہیں کہ زیادتی کی ایک نے

عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾

دوسرے پر، تو فیصلہ کر دیجیے ہمارے درمیان بالکل ٹھیک اور جبر و جنبہ داری نہ کیجیے، اور بتا دیجیے ہمیں سیدھی راہ •

(جب وہ لوگ داخل ہوئے داوٗد پر)، یعنی آپ کے سامنے آئے اور آپ علیہ السلام نے انہیں دیکھا، **(تو وہ گھبرا گئے اُن لوگوں سے)**، اس واسطے کہ وہ بے اجازت اوپر چلے گئے تھے۔ **(وہ سب بولے کہ ڈریے نہیں)**۔ ہم **(دو فریق)** جیسے **(ہیں، کہ زیادتی کی)** جس میں سے **(ایک نے دوسرے پر، تو فیصلہ کر دیجیے ہمارے درمیان بالکل ٹھیک)** حق حق، **(اور جبر و جنبہ داری نہ کیجیے)**۔ یعنی حکم میں کسی پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ **(اور بتا دیجیے ہمیں سیدھی راہ)**، یعنی عدل و درستی کی راہ۔ داوٗد علیہ السلام نے کہا کہ جھگڑا بیان کرو۔ ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کر کے داوٗد علیہ السلام سے کہا۔۔۔

اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ ۟ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۟

بلاشبہ یہ میرا بھائی ہے۔۔۔اُس کی ننانوے دنبیاں ہیں، اور میری ایک دنبی ہے۔۔

فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾

تو یہ بولا کہ میرے سپرد کر دے اُس کو بھی اور دباؤ ڈالا مجھ پر بات چیت میں"●

(بلاشبہ) دین و محبت کی راہ سے، (یہ میرا بھائی ہے۔۔۔اُس کے پاس ننانوے دنبیاں) یعنی بھیڑیں (ہیں، اور میری ایک دنبی ہے۔۔تو یہ بولا، کہ میرے سپرد کر دے اُس کو بھی، اور دباؤ ڈالا مجھ پر بات چیت میں)، اور مجھے اُس امر میں عذر کرنے کی بھی مہلت نہ دی۔ حضرت داؤد نے۔۔۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ

جواب دیا کہ "بے شک اِس نے ظلم کیا تم پر مانگ کر تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں۔ اور بے شک بہتیرے ساجھے والے

لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ

زیادتی کرتے رہتے ہیں ایک دوسرے پر، مگر جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں، اور وہ بہت کم ہیں۔"

مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾

اور سمجھ گئے داؤد کہ "یہ ہم نے اُنہیں کو آزمایا تھا،" تو مغفرت چاہی اپنے رب کی اور گرے رکوع کرتے ہوئے اور رجوع کر لیا●

(جواب دیا کہ) اگر یہ کیفیت واقعی ہے، تو (بے شک اُس نے ظلم کیا تم پر مانگ کر تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں۔ اور بے شک بہتیرے ساجھے والے زیادتی کرتے رہتے ہیں ایک دوسرے پر)، اور اپنے حق سے زیادہ مانگتے ہیں۔ (مگر) وہ (جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں، اور وہ بہت کم ہیں)۔ شریکوں میں عام طور پر تو ہر ایک اپنا ہی فائدہ چاہتا ہے۔

حضرت داؤد کا یہ فیصلہ چونکہ دونوں فریقوں کے سامنے ہوا، اور فریقِ ثانی نے خاموش رہ کر اُس فیصلے کو قبول کر لیا، تو اب اِس بات کی ضرورت نہ رہ گئی کہ حضرت داؤد فریقِ ثانی کو بھی گفتگو کا موقع دیتے، اور اُن کی بات سماعت فرما کر فیصلہ دیتے۔ جب حضرت داؤد نے اپنا فیصلہ سنا دیا، تو آنے والے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور نظر سے غائب ہو گئے۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے۔۔۔

(اور سمجھ گئے داؤد کہ یہ ہم نے اُنہیں کو آزمایا تھا) اُس فیصلہ میں تا کہ وہ متنبہ ہو جائیں۔ (تو

السجدۃ ۱۰

مغفرت چاہی اپنے رب کی اور گرے رکوع کرتے ہوئے اور رجوع کرلیا)۔

یہاں سجدہ کی تعبیر رکوع سے کی ہے، اس لیے کہ سجدہ کا آغاز رکوع ہی سے ہوتا ہے، اور سجدہ کرنے والا رکوع سے ہوتا ہوا سجدے میں جاتا ہے۔ اور سجدۂ تلاوت رکوع کرلینے سے بھی ادا ہوجاتا ہے۔ امامِ اعظم کے نزدیک یہ سجدۂ عزیمت ہے، اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت پڑھ کر سجدہ کرنا چاہیے نماز اور غیر نماز میں۔ اور امام شافعی کے نزدیک عزیمتوں میں سے نہیں ہے، اور امام احمد ابن حنبل سے اِس سجدہ میں ۲ دو روایتیں ہیں۔ اور امامِ اعظم کے قول کے مطابق یہ دسواں سجدہ ہے۔ فتوحاتِ مکیہ میں اِسے 'سجدۂ انابت' کہا ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ سجدہ شکر کا بھی کہا جاتا ہے، اِس واسطے کہ داوٗد علیہ السلام نے خدا کی جناب میں یہ شکر کا سجدہ کیا۔۔۔

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

تو ہم نے درگزر کردیا یہ اُن سے۔ اور بے شک اُن کے لیے ہمارے پاس یقیناً قرب ہے، اور اچھا انجام●

(تو ہم نے درگزر کردیا یہ اُن سے)، یعنی بخش دی ہم نے داوٗد علیہ السلام کو وہ چیز جن کی بخشش اُس نے اُس روز چاہی تھی۔۔ الختصر۔۔ ہم نے اُن کی اِس بات کو معاف کردیا جس کی انہوں نے معافی چاہی تھی۔ (اور) صرف یہی نہیں، بلکہ (بے شک اُن کے لیے ہمارے پاس یقیناً قرب ہے) مغفرت کے بعد، (اور اچھا انجام) ہے جنت میں۔ اور کہا ہم نے اُن سے۔۔۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا

"اَے داوٗد! ہم نے بنایا تمہیں نائب زمین میں، تو حکم دیا کرو لوگوں میں بالکل ٹھیک، اور نہ

تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

پیروی کرو خواہش کی، کہ بے راہ کرسکے تمہیں اللہ کی راہ سے۔" بے شک جو بے راہ ہوجائیں اللہ کی راہ سے،

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

اُنہیں کے لیے سخت عذاب ہے، جو بھول گئے تھے حساب کا دن●

ع ۲ / ۱۲ / ۱۱

(اَے داوٗد! ہم نے بنایا تمہیں نائب زمین میں) یعنی خلافت کا رتبہ ہم نے تجھ کو عطا کیا۔۔ یا۔۔ جو انبیاء تجھ سے قبل تھے اُن کا خلیفہ ہم نے تجھ کو کیا، (تو حکم دیا کرو لوگوں میں بالکل ٹھیک) اور برحق۔

(اور نہ پیروی کرو خواہش کی) اور اُس کی آرزوؤں کی، (کہ بے راہ کر سکے تمہیں اللہ) تعالیٰ (کی راہ سے۔ بے شک جو بے راہ ہو جائیں اللہ) تعالیٰ (کی راہ سے)، یعنی اُن دلیلوں سے جو خدا نے راہِ حق پر نصب کی ہیں، (انہیں کے لیے سخت عذاب ہے) بہ سبب اُس کے (جو بھول گئے تھے حساب کا دن) اور اُس دن کے واسطے کچھ وقت اُنہوں نے نہیں صَرف کیا۔

اس ارشاد ہی سے سمجھ لینا چاہیے کہ بادشاہی سخت کام ہے اور شہریاری کیا بھاری بوجھ ہے، کہ حضرت داوٗد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام باوصف کمال درجہ نبوت اور جلال مرتبہ رسالت کے، ایسے حکم سے مامور اور ایسے خطاب کے ساتھ مخاطب ہوئے، کہ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ یعنی لوگوں میں حکم کر عدل وانصاف کے ساتھ اور قدم راہِ حق پر رکھ طریق باطل پر نہیں اور اپنے نفس کی خواہش کی پیروی اختیار نہ کر، کہ تجھے ہماری مرضیوں کی راہ سے گمراہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام اور تمام افعال مبنی بر حکمت ہوتے ہیں۔۔ چنانچہ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ

اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمان وزمین اور اُن کے درمیان کی چیز کو بیکار، یہ گمان ہے اُن کا جنہوں نے کفر کیا۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾

تو ہلاکی ہے اُن کے لیے جنہوں نے کفر کیا، آگ سے●

(اور) آگاہ کرتا ہے کہ (نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمان وزمین اور اُن کے درمیان کی چیز کو بیکار)۔ بلکہ اِس واسطے کہ اِس سے دلیل پکڑیں ہماری قدرتِ کامل اور حکمتِ شامل پر۔ اور یہ بات کہ چیزوں کا پیدا کرنا بے کسی حکمت کے ہوتا ہے، (یہ گمان ہے ان کا جنہوں نے کفر کیا) اور خلقت کے بھید تک نہیں پہنچے۔ (تو ہلاکی ہے اُن کے لیے جنہوں نے کفر کیا) اور دینِ حق قبول نہ کیا۔ اور ایسا گمان رکھا، تو انہیں ہلاک کر دیا جائے گا (آگ سے) یعنی آتشِ دوزخ سے۔

کفارِ قریش نے مؤمنوں سے کہا، کہ ہم کو آخرت میں تمہارے برابر یا تم سے زیادہ عطیہ دیں گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫

کیا ہم قرار دیں اُنہیں، جو ایمان لائے اور لیاقت مندیاں کیں، اُن کی طرح، جو فساد مچانے والے ہیں زمین میں،

اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

یا قرار دیں ڈر جانے والوں کو بدکاروں کی طرح●

(کیا ہم قرار دیں انہیں، جو ایمان لائے اور لیاقت مندیاں کیں اُن کی طرح، جو فساد مچانے والے ہیں زمین میں، یا قرار دیں ڈر جانے والوں کو) یعنی پرہیزگاروں کو **(بدکاروں کی طرح)**۔۔ الحاصل۔۔ ہم ایسا کرنے والے نہیں، کہ کافروں کے ساتھ مؤمنوں والا سلوک کریں، اور بدکاروں کو نکوکاروں کا درجہ دے دیں۔ قرآنِ کریم پر ایمان لانے والا اُس کی طرح کیسے ہوسکتا ہے، جو اس کتابِ حق نما پر ایمان نہیں لاتے اور اُسے کلام الٰہی تسلیم نہیں کرتے۔ جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ۔۔۔

کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَیۡکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوۡۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۹﴾

یہ کتاب ہے اتارا ہم نے اِس کو تمہاری طرف برکت سے بھری، تاکہ سوچیں، اس کی آیتوں کو اور نصیحت پائیں عقل والے●

(یہ کتاب ہے اُتارا ہم نے اِس کو تمہاری طرف برکت سے بھری، تاکہ سوچیں اِس کی آیتوں کو) اور اِس کے معانی وحقائق میں فکر کریں **(اور نصیحت پائیں عقل والے)**، اور اِن نصیحتوں پر عمل کریں۔

اب تک حضرت داوٗد علیہ السلام کا ذکر تھا اور اب اُن کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر شروع فرمایا جارہا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہے۔۔۔

وَ وَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَیۡمٰنَ ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿ؕ۳۰﴾

اور بخشا ہم نے داوٗد کو سلیمان۔ کیسا اچھا بندہ، بے شک وہ بڑے فرمانبردار ہیں●

(اور بخشا ہم نے داوٗد کو سلیمان۔ کیسا اچھا بندہ، بے شک وہ بڑے فرمانبردار ہیں) اور ہر حال میں خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

روایت ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے دمشق اور نصیبین کے کافروں سے قتال کیا اور ہزار گھوڑے اُن سے لیے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت داوٗد نے عمالقہ سے قتال کیا تھا اور ہزار گھوڑے لیے تھے، وہ حضرت سلیمان کو میراث پہنچے۔ 'معالم' میں ہے کہ دریائی گھوڑے تھے، اور وہ پَر رکھتے تھے۔ دیو دریا میں سے حضرت سلیمان کے واسطے لائے تھے۔

گھوڑوں کو پالنا اور اُن کو اصطبل میں رکھنا اُن کے دین میں اِس طرح پسندیدہ تھا، جس

طرح ہمارے دین میں گھوڑوں کو جہاد کے لیے رکھنا پسندیدہ ہے۔پھر حضرت سلیمان علیہ السلام جب جہاد کے لیے جانے لگے،تو وہ ایک مجلس میں بیٹھے اور گھوڑوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا، اور گھوڑوں کو مشق کرانے کے لیے اُن کو دوڑانے کا حکم دیا، اور یہ فرمایا کہ میں دُنیا کی وجہ سے ان گھوڑوں سے محبت نہیں کرتا، بلکہ میں اللہ کے ذکر کی اشاعت اور اُس کے دین کی سربلندی کے لیے گھوڑوں سے محبت کرتا ہوں، کیونکہ جہاد میں اِن پر سواری کی جاتی ہے۔

پھر آپ نے جب گھوڑوں کو دوڑانے کا حکم دیا اور وہ آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے، تو آپ نے اُن کو حکم دیا جو گھوڑوں کو مشق کرا رہے تھے کہ وہ گھوڑوں کو واپس لائیں۔اور جب وہ گھوڑے واپس آ گئے،تو آپ شفقت سے اُن گھوڑوں کی پنڈلیوں اور اُن کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے،اور اُن پر ہاتھ پھیرنے سے حسبِ ذیل امور مطلوب تھے:

﴿۱﴾۔۔گھوڑوں کی تکریم کرنا اور اُن کی قدر و منزلت واضح کرنا، کیونکہ دشمنانِ اسلام سے جنگ کرنے میں گھوڑوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔

﴿۲﴾۔۔حضرت سلیمان علیہ السلام یہ بتانا چاہتے تھے کہ ملک کا نظم و نسق چلانے میں وہ بعضے کاموں کو خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے۔

﴿۳﴾۔۔حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے احوال،اُن کی بیماریوں اور اُن کے عیوب کو دوسروں کی بہ نسبت خود سب سے زیادہ جانتے تھے، اس لیے وہ اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیر کر یہ جانچ رہے تھے، کہ اُن میں کوئی عیب یا مرض تو نہیں ہے۔

۔۔قصہ مختصر۔۔اَے محبوب! یاد کرو۔۔۔

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾

جب پیش کیے گئے اِن پر سہ پہر کو گھوڑے، ایک سُم پر کھڑے ہونے والے تیز رفتار●

(جب پیش کیے گئے اُن پر سہ پہر کو گھوڑے، ایک سم پر کھڑے ہونے والے) یعنی تین پاؤں اور چوتھے پاؤں کے سم کے کنارے پر کھڑے ہونے والے۔

اِس طرح کھڑے ہونا گھوڑے میں پسندیدہ صفت ہے۔۔مزید برآں۔۔

(تیز رفتار)۔یعنی یہ گھوڑے تیز رفتار تھے۔

فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾

تو بولے کہ "مجھے اِن اچھے گھوڑوں کی محبت پیاری لگی، اپنے پروردگار کی یاد دلانے کی وجہ سے،"
یہاں تک کہ چل کر آنکھوں کے پردے سے چھپ گئے ---●--

(تو) حضرت سلیمان (بولے کہ **مجھے ان اچھے گھوڑوں کی محبت پیاری لگی، اپنے پروردگار کی یاد دلانے کی وجہ سے**)۔ کیونکہ یہ گھوڑے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی اشاعت اور دین کی سربلندی کے لیے بنیادی کام کرتے ہیں۔ اُن کو دیکھ کر جہاد، اعلاءِ کلمۃ الحق، اور خدا کے دین کی اشاعت کی یاد آتی ہے۔ اور پھر اس طرح یہ رب کو یاد کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔۔ المختصر۔۔ حکم سلیمانی پر گھوڑے مشق کرانے کے لیے دوڑائے گئے، (**یہاں تک کہ چل کر آنکھوں کے پردہ سے چھپ گئے**) یعنی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

رُدُّوْهَا عَلَیَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

"تو لوٹالاؤ اب اُنہیں مجھ پر۔" تو ہاتھ پھیرنے لگے پنڈلیوں اور گردنوں پر●

(تو) حضرت سلیمان نے مشق کرانے والوں کو حکم دیا، کہ (**لوٹالاؤ اب انہیں مجھ پر**)۔ جب وہ لوٹالائے، (تو) آپ ازراہِ شفقت (**ہاتھ پھیرنے لگے**) اُن کی (**پنڈلیوں اور گردنوں پر**) اوپر ذکر کردہ وجوہ کی بنا پر۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰى كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

اور بے شک آزمایا ہم نے سلیمان کو، اور ڈال دیا اُن کے تخت پر جسم بے جان، پھر اُنہوں نے رجوع کیا●

(**اور بے شک آزمایا ہم نے سلیمان کو**)۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کس وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیا؟ اور وہ کیا آزمائش تھی؟ اور حضرت سلیمان کو کس طرح اُس آزمائش سے نجات ملی؟ قرآنِ مجید میں اُس کا ذکر نہیں۔ قرآنِ مجید میں صرف حضرت سلیمان کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور اُن کے استغفار کرنے کا ذکر ہے۔ اِسی طرح احادیث میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق یہ ذکر نہیں، کہ فلاں تقصیر کی وجہ سے حضرت سلیمان کو کسی آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ اور نہ یہ بیان ہے کہ وہ تقصیر کیا تھی۔

البتہ بعض احادیثِ صحیحہ میں صرف اتنا مذکور ہے، کہ ایک بار حضرت سلیمان نے کہا تھا

کہ آج رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس جاؤں گا اور ہر زوجہ سے اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد کرنے والا بیٹا پیدا ہوگا، لیکن وہ انشاءاللہ کہنا بھول گئے۔ تو صرف ایک ناتمام اور اُدھورا بچہ پیدا ہوا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اِس واقعہ کا کسی بڑی آزمائش اور ابتلاء سے کوئی تعلق نہیں، جو اِس آیت کی تفسیر بن سکے۔

پس جب اللہ اور اُس کے رسول نے اُس آزمائش کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا، تو ہمیں بھی اُس کی تفتیش کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ ایک روایت ہے کہ حضرت سلیمان بیمار ہوئے اور اِس قدر کہ کمالِ ضعف کی وجہ سے اُن کا جسم بے روح معلوم ہوتا تھا، مگر اُن کو تخت پر بٹھاتے تھے، تاکہ امورِ سلطنت میں خلل نہ پڑے۔ پھر صحت کی طرف واپس آگئے، یعنی اچھے ہوگئے۔ ضعف و نقاہت کے دَور میں بھی انہیں تخت نشیں رکھا۔۔۔

(اور) یہ ایسا ہی محسوس ہوا کہ گویا **(ڈال دیا اُن کے تخت پر جسم بے جان)** کو۔ اچھی طرح صحت یاب ہونے کے بعد **(پھر انہوں نے رجوع کیا)** اور مغفرت چاہی اُس خلافِ اولی سے جس کا علم خدا تعالٰی ہی کو ہے۔ اور اُس پر جو آزمائش فرمائی گئی اللہ تعالٰی ہی اُس سے باخبر ہے۔۔ الحاصل۔۔ حضرت سلیمان پھرے خدا کی طرف اور اہلِ عالَم پر ظاہر ہوگیا کہ "جنکا رتبہ ہے سوا اُن کو سوا مشکل ہے" ۔۔ المختصر۔۔ حضرت سلیمان نے۔۔۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ

دُعا کی "پروردگارا! بخش دے مجھے، اور دے ڈال مجھ کو ایسی حکومت کہ مناسب نہ ہو کسی کے لیے میرے بعد۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

بے شک تُو ہی بڑا عطا فرمانے والا ہے"●

(دُعا کی پروردگارا! بخش دے مجھے) اُس چیز میں جو مجھ سے صادر ہوئی، **(اور دے ڈال مجھ کو ایسی حکومت کہ مناسب نہ ہو کسی کے لیے میرے بعد)**۔ تاکہ ایسی بادشاہی میرا ہی معجزہ ہو۔۔ یا۔۔ کوئی مجھ سے نہ لے سکے۔۔ یا یہ کہ۔۔ مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما، کہ کوئی دوسرا اُس کے طلب کی ہَوَس نہ کرے، اور بَلا اور فتنہ میں نہ پڑے، اس واسطے کہ بے قوتِ نبوت اتنی بڑی سلطنت میں فتنہ سے کوئی بے خوف نہیں ہوسکتا۔ **(بے شک تُو ہی بڑا عطا فرمانے والا ہے)** جو کچھ جس کسی کو تُو چاہے عطا فرمائے۔

امام قشیری نے فرمایا کہ حضرت سلیمان نے الہام الٰہی سے یہ بات جان لی تھی، کہ نبی

آخرالزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلطنتِ دُنیا کی طرف التفات نہ ہوگا، اس جہت سے اُس دُعا کی جرأت کی، کہ اُن کی ہمتِ عالی کے سامنے دُنیا ومافیہا بے اصل وبے حقیقت وحقیر تر ہے، یہاں تک کہ مچھر کے پر کے برابر بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ 'فتوحات' میں ہے کہ حضرت سلیمان کا مطلب اور مقصود اُس دُعا میں یہ تھا، یا الٰہی! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ بالفعل اُس کا ظہور کسی کے لائق نہ ہو، اِس واسطے کہ بالقوہ حضرت سلطان الانبیاء کو وہ سلطنت حاصل تھی۔

صحیحین میں وارد ہے، کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ناگاہ جن میں کا ایک عفریت میرے پاس آیا، تاکہ نماز مجھ پر قطع کردے۔ حق تعالیٰ نے مجھے قوت عطا فرمائی اور یہ بات ممکن کردی کہ میں نے اُس کو گرفتار کیا، اور چاہا کہ مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون میں اُسے باندھ دوں، کہ تم اُسے دیکھو۔ پھر مجھے سلیمان علیہ السلام کی دُعا یاد آئی، تو اس کو میں نے رہا کردیا اور وہ بے بہرہ اور ناامید پھرا۔۔ القصہ۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے یہ دُعا کی۔۔۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيَاطِينَ

تو قابو میں کردیا ہم نے اُن کے ہَوا کو، چلتی اُن کے حکم سے آہستہ آہستہ جہاں پہنچنا چاہتے● اور دیووں کو،

كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾

سارے معماروں اور غوطہ خوروں کو●

(تو قابو میں کردیا ہم نے اُن کے ہَوا کو) کہ اُن کی فرمانبرداری کرے۔۔ چنانچہ۔۔ وہ (چلتی اُن کے حکم سے آہستہ آہستہ جہاں پہنچنا چاہتے● اور) مسخر کردیا ہم نے سلیمان کے لیے (دیووں کو)، یعنی اُن کے (سارے معماروں اور غوطہ خوروں کو)، تاکہ معماران کے واسطے عمارتیں بنائیں اور غوطہ خوران کے واسطے دریا سے جواہر نکالیں۔

وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾

اور دوسرے بھی جکڑے ہوئے زنجیروں میں●

(اور) اُن کے سوا (دوسرے بھی) جن (جکڑے ہوئے زنجیروں میں)۔ تو جو کاریگر تھے وہ

حضرت سلیمان کے واسطے کام کرتے، اور جو سرکش اور متمرد تھے وہ قید کردیے جاتے، تاکہ کسی کو ضرر نہ پہنچائیں۔ پھر ہم نے سلیمان سے کہا کہ۔۔۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

یہ ہے ہمارا دینا، تو احسان کرو یا روک رکھو، کوئی حساب نہیں۔

(یہ ہے ہمارا دینا)، یعنی ایسی بادشاہی جو ہم نے تم کو دی ہے ہماری عطا ہے۔ (تو) تمہیں پورا اختیار ہے کہ (احسان کرو)، یعنی دوسروں کو بھی اِس عطیہ میں سے محظوظ کرو، (یا روک رکھو) اپنی عطا جس سے چاہو، (کوئی حساب نہیں)۔ یعنی اِس عطا میں تصرف کرنا تمہارے چاہنے پر موقوف ہے، اور اِس کا حساب تم سے نہ ہوگا۔

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

اور بے شک اُن کے لیے ہمارے یہاں یقیناً قرب ہے اور اچھا انجام۔

(اور بے شک اُن کے لیے) یعنی حضرت سلیمان کے لیے، (ہمارے یہاں یقیناً قرب ہے)، اُن کی طاعت قبول ہونے کے سبب سے۔۔یا۔۔آخرت میں حضرت سلیمان بارگاہِ صمدیت کے مقربوں میں سے ہوں گے، باوصف اِس کے کہ دُنیا میں سب سے بڑی سلطنت انہیں حاصل تھی۔ (اور) اُن کے لیے ہے (اچھا انجام)۔ جنت میں اُن کے لیے درجات ہیں۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾

اور یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو جب کہ پکارا اپنے رب کو۔۔۔کہ "مجھ کو لگا دی شیطان نے تکلیف اور دکھ"۔

(اور) اَے محبوب! (یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو)، جو بہت مالدار شخص تھے۔ اُن کے پاس ہر قسم کا مال تھا، مویشی اور غلام تھے۔ اور زرخیز اور غلہ سے لہلہاتے ہوئے کھیت اور باغات تھے۔ اور آپ علیہ السلام کی اولاد بھی بہت تھی، پھر اُن کے پاس سے یہ نعمتیں جاتی رہیں۔

وہ اُن تمام مصائب میں صابر تھے اور ثواب کی نیت سے صبح وشام اور رات و دن اللہ تعالیٰ کا ذکر دل وزبان سے کرتے رہتے تھے۔ اُن کے مرض نے بہت طول کھینچا، حتی کہ اُن کے دوست اور احباب اُن سے اکتا گئے، اور اُن کو اُس شہر سے باہر کردیا گیا۔ اُن کی بیوی

کے سوا اُن کی دیکھ بھال کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔

تو اَے محبوب! میرے اُس صابر بندے کو یاد کرو، **(جبکہ پکارا اپنے رب کو، کہ مجھ کو لگادی شیطان نے تکلیف اور دکھ)**۔ یعنی مجھ سے ایک تکلیف دہ بات کہہ دی کہ "ایوب! تم نے کیا کیا کہ حق تعالیٰ نے اپنی ساری نعمتیں تم سے چھین لیں اور اُن کے فائدے سے تم کو محروم کردیا اور دکھ کے شدائد تم پر مسلط کردیے۔"

یہ بات شیطان نے آپ سے بطورِ ملامت کہی۔ اور بعضوں نے کہا کہ شیطان اُن کے تابعوں کو وسوسہ ڈالتا، یہاں تک کہ تابعوں نے انہیں اپنے گھر سے نکال دیا اِس خوف سے کہ کہیں اُن کی بیماری ہمیں نہ لگ جائے۔۔ المختصر۔۔ حق تعالیٰ نے حضرت ایوب کی دُعا قبول فرمائی اور حضرت جبرائیل کو اُن کے پاس بھیجا۔۔۔

اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَ ۚ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾

تو حکم ہوا کہ "مارو زمین میں اپنے پاؤں سے، یہ نہانے کا ٹھنڈا چشمہ ہے، اور پینے کو"●

(تو) بواسطہءِ حضرت جبرائیل، حضرت ایوب کو **(حکم ہوا، کہ مارو زمین میں اپنے پاؤں سے)**۔ حضرت ایوب نے حضرت جبرائیل کے کہنے کے موافق پاؤں زمین پر مارا، اور پانی کا ایک چشمہ اُن کے قدم کے نیچے جوش مارنے لگا۔ حضرت جبرائیل نے کہا کہ **(یہ نہانے کا ٹھنڈا چشمہ ہے اور پینے کو)**، یعنی یہ ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے اور پینے کے لیے۔ تو حضرت ایوب نے اُس چشمے میں غسل کیا، اور اُن کی سب ظاہری بیماریاں مٹ گئیں پھر اس ٹھنڈے چشمے سے پانی پیا، تو امراض باطنی بالکل زائل ہوگئے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ چشمہ ایسا تھا کہ پینے کے وقت اس کا پانی ٹھنڈا ہوتا، اور غسل کے وقت گرم۔

وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنَّا وَذِكۡرٰى لِاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿۴۳﴾

اور عطا فرمایا ہم نے اُنہیں اُن کی پہلی اہل کو، اور اُسی قدر اُن کے ساتھ رحمت ہماری طرف سے، اور یادگار عقل والوں کے لیے●

(اور) اِس فضل و کرم کے ساتھ ساتھ **(عطا فرمایا ہم نے اُنہیں اُن کی پہلی اہل کو)**، یعنی اُن کے فرزندوں کو ہم نے پھر زندہ کردیا، **(اور اُسی قدر اُن کے ساتھ رحمت ہماری طرف سے)**۔ یعنی اتنی

اولاد اور بھی عطا فرمائی۔ تو پہلے جتنی اولاد تھی اب اُس کی دونی ہوگئی، جو بطورِ رحمت ہماری طرف سے انہیں عطا کی گئی۔ (اور) بطورِ (یادگار عقل والوں کے لیے)، تاکہ بَلاؤں میں راحت اور فرحت کا انتظار صبر کے ساتھ کریں، اور خدا سے پناہ مانگیں، اس واسطے کہ خدا کی رحمت نے کشایش کو صبر کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ بے شک صبر کشادگی کی کنجی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے زمانہء مرض میں اُن کی بی بی رحیمہ نامی کسی کام کو گئی تھیں، وہاں انہیں دیر ہوگئی، تو حضرت ایوب نے قسم کھائی کہ اُن کو سَو لکڑیاں ماروں گا۔ جب انہیں صحت ہوئی اور جوانی کی حالت پر پلٹ آئے، تو چاہا کہ اپنی قسم پوری کریں، تو حکم الٰہی پہنچا۔۔۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ

اور لو اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو، تو مار دو اُسی سے اہلیہ کو، اور قسم نہ توڑو۔ بے شک ہم نے پایا اُنہیں صبر کرنے والا۔

نِّعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

کیسا اچھا بندہ، بے شک وہ فرمانبردار تھے●

(اور) ارشاد ہوا، کہ اَے ایوب! (لو اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو) یعنی اذخر گھاس کی شاخوں کا مٹھا۔۔یا۔۔خشک تنکے کہ سَو ہوں، (تو مار دو اُسی سے اہلیہ کو، اور قسم نہ توڑو) کہ جھوٹے ہو جاؤ۔ (بے شک، ہم نے پایا انہیں صبر کرنے والا) اُس بلاء پر جو اُن کی ذات اور مال اور اولاد کو پہنچی۔ (کیسا اچھا بندہ، بے شک وہ فرمانبردار تھے)، اور رجوع کرنے والے ہماری درگاہ کی طرف پورا پورا۔

وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿٤٥﴾

اور یاد کرو ہمارے بندے ابراہیم واسحٰق ویعقوب کو، بازوؤں والے اور آنکھوں والے●

(اور) اَے محبوب! (یاد کرو ہمارے بندے ابراہیم واسحٰق ویعقوب کو)، یعنی حضرت ابراہیم اور اُن کے بیٹے اور اُن کے پوتے کو، جو سب کے سب (بازوؤں والے اور آنکھوں والے) تھے، یعنی بزرگ عمل اور نفع بخش علم والے تھے۔

عمل کی تعبیر ہاتھ سے کی، اس واسطے کہ اکثر کام ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ اور آنکھ سے معرفتوں کی تعبیر کی، اس واسطے کہ معرفتوں کے مبادی میں سے بہت قوی مبدءَ آنکھ یعنی نگاہ ہے۔۔یا۔۔ ہاتھوں سے طاعت میں قوت مراد ہے اور ابصار سے دین میں بصیرت مقصود ہے۔

إِنَّآ أَخْلَصْنَٰهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى ٱلدَّارِ ﴿٤٦﴾

بے شک ہم نے کندن کر دیا تھا اُنہیں ایک کھری بات سے، جواُن کے گھرانے کی یادگار ہے●

(**بے شک ہم نے کندن کر دیا تھا**) یعنی خالص کر دیا تھا (**انہیں ایک کھری بات سے**)، یعنی ایسی پاکیزہ خصلتوں کے ساتھ جو پاک ہیں عیبوں کے شائبوں سے۔۔یا۔۔نعمتوں سے جو خالص ہیں سلب اورزوال کے لَوث سے۔اور (**جواُن کے گھرانے کی یادگار ہے**)۔اوروہ یادکرنا ہے آخرت کا،اس واسطے کہ انبیاء علیہم السلام کی نظر حضرتِ کبریا کے دیدار ہی حاصل ہونے پر پڑتی ہے،اوروہ آخرت میں میسر ہوگا۔

وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ ٱلْمُصْطَفَيْنَ ٱلْأَخْيَارِ ﴿٤٧﴾

اور بے شک وہ ہمارے یہاں چنے ہوئے بہترلوگوں سے ہیں●

(**اور بے شک وہ**) سارے پیغمبرلوگ (**ہمارے یہاں چنے ہوئے بہترلوگوں سے ہیں**)۔ یعنی سب کے سب انبیاء ہمارے برگزیدہ ہیں اورنیک لوگوں میں سے ہیں۔

وَٱذْكُرْ إِسْمَٰعِيلَ وَٱلْيَسَعَ وَذَا ٱلْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ ٱلْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾

اور یادکرواسمٰعیل والیسع وذوالکفل کو،اورسب اچھےلوگوں سے ہیں●

(**اور**) اَے محبوب! (**یادکرواسماعیل والیسع وذوالکفل کو،اورسب اچھےلوگوں سے ہیں**) یعنی اسماعیل بن ابراہیم کو یاد کیجیے۔

اِس سے پہلے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق کا ذکر فرمایا تھا۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکراُن کے والدِگرامی اور بھائی سے منفصل کیا ہے، متصل نہیں کیا۔اِس میں یہ تنبیہ کرنا ہے، کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام صبر میں سب سے بڑھ کر تھے اور یہاں صبر کی صفت کا ہی بیان مقصود ہے۔اوروہ صبر میں سب سے بڑھ کراس لیے ہیں، کہ انہوں نے خوداپنے آپ کواللہ کی راہ میں ذبح کرنے کے لیے پیش کر دیا تھا۔۔یا۔۔اس لیے کہ وہ تعظیم کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ افضل الانبیاء سیدنا محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے جدکریم ہیں۔

الیسع ابن اخطوب کوحضرت الیاس نے بنی اسرائیل پرخلیفہ بنایا تھا، پھراُن کو نبی بنایا گیا۔ ذوالکفل، یہ حضرت الیسع کے عم زاد ہیں۔اُن کواُن کے والد کی وفات کے بعد شام کی طرف مبعوث کیا گیا۔اُن کی نبوت میں اختلاف ہے۔اللہ تعالیٰ نے جس تعریف وتحسین کے ساتھ

ان کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کیا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی ہیں۔ امام ابومنصور ماتریدی نے لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے، کہ الیسع اور ذوالکفل دونوں بھائی تھے، اور ذوالکفل ایک نیک آدمی کے نیک اعمال کے کفیل ہوگئے تھے جو ہر روز سَو نمازیں پڑھتا تھا۔

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ

یہ نصیحت ہے۔ اور بے شک ڈرنے والوں کا یقیناً اچھا انجام ہے● ہمیشہ کے باغ،

مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾

کھلے ہوئے اُن کے لیے سارے دروازے●

(یہ) قرآن اور انبیاء علیہم السلام کی خبر سبب ذکر اور (نصیحت ہے) تم کو، اَے محبوب! ﷺ، اور تمہاری قوم کو، (اور بے شک ڈرنے والوں کا) اور پرہیزگاروں کے واسطے (یقیناً اچھا انجام ہے)۔ قیام کرنے کے لیے (ہمیشہ کے باغ، کھلے ہوئے اُن کے لیے سارے دروازے) جس دروازے سے جہاں چاہیں جائیں۔ وہ تختوں پر۔۔۔

مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّ شَرَابٍ ﴿۵۱﴾

تکیہ لگائے ہیں اِس میں، طلب کر رہے ہیں اِس میں بہت سے میوے اور شراب●

(تکیہ لگائے) آرام سے بیٹھے (ہیں اُس میں)، اور حسبِ خواہش (طلب کر رہے ہیں اس میں بہت سے میوے اور شراب)۔ اس واسطے کہ میوہ خوری لذت کے واسطے ہوتی ہے، اور غذا کھانا تن پروری کے لیے۔ اور جنت میں تن پروری نہ ہوگی، اِس وجہ سے جنتی میووں کی طرف رغبت بہت کریں گے، اور چاہیں گے پینے کی چیز۔

وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾

اور اُن کے پاس انہیں پر آنکھ رکھنے والی ہم سن ہیں●

(اور اُن کے پاس) ہونگیں (انہیں پر آنکھ رکھنے والی) ایسی عورتیں جو اپنے شوہروں کے سوا کسی اور کی طرف نہ دیکھیں، اور جو اُن کی (ہم سن ہیں)۔ یعنی سب ایک ہی سن کی ہوں گیں۔

اور بعضوں نے کہا کہ جنت میں سب عورتیں اپنے شوہروں کے برابر ہونگیں کہ سب کا

سن تینتیس ۳۳ برس کا ہوگا۔ اور بعض مفسرین کا قول ہے، کہ اَتْرَابٌ سے یہ مراد ہے کہ ساری عورتیں حسن میں برابر ہونگی۔ کسی کو کسی پر وہاں فوقیت نہ ہوگی۔ کہ اُس کی طرف کسی کی طبیعت رغبت کرے جو حسن میں فوقیت رکھتی ہے، اور اُس سے پھر جائے جس پر فوقیت رکھتی ہے۔ اُس وقت فرشتے جنتیوں سے کہیں گے، کہ۔۔۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

یہ ہے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے تم سے حساب کے دن کا● بے شک یہ ہے ہماری روزی، نہیں ہے اُسے کبھی ختم ہونا●

(یہ ہے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے تم سے حساب کے دن کا)۔ تو جنتی لوگ فرحت اور خوشی میں کہیں گے (بے شک یہ ہے ہماری روزی) جو حضرت رزّاق نے بے منت ہماری عطا فرمائی۔ (نہیں ہے اِسے کبھی ختم ہونا) اور نہ ہی کچھ کم ہونا۔۔۔

هٰذَا ۗ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾

اُنہیں تو یہ ہے، اور بے شک سرکشوں کے لیے یقیناً بُرا انجام ہے● جہنم، جس میں یہ جائیں گے، تو کتنا بُرا بستر ا ہے●

(انہیں تو یہ ہے)۔ یعنی یہ ہے، جو کہ جنتیوں کو حاصل ہوگا۔ (اور) اُس کے برعکس (بے شک سرکشوں کے لیے) یعنی نافرمانوں اور کافروں کے لیے (یقیناً بُرا انجام ہے) یعنی بُری جگہ ہے پھرنے کی، کہ وہ (جہنم) ہے (جس میں یہ جائیں گے، تو کتنا بُرا بسترا ہے) جو اُن کا ٹھکانہ ہے یعنی دوزخ ہی میں انہیں رہنا ہے۔

هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾

"یہ دیکھو، اب اُس کو چکھو، کھولتا پانی ہے اور پیپ"● اور دوسرے اُسی صورت کے جوڑے●

(یہ) ہے عذاب، اِس کو (دیکھو) اور (اب اِس کو چکھو) اَے کافرو! وہ پینے کے لیے (کھولتا پانی ہے) کہ جب منھ کے سامنے جائے تو اُسے جَلا دے۔ اور جب پئیں گے، تو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ (اور) کھانے کے لیے (پیپ) جو کہ دوزخیوں کے گوشت و پوست اور زنا کاروں کی شرمگاہوں سے بہتا ہوگا، اُسے جمع کر کے دوزخیوں کو پلائیں گے۔ (اور) دوزخیوں کے لیے (دوسرے) عذاب بھی ہیں جو (اِسی) مذکورہ بالا عذاب کی شکل و (صورت کے جوڑے) ہیں۔ یعنی انواع واقسام کے

عذاب، مگر سختی اور دکھ پہنچانے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

روایت ہے کہ کافروں کے سردار جب دوزخ میں داخل ہوں گے، تو اُن کے تابعوں کو بھی ان کے پاس پہنچائیں گے اور فرشتے سرداروں سے کہیں گے۔۔۔

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾

"دیکھو یہ ایک فوج دھنسی پڑتی ہے تمہارے ساتھ۔" بولے، "نہ کھلی جگہ ملے اُنہیں، بے شک یہ آگ میں جانے والے ہی ہیں"●

(دیکھو یہ ایک فوج دھنسی پڑتی ہے تمہارے ساتھ)۔ یعنی یہ گروہ ہے جو دوزخ میں داخل ہونے والا ہے رنج اور سختی سمیت تمہارے ساتھ۔ تو وہ (بولے، نہ کھلی جگہ ملے انہیں) یعنی انہیں کسی جگہ کوئی خوش آمدید کہنے والا نہ ہو، کیونکہ (بے شک یہ آگ میں جانے والے ہی ہیں) اپنے اعمال کی شامت سے۔ جس طرح ہم دوزخ میں داخل ہوئے۔

مَرْحَبًا ایک کلمہ ہے جو مہمان کے اعزاز واکرام کے واسطے کہتے ہیں، تو سردار کافر اپنے تابعوں کو نفریں کریں گے لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ کہہ کر۔ اور جب تابع لوگوں نے سرداروں سے یہ بات سنی۔۔تو۔۔

قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾

یہ لوگ بولے، "بلکہ تم ہو۔۔کہ کھلی جگہ تمہیں نہ میسر ہوں، تم ہی آگے لائے اُس کو ہمارے لیے بھی،" تو کتنا برا ٹھہراؤ ہے●

(یہ لوگ بولے بلکہ تم ہو۔۔کہ کھلی جگہ تمہیں نہ میسر ہوں) یعنی یہ تابعین اپنے سرداروں سے لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ کہہ کر اُن سے اپنی نفرت کا اظہار کریں گے اور آرزومند ہوں گے کہ اُن کی بھی کہیں خوش آمدید نہ ہو۔ اور کہیں گے، کہ (تم ہی آگے لائے اِس کو ہمارے لیے بھی)۔ اِن عذاب کو واجب کرنے والی چیزوں کو ہم پر مسلط کرنے والے تمہیں ہو۔ تم نے ہم کو ذہنی طور پر اغوا کیا اور تمہارے ہی گمراہ کرنے کے سبب سے ہم دوزخ میں آئے۔ (تو کتنا برا ٹھہراؤ) اور قیام کی جگہ (ہے) جہاں تم نے ہم کو پہنچادیا۔ پھر دوبارہ یہ تابع لوگ۔۔۔

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾

یہ بولے کہ "پروردگارا! جو آگے لایا ہمارے لیے اس عذاب کو، تو بڑھادے اُس کا دونا عذاب جہنم میں"●

(بولے کہ پروردگارا! جوآگے لایا ہمارے اِس عذاب کو، تو بڑھادے اُس کا دونا عذاب جہنم میں)۔ایک خود گمراہ ہونے کے سبب سے، اور دوسرا گمراہ کرنے کے سبب سے۔۔المختصر۔آتشِ دوزخ میں جتنا عذاب اُن پر ہے اُتنا ہی اور بڑھادے۔

بعضے کہتے ہیں کہ وہ تو دگنے عذاب کے مستحق پہلے ہی سے تھے۔۔چنانچہ۔۔دوزخ کے سانپ اور بچھو اُن پر مسلط ہوجائیں گے۔

کفارومشرکین جب دوزخ میں دیکھیں گے۔۔۔

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾

اور کہنے لگے کہ "ہمیں کیا ہے کہ ہم نہیں دیکھ رہے ہیں ان مردوں کو، جن کو ہم شمار کیا کرتے تھے بُروں سے؟●

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾

کیا ہمیں نے محض ہنسی بنا رکھی تھی یا چکرا گئی ہیں اُن کی طرف سے ہماری آنکھیں؟"●

(اور) دُنیا میں خستہ حال رہنے والے مسلمانوں کو وہاں نہیں پایا، جیسے حضرت عمار اور صہیب اور خباب اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں نظر نہیں آئے، تو (کہنے لگے کہ ہمیں کیا ہے کہ ہم نہیں دیکھ رہے ہیں اُن مَردوں کو، جن کو ہم شمار کیا کرتے تھے بُروں سے● کیا ہمیں نے محض ہنسی بنا رکھی تھی) اور اُن کا ناحق مذاق اڑایا تھا؟ (یا چکرا گئی ہیں اُن کی طرف سے ہماری آنکھیں)۔یعنی انہیں دوزخ میں تو لایا گیا ہے، لیکن ہماری آنکھیں اُن کی طرف سے ہٹ کر دوسرے رخ پر چلی گئی ہیں، یعنی اُن کی طرف سے مڑگئی ہیں؟ آخر ماجرا کیا ہے؟ جو وہ ہمیں نہیں دِکھ رہے ہیں؟

بعض آثار میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ مسلمان فقیروں کے اس گروہ کو جنت کی کھڑکیوں میں جلوہ دے گا، تاکہ کافر دیکھیں اور ان کی حسرت زیادہ ہو۔

اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

بے شک یہ بالکل ٹھیک ہے جہنمیوں کی لڑائی●

(بے شک یہ) یعنی ہم نے جو حکایت بیان کی ہے، (بالکل ٹھیک ہے جہنمیوں کی لڑائی) یعنی بے شک دوزخیوں کا یہ جھگڑا ضرور برحق ہے۔اور اُن کا جو ماجرا بیان کیا گیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔

اِس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا تھا، کہ جب سیدنا محمدؐ ﷺ نے کفارِ مکہ کو توحید اور رسالت کی دعوت دی، اور یہ فرمایا کہ قیامت برحق ہے، تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کا مذاق اُڑایا، اور آپ کو جادوگر اور جھوٹا کہا، اور کہا کہ ہم نے اِس سے پہلے یہ بات کسی دین میں نہیں سنی، یہ محض اُن کی من گھڑت بات ہے۔۔نیز۔۔کہا کہ کیا ہم میں سے صرف انہیں پر وحی نازل کی گئی ہے؟ نبی ﷺ کو اُن دِل آزار باتوں سے رنج پہنچتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے رنج کو زائل کرنے کے لیے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے انبیاءِ سابقین کے واقعات آپ پر نازل کیے۔

اور اِس لیے بھی کہ کفار کو اُن واقعات سے اندازہ ہو، کہ آپ نے کسی عالم کی شاگردی نہیں کی، کسی مکتب میں نہیں گئے، کسی کتاب کو نہیں پڑھا، پھر آپ نے انبیاءِ سابقین کے یہ واقعات ٹھیک ٹھیک بیان کردیئے ہیں، تو سوائے اللہ کی وحی کے آپ کے پاس علم کا اور کون سا ذریعہ تھا؟ ہوسکتا ہے یہ سوچ کر وہ اپنے کفر و شرک سے باز آجائیں۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے اخروی ثواب کو اور کفار کے اخروی عذاب کو بیان فرمایا، تا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اخروی عذاب سے ڈر کر۔۔یا۔۔اخروی ثواب کی طمع میں ایمان لے آئیں۔

اِس بیان کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر اُن ہی مطالب اور مقاصد کو دُہرایا جن کو اوّل سورت میں بیان فرمایا تھا، اور توحید، رسالت اور وقوعِ قیامت پر ایمان لانے کی دعوت دی، اور فرمایا کہ اَے محبوب!۔۔۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾

کہہ دو کہ "میں ہی ڈر کا سنا دینے والا ہوں۔اور نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ واحد قہار کے●

(کہہ دو کہ میں ہی ڈر کا سنا دینے والا ہوں) یعنی میں صرف اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں (اور) اچھی طرح یقین کرلو کہ (نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ) تعالیٰ (واحد)، کہ اُس کی ذات شرکت قبول ہی نہیں کرتی، اور کثرت کو اس کی وحدت میں راہ نہیں ہوتی، اور (قہار کے) قہر کرنے والا کہ امیدوں کی بنا کو اَجلوں کی آندھیوں سے توڑ دیتا ہے۔۔یا۔۔شرکتِ موہوم اور کثرتِ بے اعتبار کو جو کہ نفس الامر میں وجود نہیں رکھتی، عارفوں کی نظر میں مضمحل اور پراگندہ کردیتا ہے۔جس کی شان یہ ہے کہ۔۔۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾

پروردگار آسمانوں اور زمین اور جواُن کے درمیان ہے سب کا، عزت والا مغفرت والا"●

(پروردگار) ہے **(آسمانوں اور زمین اور جواُن کے درمیان ہے سب کا)**۔ ایسا خداوند کہ **(عزت والا)** ہے، یعنی غالب ہے عذاب کرنے پر، اور **(مغفرت والا)** ہے، کہ بخشنے سے کچھ باک ہی نہیں رکھتا۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾

کہہ دو کہ "یہ بہت بڑا پیغام ہے● تم اُس کے انکاری ہو●

اَے محبوب! **(کہہ دو کہ یہ بہت بڑا پیغام ہے)** جو میں نے تم کو دیا۔ قیامت کے عذاب سے ڈرایا، اور **(تم اِس کے اِنکاری ہو)** یعنی کمالِ غفلت کی وجہ سے اِس سے منہ پھیرنے والے ہو۔۔یا۔۔ میری نبوت کی بڑی شان ہے اور تم اُس کے منکر ہو۔ آخر دیکھو تو، کہ اگر میں نبی نہ ہوتا۔۔تو۔۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾

نہ ہوتا مجھے کچھ علم عالمِ بالا کا، جب کہ فرشتے بحث کرتے تھے●

(نہ ہوتا مجھے کچھ علم عالمِ بالا کا، جبکہ فرشتے بحث کرتے تھے)۔ یعنی جب وہ گفتگو کرتے تھے حضرت آدم کی شان میں کہ **اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ**، تو میری نبوت پر اِس سے زیادہ کھلی ہوئی اور کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت آدم اور فرشتوں کا قصہ بیان کرتا ہوں اُس تقریر پر جو اگلی کتابوں میں مذکور ہے، حالانکہ نہ میں نے بذاتِ خود اُن کتابوں میں دیکھا اور نہ کسی استاد سے سنا۔ ذہن نشین کرلو، کہ۔۔۔

اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ

یہی وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ میں بس صاف صاف ڈر سنا دینے والا ہوں"● جب کہ فرمایا تمہارے رب نے

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٧١﴾

فرشتوں کو کہ "میں پیدا کرنے والا ہوں ایک چہرے مہرے والے کو مٹی سے●

(یہی وحی کی جاتی ہے میری طرف، کہ میں بس صاف صاف ڈر سنا دینے والا ہوں) اور ظاہر

کر دینے والا ہوں اُن چیزوں کو جو عذاب کی موجب ہیں۔ اَے محبوب! یاد کرو (جبکہ فرمایا تمہارے رب نے فرشتوں کو، کہ میں پیدا کرنے والا ہوں ایک چہرے مہرے والے کو مٹی سے)۔

یہاں صاحب بشرہ سے حضرت آدم مراد ہیں۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ﴿۷۲﴾

تو جہاں میں نے سڈول کرلیا اُسے، اور پھونکا اُس میں اپنی طرف سے روح، تو گر جاؤ اُس کا سجدہ کرتے ہوئے"●

(تو جہاں میں نے سڈول کرلیا اُسے) یعنی جب پوری کردی اُن کی خلقت اور صورت، اور اُن کا قالب بہت خوب شکل پر بنا چکا، (اور پھونکا اُس میں اپنی طرف سے روح)۔

حق تعالیٰ نے رُوح کو اپنی ذات کی طرف اضافت فرما کر مشرف اور معزز فرمایا۔ اس کی نفاست اور پاکیزگی کی وجہ سے۔۔۔

(تو گر جاؤ اُس کا سجدہ کرتے ہوئے) تعظیم کی جہت سے۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ﴿۷۴﴾

تو سجدہ کیا سارے فرشتوں نے سب کے سب● مگر ابلیس نے۔ بڑا بننے لگا، اور وہ تھا ہی کافر ہو جانے والوں سے●

(تو سجدہ کیا سارے فرشتوں نے سب کے سب) ان کی روح پھکنے کے بعد (مگر ابلیس نے)، باوجود اِس کے کہ وہ خوب سمجھتا تھا کہ گروہ ملائکہ میں رہنے کے سبب وہ بھی حکم سجدہ کے مامورین میں سے ہے۔ اِسی لیے جب اُس سے دریافت کیا گیا، کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اُس نے یہ جواب نہیں دیا، کہ مجھے سجدہ کرنے کا حکم ہی کب تھا؟ وہ تو فرشتوں کو حکم دیا گیا ہے اور میں کوئی فرشتہ تو ہوں نہیں۔ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خوب جانتا تھا کہ حکم سجدہ میں میں شامل ہوں۔ اب اُس کے سجدہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے، کہ اُس نے اپنی بڑائی چاہی اور (بڑا بننے لگا، اور وہ) علم ازلی میں (تھا ہی کافر ہو جانے والوں سے)۔۔یا یہ کہ۔۔وہ اُس نافرمانی کی وجہ سے کافروں میں سے ہو گیا۔ تو حق تعالیٰ نے۔۔۔

قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ

فرمایا "اَے ابلیس! کس چیز نے روکا تجھ کو سجدہ کرنے سے اُس کے، جس کو بنایا میں نے اپنے ہاتھ سے، کیا ڈینگ کی لی تُو نے،

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ۝

یا تھا ہی تُو میرے حکم سے بالا بننے والوں سے؟"●

(فرمایا اے ابلیس! کس چیز نے روکا تجھ کو سجدہ کرنے سے اُس کے جس کو بنایا میں نے اپنے ہاتھ سے)۔

'ہاتھ' کا ذکر اِس بات کی تحقیق کے واسطے ہے، کہ حضرت آدم کا پیدا کرنا حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہے، یعنی میں نے بذاتِ خود آدم کو پیدا کیا، بغیر اِس کے کہ اُس کے پیدا ہونے میں ماں باپ۔۔یا۔۔کوئی اور غیر واسطہ ہو۔ خیال رہے کہ ملائکہ 'صفتِ لطف' کے مظہر ہیں اور شیطان 'صفتِ قہر' کا، اور آدمی دونوں صفتوں کی تجلی کا مظہر ہے، اور اِس جامعیت کے سبب سے اُسے مسجود ہونے کے قابل کیا ہے۔۔المختصر۔۔ابلیس سے پوچھا گیا، تیرے سجدہ نہ کرنے کا سبب کیا ہے؟ تُو خود اپنی زبان سے ظاہر کردے۔۔۔

(کیا ڈینگ کی لی تُو نے؟) یعنی تکبر کیا تُو نے بے استحقاق؟ **(یا تھا ہی تو میرے حکم سے بالا بننے والوں سے)**۔ یعنی تھا تُو برتروں میں سے جو برتری کا استحقاق رکھتے ہیں؟ ابلیس نے دوسری شق کو اختیار کیا اور جواب میں۔۔۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۝

بولا، "میں بہتر ہوں اُن آدم سے، تُو نے پیدا کیا مجھے آگ سے اور تُو ہی نے پیدا کیا اُسے مٹی سے"●

(بولا، میں بہتر ہوں ان آدم سے)۔۔۔ پھر اپنی بہتری بیان کرتا ہے۔۔۔ کہ **(تُو نے پیدا کیا مجھے آگ سے)** اور اُس میں لطافت اور نورانیت ہے۔ **(اور تُو ہی نے پیدا کیا اِسے مٹی سے)** کہ اُس میں کثافت اور تاریکی ہے۔

ابلیس نے اِس قیاس میں زبردست خطا کی۔ اُس نے نہیں سوچا کہ آگ فرقت کا سبب ہے، اور مٹی وصلت کا سبب۔ آگ کا کام ہے جلا کر خاکستر کردینا، اور مٹی کا کام ہے گل وگلزار اور سبزہ زاروں سے دھرتی کو معمور وآباد کردینا۔ آگ سے ٹوٹنا ہوتا ہے، اور خاک سے ملنا ہوتا ہے۔ حضرت آدم خاک سے تھے ملے رہے، یہاں تک کہ **ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ** کا خلعت ملا اور رب نے انہیں چن لیا۔ ابلیس آگ سے تھا ٹوٹ گیا، یہاں تک کہ **فَاهْبِطْ مِنْهَا** کے حکم سے مردود ہوگیا۔ ابلیس جب اپنی برتری کا دعویٰ کرچکا، تو حق تعالیٰ نے اُس سے۔۔۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَّإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٨﴾

فرمایا، "تو نکل جا یہاں سے، کہ تُو بے شک مَردود ہے● اور بے شک تجھ پر میری پھٹکار ہے قیامت تک"●

(فرمایا، تو نکل جا یہاں سے، کہ تُو بے شک مردود ہے● اور بے شک تجھ پر میری پھٹکار ہے قیامت تک) یعنی تُو بہشت۔۔یا۔۔آسمان۔۔یا۔۔گروہِ ملائکہ سے باہر ہو جا کیونکہ تو راندہ ہوا ہے رحمت سے، اور دُور ہوا ہے رتبۂ کرامت سے۔ اور بے شک تجھ پر ہے میری لعنت اور پھٹکار اور غضب روزِ جزا تک۔ تو ابلیس۔۔۔

قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٨٠﴾

بولا، "پروردگارا! تو مہلت دے مجھ کو اُس دن تک، کہ لوگ اٹھائے جائیں گے"● فرمایا، "بے شک تجھے مہلت دی گئی●

إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾

وقتِ معلوم کے دن تک"● بولا، "پھر تو تیری عزت کی قسم، ضرور گمراہ کردوں گا اِن سب کو●

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾

مگر تیرے کھرے بندوں کو"● فرمایا، "تو ٹھیک، اور میں ٹھیک ہی فرماتا ہوں●

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾

کہ ضرور بھردوں گا میں جہنم کو تجھ سے، اور اُن سب سے، جنھوں نے پیروی کی تیری اِن میں سے"●

(بولا، پروردگارا! تو مہلت دے مجھ کو اُس دن تک کہ لوگ اُٹھائے جائیں گے)۔

ابلیس کی غرض یہ تھی کہ موت کا مزہ نہ چکھے۔ حق تعالیٰ نے۔۔۔

(فرمایا، بے شک تجھے مہلت دی گئی● وقتِ معلوم کے دن تک) یعنی اُس دن تک کہ وقت معلوم ہے، یعنی پہلی بار صور پھونکنے تک، کہ اس وقت سب مرجائیں گے۔ ابلیس (بولا، پھر تو تیری عزت کی قسم) یعنی قسم ہے مجھے تیرے غالب اور قاھر ہونے کی، کہ جس طرح بھی کرسکوں (ضرور گمراہ کردوں گا اُن سب کو) یعنی ساری اولادِ آدم کو، (مگر تیرے کھرے بندوں کو) جو پاک کردیے گئے ہیں شرک اور عصیان کے لَوث سے۔ (فرمایا) حق تعالیٰ نے (تو ٹھیک، اور میں ٹھیک ہی فرماتا ہوں)۔ یعنی پس یہ برحق ہے اور میں حق بات ہی فرماتا ہوں، (کہ ضرور بھردوں گا میں جہنم کو تجھ سے اور اُن سب سے جنھوں نے پیروی کی تیری اِن میں سے) یعنی آدمیوں اور جنوں میں سے۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾

کہہ دو کہ "نہیں مانگتا میں تم سے اِس پر کوئی اَجر، اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں•

اَے محبوب! (کہہ دو، کہ نہیں مانگتا میں تم سے اِس پر) یعنی تبلیغِ احکام پر (کوئی اجر) کچھ بدلا، (اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں)۔

تکلف کرنے والوں کی تین۳ علامتیں ہیں: ایک یہ کہ اُس کے ساتھ جھگڑتا ہے جو اُس سے برتر ہے۔ دوسری یہ کہ چاہتا ہے کہ جو چیز لینا مقدور سے باہر ہے وہ بھی لے لے۔ تیسری وہ بات کہتا ہے جو اُسے معلوم نہیں۔

۔۔الغرض۔۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اپنی طرف سے بنا کر ایسی بات ظاہر کرتے ہیں جو جانتے نہیں۔تو یہ قرآنِ کریم کچھ ہمارا خود ساختہ نہیں ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

یہ بس نصیحت ہے سارے جہان کے لیے• اور ضرور معلوم کرلو گے اِس کے پیغام کو کچھ مدت بعد"•

(یہ بس نصیحت ہے سارے جہان کے لیے)۔یعنی اہلِ عالَم کے لیے، جن ہوں ۔۔یا۔۔ انسان۔(اور ضرور معلوم کرلو گے اِس کے پیغام کو کچھ مدت بعد)۔یعنی قریب ہے کہ جانو گے تم قرآنِ کریم کی خبر، یعنی جو کچھ اِس میں ہے وعدہ وعید۔۔یا۔۔ جانو گے سیدنا محمد 'صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' کی خبر، اور اُن کی بات کا سچ ہونا تم کو معلوم ہوجائے گا ایک مدت کے بعد، اور وہ موت کی گھڑی ہے ۔۔یا۔۔ قیامت کا دن ہے۔۔یا۔۔اسلام کے غالب وظاہر ہونے کا وقت۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۱۲/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۶/مارچ ۲۰۱۲ء

بروز سہ شنبہ، 'سورۂ ص' کی تفسیر مکمل ہوگئی۔اور آج ہی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے 'سورۂ الزمر' کی تفسیر کا آغاز کردیا۔مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو لغزشوں سے بچائے اور اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِين يَامُجِيبَ السَّائِلِينَ بِحَقِّ طٰهٰ وَيٰسٓ، وَبِحَقِّ نٓ وصٓ،
وَبِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

سُوْرَةُ الزُّمَر ۳۹ مکیۃ ۵۹ — ایاتہا ۷۵ رکوعاتہا ۸

سُوْرَةُ الزُّمَرِ

سورۂ الزمر۔۔۳۹ مکیہ ۵۹ آیاتہا ۷۵۔۔رکوعاتہا ۸

اِس سورت کا نام **الزُّمَرِ** ہے۔جس کا معنی کئی جماعتیں اور کئی گروہ ہیں۔قرآنِ کریم میں اِس سورہ کی آیت ۷۱ اور آیت ۷۳ میں اِس کا ذکر آیا ہے،اور قرآنِ کریم میں صرف اِسی سورہ میں **زُمَرِ** کا لفظ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے **سُوْرَةُ صٓ** کو قرآنِ مجید کے اِس وصف پر ختم کیا ہے کہ "یہ قرآن تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے" اور **سُوْرَةُ الزُّمَرِ** قرآنِ مجید کے اِس وصف سے شروع ہوری ہے کہ "اس کتاب کا نزول کرنا اللہ کی طرف سے ہے، جو بہت غالب اور بیحد حکمت والا ہے"۔

۔۔الحاصل۔۔ **سُوْرَةُ صٓ** کا اختتام وصفِ قرآنی پر فرمایا گیا،تو **سُوْرَةُ الزُّمَرِ** کا آغاز وصفِ قرآنی سے کیا گیا۔۔نیز۔۔ **سُوْرَةُ صٓ** میں اللہ تعالیٰ نے آیت ۷۱، ۷۵ میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے،اور **الزُّمَرِ** آیت ۶ میں بھی انسان کی پیدائش کے سلسلہ میں اُس کا ذکر فرمایا ہے۔ایسی مبارک، ہدایت افروز، چشم کشا سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ **(کے)** جو **(بڑا)** ہی **(مہربان)** ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا **(بخشنے والا)** ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

اُتارنا کتاب کا اللہ عزیز حکیم کی طرف سے ہے۔ بے شک ہم نے نازل فرمایا تمہاری طرف اِس کتاب کو بالکل درست،

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ②

تو پوجو اللہ کو، اُسی کے قانون کا عقیدہ رکھ کر۔

سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر **(اُتارنا کتاب)** یعنی قرآن **(کا اللہ)** تعالیٰ، جو **(عزیز)** یعنی غالب ہے تقدیر میں اور **(حکیم)** یعنی دانا ہے تدبیر میں، **(کی طرف سے ہے)**۔اے محبوب! **(بے شک ہم نے نازل فرمایا تمہاری طرف اِس کتاب کو بالکل درست)** صحت اور راستی کے ساتھ

۔۔یا۔۔حق ثابت اور بیان کرنے کو، **(تو پوجو اللہ) تعالیٰ (کو، اُسی کے قانون کا عقیدہ رکھ کر)** اِس حال میں کہ پاک کرنے والا ہے تُو اس کے واسطے اپنی عبادت کوشرک اور ریاکاری سے۔یعنی عبادت کا مقصود صرف خدا ہی کی خوشنودی اور اُس کی اطاعت ہو۔

اِس آیت میں خطاب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اور مراد امّت کے لوگ ہیں، کہ انہیں حکم ہے کہ اپنی عبادت کوشرک اور ریاء سے پاک کریں۔

ركوع الأربع

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ

یادرکھو کہ اللہ ہی کے لیے ہے دین خالص، اور جنہوں نے بنالیا اُس کے خلاف دوسرے والی۔۔کہ "ہم لوگ

اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬

نہیں پوجتے اُنہیں، مگر تاکہ نزدیک کردیں ہمیں اللہ کے پاس،" بے شک اللہ فیصلہ فرمائے گا اُن کے درمیان،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

جس میں یہ لوگ، جھگڑ رہے ہیں۔۔۔بے شک اللہ نہیں راہ دیتا اُسے، جو جھوٹا ناشکرا ہے●

(یادرکھو کہ اللہ) تعالیٰ (ہی کے لیے ہے دین خالص) یعنی شرک سے پاک عبادت، یعنی وہ سزاوار اِس کا ہے کہ اُس کی عبادت خالص ہو، اس واسطے کہ صفتِ 'الوہیت' کے ساتھ وہ منفرد اور یکتا ہے۔**(اور جنہوں نے بنالیا اُس کے خلاف دوسرے والی)** دوست، یعنی بہت سے خدا عام اس سے کہ وہ فرشتے ہوں۔۔یا۔۔بت وغیرہ۔اور پھر یہ کافر کہتے ہیں **(کہ ہم لوگ نہیں پوجتے انہیں، مگر تاکہ نزدیک کردیں ہمیں اللہ) تعالیٰ (کے پاس)**، تاکہ وہ ہماری شفاعت کریں، اور اُن کی شفاعت سے ہم بڑا مرتبہ پائیں۔

(بے شک اللہ) تعالیٰ قیامت کے دن (فیصلہ فرمائے گا اُن کے درمیان جس میں یہ) مشرک **(لوگ جھگڑ رہے ہیں)** یعنی اپنے معبودوں کے تعلق سے اختلاف کررہے ہیں۔یعنی آج کوئی تو فرشتہ کو پوجتا ہے جیسے 'بنو ملیح'، کوئی آدمی کو جیسے یہود ونصاری، اور اِسی طرح بت، آفتاب، ستاروں، بچھڑے، درخت، پتھر، جن، آگ کو پوجتے ہیں، اور ہر ایک کا دعویٰ یہ ہے کہ اُسی کا معبود برحق ہے اور باقی باطل۔ تو حق تعالیٰ قیامت کے دن اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا اور ہر ایک کا بطلان ظاہر کردے گا۔

ذہن نشین کرلو کہ **(بے شک اللہ) تعالیٰ (نہیں راہ دیتا اُسے جو جھوٹا)** ہے اور کہتا ہے کہ

ہمارے خدا ہماری شفاعت کریں گے، اور وہ (ناشکرا ہے) جو منعم حقیقی کا منکر ہے۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ

اگر ممکن ہوتا کہ اللہ بنالے اپنے لیے بچہ، تو چن لیتا اپنی مخلوق سے جو چاہتا۔ پاکی ہے اُس کی،

هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾

وہی ہے ایک اللہ، غلبے والا●

(**اگر ممکن ہوتا کہ اللہ**) تعالیٰ (**بنالے اپنے لیے بچہ، تو چن لیتا اپنی مخلوق سے جو چاہتا**)۔ تو اَے مشرکو! پھر تم یہ تخصیص کیوں کرتے ہو، کہ عزیر اُس کا بیٹا ہے۔۔یا۔۔عیسیٰ اُس کا بیٹا ہے۔۔یا۔۔ فرشتے اُس کی بیٹیاں ہیں۔

اِس میں یہ بھی اشارا ہے کہ اگر وہ اپنی اولاد بنا سکتا، تو بیٹوں کو اولاد بناتا جو بیٹیوں کی بہ نسبت افضل اور اکمل نوع ہیں اور تم بیٹیوں کی نسبت اُس کی طرف کرتے ہو۔ مگر مخلوق خالق کے مثل نہیں ہے اور باپ بیٹے کو ایک جنس ہونا ضروری ہے، تو اُس کا کوئی فرزند نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

(**پاکی ہے اُس کی**) اِس سے کہ وہ فرزند پیدا کرے، کیونکہ (**وہی ہے ایک اللہ**) تعالیٰ۔ اس کی وحدتِ ذاتی اُس کے غیر کے ساتھ مثل ہونے کی منافی ہے، اور وہی (**غلبہ والا**) ہے، یعنی قہر فرمانے والا ہے، اور مشرکوں کے توہمات اور تصورات توڑنے والا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَیُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ

پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو سراپا حق۔ لپیٹتا رہتا ہے رات کو دن پر، اور لپیٹتا رہتا ہے دن کو رات پر

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾

اور قابو میں رکھا سورج اور چاند کو۔ سب چل رہے ہیں مقرر میعاد کے لیے۔ یاد رکھو کہ "وہی عزت والا مغفرت والا ہے"●

(**پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو سراپا حق**) جو ہزاروں حکمتوں اور بے شمار مصلحتوں پر مشتمل ہیں، اُن میں باطل اور عبث کو دخل نہیں۔۔الختصر۔۔اُن کے ہر ایک میں ہزاروں آثارِ قدرت اور بے شمار اطوارِ حکمت ہیں، تاکہ انہیں عبرت کی نگاہ سے دیکھا جائے، اور اُس سے معرفت کے دلائل کا مطالعہ کریں۔ (**لپیٹتا رہتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا رہتا ہے دن کو رات پر**)، یعنی دن رات ہر ایک

دوسرے کوڈھانپتے ہیں، ایسے جیسے لباس لباس والے کوڈھانپ لیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ رات کودن میں لاتا ہے، کہ رات کے ظلمانی پردے دن کی نورانیت کو پوشیدہ کردیتے ہیں۔ اور دن کو رات پر یوں لاتا ہے، کہ اُس کے شعلے اور روشنی رات کی تاریکی کو چھپالیتے ہیں۔

دراصل وجہ یہ ہے کہ 'نور وظلمت' اللہ تعالیٰ کے دو بھاری اور عظیم لشکر ہیں، ہر ایک دن اور رات میں ایک دوسرے پرحملہ کر کے غلبہ پاتے رہتے ہیں۔۔یا۔۔ ہر ایک دوسرے میں ایسا چھپ جاتا ہے جیسے ملفوف لفافہ میں، کہ دیکھنے والا نہیں دیکھ سکتا۔۔یا۔۔ یوں سمجھو کہ جیسے پگڑی کا بل دوسرے کو لپیٹ کر اس کو اندر کرلیتا ہے، ایسے رات دن میں اور دن رات میں چھپ جاتے ہیں۔

(اور قابو میں رکھا سورج اور چاند کو) یعنی اُن دونوں کو امرِالٰہی کے تابع فرمایا۔ **(سب چل رہے ہیں)** اپنے بروج پر **(مقررہ میعاد کے لیے)**، کہ ہر روز، اور ہر مہینے، اور ہر برس، اُن کی سیر تمام ہونے کا وقت ہے۔۔یا۔۔ سیر منقطع ہونے کے وقت تک یعنی قیامت تک۔ **(یادرکھو وہی عزت والا)** ہے۔ یعنی سب چیزوں پر غالب ہے اور تمام مخلوقات اور مکونات اُس کے مغلوب اور مقہور ہیں۔ اور **(مغفرت والا ہے)** باوصف اِس کے کہ آدمی شرک اور گناہ کرتے ہیں، مگر وہ ایسا بخشنے والا ہے، کہ یہ نعمتیں اُن سے سلب نہیں کرتا اور لے نہیں لیتا۔

ذہن نشین رہے کہ **غَفَّارُ** وہ ہے جو اچھے فعل کو ظاہر کرتا ہے، اور قبائح اور ذنوب کو دُنیا میں ڈھانپتا ہے، اور آخرت میں اُس کی سزا سے تجاوز کرتا ہے۔ الغفر الستر کے معنی میں ہے، اللہ تعالیٰ کی ستاری کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انسان کے بدن کے قبائح وعیوب کو ایسے طریقے سے چھپایا ہے، کہ اُن پر کسی کی نگاہ نہیں پڑتی، کہ جس سے کسی کو حقارت و نفرت کا موقع مل سکے۔

انسان کے وہ قبائح پوشیدہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بندے کے باطن میں اُس کے ظاہری جمال سے چھپا رکھا ہے۔ غور کیجیے کہ انسان میں کتنے اندرونی قبائح ہیں جو پوشیدہ ہیں۔ اُس کے کتنے حسین منظر ہیں جو ظاہر ہیں۔ تو حق تعالیٰ ایسا کریم ہے۔ جس نے بندے کے قبائح کو چھپایا اور اُس کے حسین منظر کو ظاہر فرمایا۔

اور اُس کی دوسری ستاری کی دلیل یہ ہے، کہ انسان کے مذموم خیالات کی استقرارگاہ

قلب کو بنایا، کہ اُس پر کوئی بھی آگاہ نہیں ہوسکتا۔ اگر مخلوق کو معلوم ہو جائے کہ وہ دل میں کیا تصور رکھتا ہے، اور کھوٹ اور خیانت اور لوگوں سے بدظنی کے کیا کیا ارادے رکھتا ہے، تو اُس سے نہ صرف یہ کہ بیزار ہو جائیں، بلکہ اُس کی جان نکال لیں۔ دیکھا تم نے، کہ اُس نے کس طرح انسان کے اسرار وعوارف کو پوشیدہ رکھا ہے۔

اُس کی ستاری کی تیسری دلیل یہ ہے، کہ بندے کے وہ گناہ بخش دیئے کہ جن کا بھرے مجمع میں وہ رسوائی کا مستحق تھا، بلکہ بندے سے وعدہ فرمایا کہ اُس کے سیئات کو حسنات سے بدل دے گا، تاکہ اُس کے گناہوں کے قبائح نیکیوں کے ثواب سے چھپ جائیں بشرطیکہ اُس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ بندے کو اِس اسم **اَلْغَفَّارُ** سے حظّ یہ ہے کہ دوسرے مؤمن بھائی کے وہ عیوب ڈھانپے جن کے ظاہر ہونے کو وہ نہیں چاہتا۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے اپنے مسلم بھائی کے عیوب چھپائے، تو قیامت میں اللہ تعالیٰ اُس کے عیوب چھپائے گا۔۔ہاں۔۔گلہ گو، عیب کا متلاشی، بُرائی کا بُرائی سے بدلہ دینے والا، اِس حدیث سے مستغنی ہے، کیوں کہ وہ ایسی صفت سے موصوف نہیں ہوسکتے، بلکہ وہ شخص اُس صفت سے موصوف ہوسکتا ہے جو مخلوق میں کسی کا عیب ظاہر نہ کرے، بلکہ ہوسکے تو اُس کے ساتھ احسان کرے، کیونکہ مخلوق میں اگر نیکی ہے تو برائی بھی ہے، اور کمال ہے تو نقص بھی ہے۔ جو شخص مخلوق کے قبائح سے بے خبر ہے، لیکن اُس کے محاسن کھول کر نہیں بتاتا ہے، تو ایسا شخص خوش نصیب نہ ہوگا، یعنی ایسے شخص کو اسم **اَلْغَفَّارُ** سے وافر حصہ نصیب نہیں ہوا۔ اَے لوگو! اللہ تعالیٰ نے۔۔۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ

پیدا فرمایا تم لوگوں کو ایک جان سے، پھر بنایا اُسی سے اُس کا جوڑا، اور اتارا تمہارے لیے چوپایوں سے

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ

آٹھ جوڑے۔ پیدا فرماتا ہے تم لوگوں کو تمہاری ماؤں کے شکم میں، ایک شکل کے بعد دوسری شکل، تین کوٹھریوں کے اندر،

ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾

یہ ہے اللہ، تمہارا رب، اُسی کی سلطنت ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود اُس کے سوا، تو کدھر پھیرے جاتے ہو●

(پیدا فرمایا تم لوگوں کو ایک جان سے) یعنی آدم علیہ السلام سے، **(پھر بنایا اُسی)** کی بائیں پسلی

(سے اُس کا جوڑا، اور اُتارا) یعنی پیدا فرمایا (تمہارے لیے چوپایوں سے آٹھ جوڑے)۔

یہاں 'تخلیق' کی تعبیر 'انزال' سے کی گئی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور بندوں کی قسمتیں 'نزول من السماء' سے تعبیر کی جاتی ہیں، کہ انہیں لوحِ محفوظ میں لکھا جاتا ہے۔۔یا۔۔ چونکہ ان کی تخلیق ان اسباب کے ساتھ ہوتی ہے جو آسمان سے نازل ہوتے ہیں، جیسے بارش اور ستاروں کی شعاعیں، تو اس لیے اُن کی تخلیق کی تعبیر 'انزال' سے فرمادی گئی۔ اِس کی نظیر **قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا** ہے۔

ظاہر ہے کہ آسمان سے لباس نہیں اُترا، ہاں اُس کا سبب آسمان سے اُترا ہے، یعنی بارش کا پانی جس سے روئی اون پیدا ہوئے، اور اُن سے لباس تیار ہوا۔ اِس ارشاد میں آٹھ۸ جوڑے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اُن میں کا ہر ایک نر اپنی مادہ کا زوج ہے، اور اس کی مادہ اپنے نر کے لیے زوج ہے۔اور یہاں اونٹ اور گائے، بھیڑ اور بکری کا نر مادہ اُن کا مجموعہ آٹھ۸ ہوا۔ چونکہ انسان اِن چوپایوں سے بہت زیادہ نفع حاصل کرتا ہے، اِسی لیے اُن کی تخصیص ہوئی ۔۔مثلاً: گوشت، چمڑا، بال اور اون، وغیرہ وغیرہ۔۔اور۔۔

(پیدا فرماتا ہے تم لوگوں کو تمہاری ماؤں کے شکم میں، ایک شکل کے بعد دوسری شکل، تین۳ کوٹھریوں کے اندر)۔ پہلی کوٹھری وہ جھلی جو رحم میں ہوتی ہے۔ دوسری کوٹھری رحم مادر اور تیسری کوٹھری شکم مادر۔۔یا۔۔پہلی کوٹھری صلب اور دوسری کوٹھری شکم اور تیسری کوٹھری رحم۔ چونکہ ان تینوں مقام پر تاریکی ہی رہتی ہے، اس لیے اُن کی تعبیر تین۳ ظلمتوں سے کردی گئی ہے۔

جان لو کہ جو وہ یہ کام کرتا ہے (یہ ہے)، یعنی وہی ہے (اللہ) تعالیٰ (تمہارا رب، اُسی کی سلطنت ہے)، بادشاہی مطلق، کہ اُس میں زوال اور فنا کو دخل ہی نہیں۔ **(نہیں ہے کوئی معبود)** مستحقِ عبادت **(اُس کے سوا، تو کدھر پھیرے جاتے ہو)** راہِ حق سے، باوجود ان کھلی ہوئی دلیلوں کے۔اَے مکہ والو!۔۔۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا

اگر تم لوگوں نے نہ مانا، تو بلاشبہ اللہ بے نیاز ہے تم سے۔۔اور نہیں پسند فرماتا اپنے بندوں کا کفر۔اور اگر شکر گزار تم لوگ ہوجاؤ،

يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ

تو پسند فرماتا ہے اُس کو تمہارے ہی بھلے کو، اور نہیں اٹھاتا کوئی بوجھ والا دوسرے کے بوجھ کو، پھر اپنے رب ہی کی طرف تم لوگوں کا لوٹنا ہے،

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

پھر وہ بتادے گا تمہیں جو کیا کرتے تھے، بے شک وہ سینوں کی بات کا جاننے والا ہے●

(اگر تم لوگوں نے نہ مانا) اور کفر ہی پر رہے، **(تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (بے نیاز ہے تم سے)** یعنی تمہارے ایمان اور تمہاری عبادت سے۔ خدا کو تمہارے ایمان وعبادت کی ضرورت نہیں، تم اُس کو معبود مانو۔۔یا۔۔نہ مانو، اُس کو پوجو۔۔یا۔۔نہ پوجو، ہر حال میں صرف وہی معبودِ برحق ہے، اور ہمیشہ وہی معبود برحق رہے گا۔

(اور) یہ بات ضرور ہے، کہ وہ **(نہیں پسند فرماتا اپنے بندوں کا کفر)** اور کفر سے اس کا ناراض ہونا اِس سبب سے نہیں ہے کہ اُس کو کچھ ضرر پہنچتا ہے، بلکہ وہ یہ پسند نہیں فرماتا کہ کفر کا ضرر بندوں کو پہنچے۔ **(اور اگر شکر گزار تم لوگ ہوجاؤ)** نعمتِ توحید پر۔۔یا۔۔شکر گزاری کرو اُس نعمت کی، کہ محمد ﷺ راہِ حق کی طرف تمہیں بلاتے ہیں، **(تو پسند فرماتا ہے اُس کو تمہارے ہی بھلے کو)**، اس لیے کہ یہ شکر گزاری تمہاری فلاح کا سبب ہے۔

(اور) یاد رکھو **(نہیں اُٹھاتا)** ہے **(کوئی بوجھ والا دوسرے کے)** گناہوں کے **(بوجھ کو)**، بلکہ ہر ایک اپنے ہی گناہ کا بوجھ اُٹھائے گا اور اُس کا ذمہ دار ہوگا۔ **(پھر اپنے رب ہی کی طرف تم لوگوں کا لَوٹنا ہے)** اور اُس کی بارگاہِ عدل میں حاضر ہونا ہے۔ **(پھر وہ بتادے گا تمہیں)** اور تم پر واضح کردے گا **(جو)** تم **(کیا کرتے تھے)**۔ اور اُس کی خبر کرنا حساب کرنے اور جزا دینے کے سبب سے ہوگا، یعنی اس کے حساب وجزا سے سبھی کو معلوم ہوجائے گا، کہ اُن کے اعمال کیا تھے؟ **(بے شک وہ سینوں کی بات کا جاننے والا ہے)**۔ اور جو سینوں کی نیتوں اور ارادوں سے باخبر ہو، وہ بھلا دوسرے ظاہری اعمال سے کیسے بے خبر ہوگا۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ

اور جب پہنچی انسان کو کوئی مصیبت، تو پکارنے لگا اپنے رب کو رجوع کرتا ہوا اُس کی طرف، پھر جب دی اُسے کوئی نعمت اپنی طرف سے،

مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ

تو بھول گیا جو دُہائی دیتا تھا اللہ کی پہلے، اور بنالیا اللہ کے برابری والوں کو، تاکہ گمراہ کردے اُس کے راستے سے،

قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ⑧

کہہ دو" رہ لے اپنے کفر کے ساتھ کچھ دن، بے شک تُو جہنمیوں سے ہے"●

(اور) اگر بعض انسانوں کے نفسیات کو سمجھنا ہو، تو دیکھو کہ **(جب پہنچی)** عتبہ بن ربیعہ۔۔یا۔۔ حنیفہ بن مغیرہ جیسے **(انسان کو کوئی مصیبت)**، یعنی بیماری اور مفلسی اور بَلاء، **(تو پکارنے لگا اپنے رب کو رجوع کرتا ہوا اُس کی طرف)**۔ یعنی بت پرستی ترک کر کے اور بتوں کی خواہش سے منہ موڑ کر، اُسی سے فریادرسی کرنے لگتا ہے۔

(پھر جب دی) حق تعالیٰ نے **(اُسے کوئی نعمت اپنی طرف سے)**، اور وہ سختی اُس سے دفع کر دی، اُسے اپنی طرف سے بہت بڑی نعمتوں سے نوازا، اُس کے جملہ امور کی کفالت کی، اُس کے معاملات سنوارے اور اس کے احوال اچھے بنا دیئے، **(تو بھول گیا جو دُہائی دیتا تھا اللہ)** تعالیٰ **(کی پہلے)**۔ یعنی جس کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکارتا تھا یعنی اُس دکھ کو بھول جاتا ہے جس سے نجات پانے کی دعائیں مانگتا تھا دولت مند ہونے سے پہلے۔

۔۔یا۔۔ اِس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو بھول گیا جس سے دکھ ٹالنے کی دُعائیں مانگتا اور اُس کے حضور میں گڑگڑاتا تھا۔ اِس اعتبار سے کہ **مَا** بمعنی **مَنْ** ہے جیسے کہ باری تعالیٰ کے قول **وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ** میں **مَا** بمعنی **مَنْ** ہے۔۔یا۔۔ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ اس کا نسیان انتہائی مقام پر پہنچتا ہے، گویا وہ مدعو یعنی جس سے دُعا مانگتا تھا اُس کو جانتا تک نہیں، چہ جائیکہ کہ اُسے یاد رکھتا ہو، کہ وہ اِس سے پہلے کسی سے دُعا مانگتا تھا۔ اس لیے یہ بہت بڑا ناشکرا اور انتہائی درجہ کا مجرم سمجھا جاتا ہے۔۔ الحاصل۔۔ اُس نے خدا کو اور اپنے سابقہ دکھ کو، اور اس کے ٹلنے کے لیے خدا سے اپنی عاجزانہ فریاد کو، بھلا دیا۔۔۔

(اور بنا لیا اللہ) تعالیٰ **(کے برابری والوں کو)**۔ یعنی اللہ کا شریک بنا لیا اور بتوں کی عبادت کی طرف لَوٹ گیا۔ **(تاکہ)** اس ذریعے سے **(گمراہ کر دے)** لوگوں کو **(اُس کے راستہ سے)**، یعنی راہِ خدا سے جو اسلام ہے۔ اَے محبوب! **(کہہ دو، رہ لے اپنے کفر کے ساتھ کچھ دن)**، اور دُنیا کی عارضی زندگی میں دُنیا کی فائدہ کی چیزوں میں سے، جس چیز کے ساتھ چاہے مشغول ہو لے، بالآخر **(بے شک تُو جہنمیوں میں سے ہے)**۔ اور دُنیا کی لذتیں عذابِ دوزخ کے مقابلے میں نہایت حقیر اور ناچیز ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ۔۔۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ

کیاوہ جوعبادت گزار ہے رات کے اوقات میں، سجدہ کرتا اور کھڑے رہتا، ڈر رہا ہے آخرت کو، اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی رحمت کی،

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ

پوچھو کہ "کیا برابر ہیں جو علم رکھتے ہیں اور جو بے علم ہیں؟"

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۟ؑ

ع ۱۵ / ۹

نصیحت قبول کرتے ہیں بس عقل والے●

(**کیا**) ایسا کافر بہتر ہے یا (**وہ، جو عبادت گزار ہے؟ رات کے اوقات میں سجدہ کرتا**) خدا کا، (**اور کھڑے رہتا**) نماز میں، (**ڈر رہا ہے آخرت کو**) یعنی اُس کے عذاب کو، (**اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی رحمت کی**)۔ یعنی باوصف اِس کے کہ طاعت بہت کرتا ہے اور طریقہ مجاہدہ لازم پکڑے ہوئے ہے، پھر بھی متردد ہے خوف ورجاء کے درمیان۔

یعنی کبھی تو کعبہء خوف کے گرد طواف کرتا ہے، کبھی میدانِ امید میں سیر۔ اور 'مرغِ ایمان' اقبال کے اِن دو بازوؤں یعنی خوف وامید کے سوا 'ہوائے کمال' میں اُڑ نہیں سکتا۔

یہاں سے حق کا بیان ہے اور علم وعمل کی شرافت کا اظہار ہے۔

اَے حبیب! (**پوچھو، کہ کیا برابر ہیں جو علم رکھتے ہیں**) یعنی جو اعمال کے حقائق کے عالم ہیں، اور اپنے علم کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں۔ **قَانِت** مذکور کی طرح، (**اور جو بے علم ہیں؟**) یعنی وہ مذکورہ حقائق سے کچھ نہیں جانتے، بلکہ اپنے جہل کے موافق عمل کر کے گمراہ ہوجاتے ہیں، جیسے کافر۔

استفہام میں تنبیہ ہے، کہ علم والے بہت مراتبِ خیر میں ہیں اور بے علم جاہل شر کے انتہائی مدارج میں ہیں۔ ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جن میں علم کے حقائق موجود ہیں اور جن میں نہیں، ہر دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ غور کیجیے کہ خدا کی توحید جاننے والے 'اربابِ فضائل' خدا کی وحدت نہ جاننے والے 'اصحابِ رذائل' کی طرح کیسے ہوسکتے ہیں؟

اِن آیاتِ بیناتِ واضحہ سے (**نصیحت قبول کرتے ہیں بس عقل والے**)۔ جن کے عقول شوائب خلل ووہم سے خالص ہیں، اور کافر لوگ اُس سے کوسوں دُور ہیں۔ تو اَے محبوب! میری قدرت کی دلیلوں سے نصیحت قبول کرنے والے عقل والوں سے جو وہم کی آلودگی سے پاک ہیں۔۔۔

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ

تم کہو کہ "اَے میرے وہ بندو جوایمان لا چکے، ڈرتے رہواپنے رب کو۔" اُن کے لیے جنھوں نے بھلائی کی اُس دُنیا میں بھلائی ہے۔

وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾

اوراللہ کی زمین کشادہ ہے۔ بھرپور دیے جاتے ہیں صبر کرنے والے ہی اپنا اَجر، بے حساب●

(تم کہو، کہ اَے میرے وہ بندو جوایمان لا چکے! ڈرتے رہواپنے رب کو)، اور پرہیز کرتے رہو، اورتقویٰ کی علامت، طاعت کرنا اور گناہ سے بچنا ہے۔ اور جان لوکہ **(اُن کے لیے جنھوں نے بھلائی کی اُس دُنیا میں بھلائی ہے)** آخرت میں۔ یہاں کی بھلائی ایمان کے ساتھ نیکیاں کرنا ہے اور آخرت کی بھلائی ثواب بہشت ہے۔

۔۔یا۔۔ جن لوگوں نے طاعتوں کے التزام کے ساتھ نیکیاں کیں، دُنیا میں اُن کے واسطے نیک بدلا ہے، اور وہ صحت اور عافیت ہے۔

۔۔یا۔۔ جن لوگوں نے اخلاقِ الٰہی اپنے میں پیدا کیے، تو دُنیا میں دِل کی روشنی، چہرہ کی تازگی، اورتعریف وتوصیف، اُن کے لیے ہے۔

۔۔یا۔۔ جن لوگوں نے مشاہدہ کے طریقے پر عبادت کی، دُنیا میں ان کے واسطے بھلائی، انوارِ تجلیاتِ جمال دیکھنا ہے۔

بعضے عالموں کے قول پر یہ آیت حبشہ کے مہاجروں کی شان میں ہے، جیسے حضرت جعفر بن ابی طالب اوراُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم۔ تو نیکی کرنے کی تفسیر ہجرت کرنے سے بھی کی جاسکتی ہے۔۔۔

یعنی جن لوگوں نے ہجرت کی انھیں دُنیا میں دشمنوں سے راحت اور بَلاء سے نجات ہے۔ **(اور اللہ)** تعالیٰ **(کی زمین)** ہجرت کرنے کے لیے **(کشادہ ہے)**۔ ہجرت کرنے والے کچھ خسارے میں نہیں رہتے، بلکہ **(بھرپور دیئے جاتے ہیں صبر کرنے والے ہی اپنا اجر بے حساب)**۔ وہ صابرین جو وطنوں کی مفارقت پر۔یا۔ مسافرت اور غربت کی سختی اور کربت پر۔یا۔ عبادت کی مشقت پر۔یا۔ دشمنوں کی ایذاء سے پرہیزگاری کرتے ہیں، اُن سب کو بے شمار اجر عطا فرمایا جاتا ہے، اِس قدر کہ شمار میں نہ آئے۔

اُن کا عالم یہ ہوگا، کہ قیامت کے دن اُن بَلا کھینچنے والے صابرین کو 'عرصات' میں نہ تو حاضر کریں گے اور نہ ہی ان کے لیے ترازو کھڑی کریں گے، نہ اعمال نامہ رکھیں گے،

بلکہ اُن کے اوپر بے حساب اجر کی بارش کردی جائے گی۔ اور اُن کو وہ درجہ حاصل ہوگا کہ دُنیا میں جو خیر و عافیت سے رہے اور کبھی کسی دکھ اور ظلم میں نہیں پھنسے، وہ تمنا کریں گے کہ کاش کہ ہمارے بدن قینچیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کردیے گئے ہوتے، کہ آج بلاء والوں کے ساتھ ہم کو بھی یہ مرتبہ حاصل ہوتا۔

کفارِ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، کہ آپ ہمارے پاس جو پیغام لے کر آئے ہیں، اِس پر آپ کو کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ کیا آپ نے اپنے آباء و اجداد کی ملت کو نہیں دیکھا؟ آپ اُس پر کیوں نہیں عمل کرتے؟ اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِس آیت میں ایک تو رسول اللہ ﷺ کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے اور دوسرا یہ فرمایا گیا ہے، کہ اللہ کی عبادت شرک جلی اور شرکِ خفی سے خالص ہونی چاہیے۔ چونکہ عبادت ظاہری اعضاء اور ارکان سے ہوتی ہے اور اخلاص کا تعلق دِل سے ہے، اِسی لیے اخلاص کے ذکر سے پہلے عبادت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ

کہہ دو کہ "بلاشبہ حکم دیا گیا ہے مجھے کہ پوجتا رہوں اللہ کو مخلصانہ عقیدے کے ساتھ ● اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہوں

اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾

سب سے پہلا مسلمان"●

(کہہ دو کہ بلاشبہ حکم دیا گیا ہے مجھے کہ پوجتا رہوں اللہ) تعالیٰ (کو مخلصانہ عقیدہ کے ساتھ ● اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہوں سب سے پہلا مسلمان)۔ یعنی اِس امت میں مجھے سب سے پہلے اسلام لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا ہے اُس پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے۔ کیونکہ رسول کو سب سے پہلے احکام کی معرفت ہوتی ہے، اس لیے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اُس پر واجب ہوگی۔ اِن آیتوں میں اخلاص کے ساتھ اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اخلاص کے تعلق سے حضرت جنید کا ارشاد یہ ہے، کہ اخلاص یہ ہے کہ خلوت اور جلوت کے تمام کام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اور اس میں کوئی اور شریک نہ ہو۔

اِس آیت کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے، کہ میں مسلمانوں کا پہلا بن کر رہوں، کیونکہ دُنیا و آخرت میں اُن کا امام اور اُن کے آگے چلنے والا ہوں، تو میرے لیے مناسب یہی ہے کہ ہر خوبی اور ہر کمال میں مسلمانوں پر مقدم اور اُن کا اوّل رہوں۔

اور اَے محبوب! اِن کافروں سے دوسری بار۔۔۔

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾

کہہ دو کہ "بلاشبہ میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کرتا اپنے رب کی، بڑے دن کے عذاب کو"●

(کہہ دو) کہ اَے کافرو! جو تم مجھے اپنے مشرکانہ طریقوں پر عمل کی دعوت دے رہے ہو، اور بت پرستی اختیار کرنے کو کہہ رہے ہو، تو اِس کی امید مجھ سے نہ رکھو، اس لیے کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا، کیوں (کہ بلاشبہ میں ڈرتا ہوں) کہ (اگر نافرمانی کرتا اپنے رب کی) اور تمہاری خواہش کے مطابق تمہارا مشرکانہ طریقہ اختیار کر لیتا، (بڑے دن کے عذاب کو)، کہ بڑی ہیں اُس کی گردشیں اور بہت ہیں اُس کی ہولیں۔اَے محبوب!۔۔۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾

کہہ دو کہ "اللہ کو پوجتا رہتا ہوں اپنے مخلصانہ عقیدے سے●

(کہہ دو، کہ) میں (اللہ) تعالیٰ (کو پوجتا رہتا ہوں اپنے مخلصانہ عقیدہ سے) اِس حال میں کہ پاک کرنے والا ہوں اس کے واسطے اپنے دین کو شرک سے، اور خالص کرنے والا ہوں اپنے عمل کو ریاء سے۔رہ گیا تمہارا خود ساختہ معاملہ۔۔۔

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

تو تم لوگ پوج دیکھو جسے چاہو اُس کے خلاف۔" کہہ دو کہ "بے شک گھاٹے والے وہ ہیں جنہوں نے گھاٹے میں ڈالا اپنے کو،

وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ

اور اپنے والوں کو، قیامت کے دن۔" خبردار یہی کھلا ہوا گھاٹا ہے● اُنہیں کے لیے ہے کہ "اُن کے اوپر آگ گھیرے ہے

مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

اور اُن کے نیچے سے گھیرے ہے۔" یہ ہے جس سے ڈراتا ہے اللہ اپنے بندوں کو، "اَے میرے بندو! تو مجھے ڈرو"●

(تو تم لوگ پوج دیکھو جسے چاہو اُس کے خلاف)۔ تمہیں کسی طرح کی بھلائی ملنے والی نہیں، اور ہر خیر سے محرومی ہی تمہارا مقدر ہے۔

ایک قول پر یہ حکم تہدید اور اُن کے محروم رہنے کی تنبیہ کے لیے ہے، تو 'آیتِ سیف' سے یہ حکم منسوخ ہے۔ عرب کے مشرکین نے یہ حکم سن کر یہ جواب دیا، کہ اَے محمد ﷺ 'تم نے اپنا نقصان کیا، اپنے باپ دادا کے دین کی مخالفت میں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی، کہ اَے محبوب! جواباً۔۔۔

(کہہ دو، کہ بے شک گھاٹے والے وہ ہیں جنہوں نے گھاٹے میں ڈالا اپنے کو) یعنی خود گمراہ ہوگئے، (اور اپنے والوں کو) بھی گھاٹے میں ڈالا، یعنی انہیں بھی گمراہ کردیا۔ (قیامت کے دن) یعنی قیامت میں، وہ بہشت کی بجائے دوزخ میں داخل ہوں گے جبکہ انہیں دائمی عذاب کے لیے پیش کیا جائے گا، اور جہنم میں ڈالا جائے گا، اور ایسے ہی تباہی و بربادی کا نشانہ بنایا جائے گا، کہ اُس جیسی کوئی تباہی و ہلاکت اور نہ ہوگی۔ (خبردار یہی) تباہی اور ہلاکت (کھلا ہوا گھاٹا ہے ● انہیں کے لیے ہے، کہ اُن کے اوپر آگ گھیرے ہے اور اُن کے نیچے سے گھیرے ہے)۔

اوپر والے کا تو سائبان کی طرح ہونا ظاہر، مگر نیچے والے کو سائبان اِس لیے کہا گیا، کہ اگرچہ وہ اپنے اوپر رہنے والے کے لیے فرش کی طرح ہے، لیکن اُس کے نیچے رہنے والے کے لیے گویا کہ سائبان ہے۔ چونکہ جہنم کے بہت سارے درکات ہیں، ہر اوپر والا درکہ اپنے نیچے والے درکہ کے لیے گویا سائبان ہے۔ مقصودِ کلام یہ ہے کہ جہنمی نیچے اوپر ہر طرف سے آگ کی چادروں میں گھرا ہوگا۔ چونکہ منافقین 'درکِ اسفل' میں رہنے والے ہیں جس کے نیچے کوئی درکہ نہ ہوگا، تو اُن کے نیچے کا فرش اُن کے لیے آگ کا فرش تو رہے گا، مگر کسی اور کے لیے وہ سائبان کی طرح نہ ہوگا۔

(یہ) وہی عذاب (ہے جس سے ڈراتا ہے اللہ) تعالیٰ (اپنے بندوں کو) تاکہ پرہیز کریں ایسی چیز سے جو انہیں اُس عذاب میں مبتلا کرے، جیسے شرک اور معصیت۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنے اِس ارشاد کے ذریعہ ڈراتا ہے، کہ (اَے میرے بندو! تو مجھے ڈرو) اور جو چیز میرے غضب کی موجب ہو اس سے اپنے کو بچاتے رہو۔ اپنے قول وفعل سے کوئی ایسی بات نہ کرو، جو میرے غضب کا باعث ہو۔

روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک گروہ نے خالق کی وحدانیت کا اقرار کیا، جیسے

حضرت سلمان فارسی اور ابوذر غفاری اور زید بن عمر بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تو حق تعالیٰ اُن کی شان میں فرماتا ہے۔۔۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ

اور جو بچے رہے بتوں سے کہ اُسے پوجتے، اور رجوع کیا اللہ کی طرف، اُنہیں کے لیے خوشخبری ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ

تو خوشخبری دو میرے بندوں کو● جو سنتے رہیں بات، پھر پیروی کریں اُس کی بہتر تعلیم کی،

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۱۸

یہی ہیں جنہیں راہ دی اللہ نے، اور وہی عقل والے ہیں●

(اور جو بچے رہے بتوں سے کہ اُسے پوجتے) یعنی شیطان۔۔یا۔۔اصنام۔۔یا۔۔کاہنوں سے۔۔یا۔۔ہر چیز سے جس کو خدا کے سوا پوجتے ہیں، اُن سب سے کنارے ہو گئے، **(اور رجوع کیا اللہ)** تعالیٰ **(کی طرف)** اس کے حکم کی طرف بالکل، اور اپنے دِل کو حق کی طرف متوجہ کیا، **(انہیں کے لیے خوشخبری ہے)** دُنیا میں مرتے وقت، فرشتوں کی زبانی سلامتی کا مژدہ اور عقبیٰ میں گناہوں کی مغفرت اور ہمیشہ کے واسطے جنت کی بشارت۔

اسبابِ نزول میں لکھا ہے جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کی خدمت میں سرفراز ہوئے تو چھ آدمی جو بعد کو عشرہ مبشرہ میں سے ہوئے، یعنی حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعید بن زید، حضرت سعد بن ابی وقاص، اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُن سے ملاقات کی، تو حقیقتِ ایمان کی خبر پوچھی اور جو باتیں حضرت صدیق نے فرمائیں، اُن سے ان لوگوں نے سچائی کی خوشبو محسوس کی اور سب مسلمان ہو گئے۔ اُن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

(تو خوشخبری دو میرے بندوں کو● جو سنتے رہیں بات، پھر پیروی کریں اُس کی بہتر تعلیم کی، یہی ہیں جنہیں راہ دی اللہ) تعالیٰ **(نے)** منزلِ مقصود کی، **(اور وہی عقل والے ہیں)** جن کی عقلیں صاف ہیں وہموں کے شائبوں سے اور خالی ہیں عوام کی عادتوں سے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں بعضوں نے کہا ہے کہ بات سننا اور بہتر بات کی پیروی کرنا عام ہے، اور **قَوْل** سے قرآن کریم مراد ہے۔ اور اُس میں **اَحْسَنَ** محکم ہے منسوخ کے سوا۔ اور

عزیمت ہے رخصت کے سوا۔

'احقاف' میں ہے کہ قرآن شریف میں دشمنوں کی خرابیاں اور مذمتیں ہیں اور دوستوں کی خوبیاں اور صفتیں ہیں، تو یہ لوگ 'احسن' کی اتباع کرتے ہیں۔

'لباب' میں ہے کہ ملتوں والوں کے قول مراد ہیں، اور سب ملتوں میں دین اسلام **اَحْسَنَ** ہے۔

اور بہت مشہور بات یہ ہے کہ **قَوْلَ** سے وہ باتیں مراد ہیں جو مجلسوں اور محفلوں میں ہوتی ہیں، اور اہل دِل لوگ اُن باتوں میں سے بہتر بات کی متابعت کرتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ:

خُذْمَا صَفَا وَدَعْ مَاکَدِرُ

جو بات دِل کے لیے صاف وشفاف ہواُسے قبول کرو،

اور جو دِل کو مکدر کرے اُس کو چھوڑ دو۔

'بحرالحقائق' میں ہے، کہ **قَوْلَ** عام ہے خدا کا کلام ہو۔۔یا۔۔فرشتوں کی بات۔۔یا۔۔آدمی کا قول۔۔یا۔۔شیطان کی بات یا نفس کی۔تو آدمی تو حق اور باطل نیک اور بدسب کچھ کہتا ہے، اور شیطان گناہ ہی کی بات کرتا ہے، اور نفس آرزوؤں ہی کی رغبت دلاتا ہے، اور فرشتہ طاعت اور عبادت کی طرف بُلاتا ہے، اور حق تعالیٰ اپنی طرف پکارتا ہے، تو خالص بندے وہ ہیں جو **اَحْسَنَ** اقوال کو، کہ وہ حضرت رب الارباب کا خطاب ہے، اور یہ خطاب جنابِ رسول خدا ﷺ کی زبانی سنا اُسی کی پیروی کرتے ہیں، تو وہی فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝۱۹

تو کیا جس پر درست ہو چکی عذاب کی بات، تو "کیا تم رہائی چاہو گے اُس کی جو جہنمی ہی ہے؟"●

(**تو کیا جس پر درست ہو چکی عذاب کی بات**)، یعنی اُن کے جہنمی ہونے کی بات، (**تو کیا تم رہائی چاہو گے اُس کی جو جہنمی ہی ہے**)۔۔المختصر۔۔ابولہب اور عتبہ جیسوں کی جہنم سے رہائی تمہارے ہاتھ میں نہیں، اور نہ تم اُن جیسوں کی رہائی چاہ سکتے ہو۔اب جب وہ مؤمن ہو ہی نہیں سکتے، تو پھر اُن کی نجات کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟ انہیں ہر حال میں دوزخ ہی میں رہنا ہے اور اس کا عذاب سہنا ہے۔

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ

لیکن جو ڈرے اپنے رب کو، اُن کے لیے بالاخانے پر بالاخانے بنے ہوئے ہیں۔

تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۬ؕ وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۲۰﴾

بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں۔۔اللہ کا وعدہ ہے، نہیں خلاف کرتا اللہ وعدے کے●

(لیکن) اِن کے برعکس ہے اُن کا حال (جو ڈرے اپنے رب کو) یعنی رب کے عذاب سے ڈرے اور ایمان اور اطاعت سے متصف اور آراستہ ہوئے، (اُن کے لیے بالا خانے پر بالا خانے بنے ہوئے ہیں) اور اُن کے یہ مستحکم مکانات ایسی زمین پر بنے ہوئے ہیں، کہ (بہتی ہیں اُن کے نیچے) جنت کی (نہریں)۔ یہ (اللہ) تعالیٰ (کا وعدہ ہے) جو پورا ہو کر رہے گا۔ کیونکہ (نہیں خلاف کرتا اللہ) تعالیٰ اپنے (وعدہ کے)۔

اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں سے مغفرت کا وعدہ کیا ہے اور اطاعت کرنے والوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اور جو اُس کے دیدار کے مشتاق ہیں اور محبّ صادق ہیں اُن سے اپنے قرب، اپنی رضا، اور اپنے دیدار کا وعدہ کیا ہے۔ یہ سارے وعدے انشاء اللہ تعالیٰ پورے ہو کر رہیں گے۔ اِس مقام پر یہ خیال رہے 'وعد' اور 'وعید' میں فرق ہے۔

انعام واکرام کی خبر دینے کو وعدہ کہا جاتا ہے، اور سزا کی خبر دینے کو وعید کہا جاتا ہے۔ وعدہ کے خلاف کرنا بخل ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔ اور وعید کے خلاف کرنا کرم ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے۔ تو جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے سزا کی خبر دی ہے، اگر وہ اُس کے خلاف کرے اور سزا نہ دے، تو یہ اُس کا کرم ہے اور یہ جائز ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جن آیات میں گنہگاروں کے عذاب کی خبر دی وہ حتمی نہیں ہے، بلکہ اُس شرط کے ساتھ مشروط ہے، کہ اگر میں چاہوں۔ اور ظاہر ہے کہ اِس طرح کی مشروط خبر کے خلاف کرنا کذب نہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے، بلکہ یہ کرم ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔

--ہاں-- یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے جو سزا کی خبر دی ہے، وہ حتمی اور لازمی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فیصلہ فرما دیا، کہ کفر وشرک کو تو وہ معاف ہی نہیں کرے گا اُس کے سوا جن گناہ کو چاہے بخش دے۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت وقدرت اور فضل وکرم کے جلوئے محسوس حقائق کی روشنی میں ظاہر فرما رہا ہے، کہ اَے محبوب!۔۔۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَکَہٗ یَنَابِیۡعَ فِی الۡاَرۡضِ ثُمَّ یُخۡرِجُ بِہٖ

کیا نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی، پھر جاری کیا اُس سے چشمے زمین میں، پھر نکالتا ہے اُسی سے

زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَجۡعَلُهٗ حُطَامًا ؕ

کھیتی رنگارنگ کی، پھر وہ سوکھ جاتی ہے تو دیکھتے ہو اُس کو زرد، پھر کردیتا ہے اُس کو چورا چورا۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۱﴾

بے شک اِس میں سبق ہے عقل والوں کے لیے●

(کیا نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (نے اُتارا آسمان کی طرف سے پانی، پھر جاری کیا اُس سے چشمے زمین میں، پھر نکالتا ہے اُسی سے کھیتی رنگارنگ کی) جیسے سبز، زرد، سرخ اور اُن رنگوں کے سوا۔۔یا۔۔جدا جدا جنسیں جو، گیہوں، تل اور اُن کے مثل۔ (پھر وہ سوکھ جاتی ہے) ہری ہونے کے بعد، (تو دیکھتے ہو اُس کو زرد) تازگی اور سبزی کے بعد۔ (پھر کردیتا ہے) اللہ تعالیٰ (اُس کو چورا چورا) ریزہ ریزہ اور ملا اور روندا ہوا۔ (بے شک اس) پانی برسانے اور سبزہ اگانے (میں، سبق ہے عقل والوں کے لیے)۔۔یا۔۔اُس میں نصیحت ہے عقلمندوں کے لیے، کہ مالِ دُنیا کو اُس تروتازہ کھیت سے تشبیہ دیتے ہیں اور اُس پر اعتماد نہیں کرتے، اس واسطے کہ تھوڑے ہی زمانے میں وہ تروتازگی جاتی رہتی ہے اور زردی اور خشکی آجاتی ہے، اور حوادث کے سبب سے پامال ہوکر اور کٹ کر تلف ہوجاتی ہے۔ دُنیا کی بے ثباتی اور یہ سمجھنا کہ دُنیا دھوکے کا گھر ہے، یہ اُسی وقت ممکن ہے جب دِل میں نور داخل ہوجاتا ہے، اور شرح صدر ہوجاتا ہے۔۔۔

اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَةِ

تو کیا شک کہ "وہ شخص کہ کھول دیا اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لیے، تو وہ روشنی پر ہے اپنے رب کی طرف سے،" تو ہلاکی ہے اُن کے لیے

قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۲﴾

کہ "سخت ہیں جن کے دل اللہ کی یاد سے، وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں"●

(تو کیا شک، کہ وہ شخص، کہ کھول دیا اللہ) تعالیٰ (نے جس کا سینہ اسلام کے لیے) یعنی قبولِ اسلام اور اطاعتِ حکمِ مَلِکِ علام اور متابعتِ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے، (تو وہ روشنی پر ہے اپنے رب کی طرف سے) یعنی اپنے رب کی طرف سے یقین وبصیرت پر ہے۔ تو وہ اُس کے مثل نہیں ہوسکتا جس کا سینہ حق بات اور اسلام قبول کرنے سے تنگ ہے۔

روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

شان میں ہے، کہ حق تعالیٰ نے اُن کے دِل نورِ معرفت سے منور فرما دیے، پھر ابولہب اور اُس کے بے ادب بیٹے جیسوں کے تعلق سے فرمایا۔۔۔

(تو ہلاکی ہے اُن کے لیے کہ سخت ہیں جن کے دِل اللہ) تعالیٰ (کی یاد سے)۔ یعنی ان کے دل یادِ الٰہی سے اِنکار کرنے والے ہیں۔۔یا۔۔اُس سے خالی ہیں۔ **(وہ)** گروہِ غافل اور سنگدل **(لوگ کھلی گمراہی میں ہیں)**۔ جو کوئی ذرا بھی فہم رکھتا ہے، اُس پر اُس کی گمراہی ظاہر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے، کہ سینہ کشادہ اور دِل کھلا رہنے کی نشانی پھرنا ہے 'دار الخلود' کی طرف، یعنی آخرت کی طرف متوجہ ہونا۔ اور پہلو تہی کرنا ہے 'دار الغرور' سے یعنی دُنیا سے پرہیز کرنا ہے۔ ایک بار صحابہ کرام نے حضرت سید انام علیہ السلام سے عرض کی، کہ کیا ہی اچھا ہوا گر آپ ہمارے واسطے کچھ کلماتِ طیبات ارشاد فرمائیں، اور اپنے لب شکر بار سے بات کہہ کر سننے والوں کی طوطیانِ ارواح کو شیریں کام کر دیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ

اللہ نے اُتاری سب سے بہتر بات کی کتاب، باہم برابر ملتی جلتی، دوہرے بیان کی۔ رونگٹے کی طرح تھرا اُٹھیں جس سے بدن،

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ

اُن کے جو ڈریں اپنے رب کو، پھر نرم ہو جائیں اُن کے اعضاء و دِل اللہ کی یاد کی طرف۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے،

يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

ہدایت دے اُس کی جسے چاہے اور جسے بے راہ رکھے اللہ، تو نہیں ہے اُسے کوئی راہ دینے والا ●

(اللہ) تعالیٰ (نے اُتاری سب سے بہتر بات کی کتاب باہم برابر ملتی جلتی)، یعنی اس کی بعض آیتیں بعض کے مشابہ ہیں اعجاز میں۔۔یا۔۔لفظ کی بلاغت اور معنی کی صحت میں۔۔یا۔۔اس میں بعض تصدیق کرنے والی ہے بعض کی، اور اِس میں کچھ تناقض اور اختلاف نہیں **(دوہرے بیان کی)**، یعنی اِس میں دُو دُو خبریں جوڑ کی طرح مذکور ہیں، جیسے امر و نہی، وعد و وعید، ذکر و فکر، رحمت و عذاب، بہشت و دوزخ، اور مؤمن و کافر، وغیرہ **(رونگٹے کی طرح تھرا اٹھیں جس)** کی وعیدوں **(سے بدن اُن کے جو ڈریں اپنے رب کو، پھر نرم ہو جائیں اُن کے اعضاء و دِل اللہ) تعالیٰ (کی یاد کی طرف)**۔ یعنی خداوند کریم کی رحمت اور مغفرت یاد کرنے کی طرف۔

امام قشیری نے فرمایا کہ تھراتے ہیں ہیبتِ الٰہی سے، اور تسکین پاتے ہیں انسِ بادشاہی سے۔بعضوں نے کہا، کہ تھرانا اور آرام پانا قبض وبسط کے آثار سے حاصل ہوتا ہے۔۔یا۔۔ پوشیدگی اور تجلی کے سبب سے۔

(**یہ**) **قرآن** (**اللہ**) **تعالیٰ** (**کی ہدایت ہے، ہدایت دے اُس کی جسے چاہے**) یعنی راہ دکھانا اور ارشاد فرمانا خلق کو ہے خدائے خالق کی طرف سے۔(**اور جسے بے راہ رکھے**) اور اُس کی گمراہی پر چھوڑ دے (**اللہ**) **تعالیٰ**، (**تو نہیں ہے اُسے کوئی راہ دینے والا**) جو اُس کی حیرانی اور سرگردانی سے اُسے نجات دے۔

اَفَمَنۡ یَّتَّقِیۡ بِوَجۡہِہٖ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَ قِیۡلَ لِلظّٰلِمِیۡنَ ذُوۡقُوۡا

تو کیا راہ ہوئی اُس کی، جو بچت کی ڈھال بنائے اپنے چہرے کو بُرے عذاب سے قیامت کے دن، اور کہہ دیا گیا ظالموں کو کہ

مَا کُنۡتُمۡ تَکۡسِبُوۡنَ ﴿۲۴﴾

"چکھتے رہو جو کماتے تھے"●

(**تو کیا راہ ہوئی**) عذاب سے نجات کی (اس) بے راہ (**کی، جو بچت کی ڈھال بنائے اپنے چہرے کو بُرے عذاب سے قیامت کے دن؟**)۔تو یہ ڈرنے والا کیا اُس کے مثل ہے جو عذاب سے نڈر ہوکر جنت میں راحت کی زندگی بسر کرنے والا ہے۔

'وسیط' میں کلبی سے منقول ہے، کہ اِس آیت میں ابوجہل کی طرف اشارہ ہے، کہ اُسے دوزخ میں لے جائیں گے ہاتھ گردن میں باندھ کر، اور وہ چاہتا ہوگا کہ آتشِ دوزخ کی طرف منہ نہ کرے اور اُس سے بچے۔

(**اور کہہ دیا گیا ظالموں کو، کہ چکھتے رہو جو کماتے تھے**) یعنی تم جو اپنے پیغمبر کی تکذیب کرتے تھے، اُس کا مزا چکھو۔

کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَاَتٰىہُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۵﴾

جھٹلایا اُنہوں نے جو اِن سے پہلے ہوئے، تو آیا اُن پر عذاب جہاں سے وہ بے خبر تھے●

(**جھٹلایا اُنہوں نے**) یعنی اُن بدنصیبوں نے اپنے پیغمبروں کو (**جو اِن سے پہلے ہوئے**)، یعنی کفارِ مکہ سے قبل ہوئے، (**تو آیا اُن پر عذابِ**) الٰہی (**جہاں سے وہ بے خبر تھے**)۔یعنی جہاں سے

عذاب آنے کی وہ توقع نہیں رکھتے تھے۔ وہ امن کے ساتھ نہایت آرام اور چین کے ساتھ وقت بسر کر رہے تھے، کہ اچانک اُن کی امن کی جگہوں میں عذاب آ پہنچا۔ اُن کو اُس کا وہم وگمان نہ تھا، اور نہ ہی اُن کے دِل میں کبھی تصور آ سکتا تھا، کہ ایسے عذاب میں وہ مبتلا ہوں گے، کیونکہ وہ امن میں تھے اور عذاب سے بالکل غافل تھے۔

وقف لازم

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ

تو چکھادیا اُنہیں اللہ نے رسوائی کو دُنیاوی زندگی میں۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے۔۔۔

لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

کاش یہ جانتے!●

(تو چکھادیا انہیں اللہ) تعالیٰ (نے رسوائی کو)۔ یعنی وہ اُسے ایسا محسوس کرتے تھے جیسے چکھنے والا شے کا ذائقہ محسوس کرتا ہے (دُنیاوی زندگی میں)۔ اور وہ رسوائی، مسخ وخسف، غرق وقتل، قید وجلا وطنی، جیسے عبرت ناک عذاب تھے۔ اور یہ تو ادنیٰ عذاب ہے، (اور) اِس کے مقابلے میں (یقیناً آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے)، اس لیے کہ وہ سخت اور دائمی ہے۔ (کاش یہ جانتے) اور اُس سے عبرت پکڑتے اور پھر کبھی اللہ ورسول کی نافرمانی نہ کرتے، اور خود کو عذاب سے چھڑا لیتے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ۚ

اور بے شک بیان فرمایا ہم نے لوگوں کے لیے اِس قرآن میں، ہر طرح سے، کہ یہ نصیحت قبول کریں●

قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾

قرآن عربی زبان، جس میں کچھ بھی کجی نہیں، کہ لوگ ڈریں●

(اور بے شک بیان فرمایا ہم نے لوگوں کے لیے) عموماً، اور اہلِ مکہ کے لیے خصوصاً، (اِس قرآن میں ہر طرح سے)، یعنی ہر طرح کی مثل جو امرِ دین میں کام آئے، تا (کہ) شاید اب (یہ نصیحت قبول کریں) اِس کے سبب سے، اور وہ کتاب جو ہم نے اتاری ہے وہ (قرآن) ہے، جو (عربی زبان) میں ہے، (جس میں کچھ بھی کجی نہیں)۔ نہ اُس میں عیب ہے نہ خلل ہے، اور نہ ہی تناقض، اور غیر مخلوق ہے، اور۔۔۔ بہر تقدیر۔۔۔ اُتارا گیا ہے اُسے اِس لیے (کہ لوگ ڈریں) یعنی اُس

کے معنی میں غور و تامل کرنے کے سبب سے پرہیز کریں کفر اور تکذیب سے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ

ضرب المثل فرمایا اللہ نے کہ "ایک غلام ہے جس میں کئی ساجھے والے ہیں، سب بدطینت، اور ایک غلام صرف ایک شخص کا،

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

کیا دونوں کی مثال برابر ہے؟ الحمد للہ۔" بلکہ اُن کے بہتیرے تو نادان ہیں●

(ضرب المثل فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے، کہ ایک غلام ہے جس میں کئی ساجھے والے ہیں) یعنی اُس کے کئی مالک ہیں، (سب بدطینت) بدخو اور ناموافق ہیں، اور ہر ایک اُس مَرد کو کام کا حکم دے، اور وہ کسی کا کام پورا نہ کرسکے، اور کوئی شریک اُس سے راضی نہ ہو۔ (اور) اِس کے برعکس (ایک) مرد جو (غلام) ہے (صرف ایک شخص کا)، یعنی ایک غلام اُس کا ایک ہی آقا ہو، اور کوئی اُس میں جھگڑا نہ کرے، تو البتہ یہ غلام بالکل اپنے آقا کے کام میں متوجہ ہوکر اُس کی خوشنودی حاصل کرسکتا ہے۔

(کیا دونوں کی مثال برابر ہے)؟ ہرگز نہیں! دونوں غلام برابر نہیں ہوسکتے، اس واسطے کہ ایک تو اپنے آقاؤں کے جھگڑے کے سبب سے عاجز ہوتا ہے، اور سب آقا اُس سے ناراض رہتے ہیں، اور دوسرا شریکوں کی منازعت سے سالم اور محفوظ ہے، تو اُس کا آقا اُس سے خوش اور راضی رہتا ہے۔

'مشرک' تو پہلے غلام کے مثل ہے، کہ اُس نے اپنا دِل اپنے معبودوں میں سے ہر ایک کی عبادت کر کے پراگندہ کیا۔ اور 'موحد' دوسرے غلام کے مثل ہے، کہ خدا کے سوا نہ کسی کی عبادت کرتا ہے اور نہ کسی کو خدا سمجھ کر دوست رکھتا ہے، اور نہ ہی بارگاہِ خداوندی کو چھوڑ کر اُس کی کوئی امید گاہ ہے۔ (الحمد للہ) سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جو خدائی میں اپنا شریک نہیں رکھتا۔ (بلکہ اُن کے بہتیرے تو نادان ہیں)، جو نہیں جانتے ہیں کہ وہ مالکِ مطلق ہے۔

کفارِ مکہ کہتے تھے، کہ ہم امید رکھتے ہیں، کہ محمد 'صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' وفات پا جائیں اور پھر ہم اِن سے نجات پائیں، تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اُے محبوب!۔۔۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

بے شک تمہاری موت آنی ہے اور بلاشبہ وہ لوگ بھی مرجانے والے ہیں●

(بے شک تمہاری موت آنی ہے اور بلا شبہ وہ لوگ بھی مرجانے والے ہیں)۔تو اپنی موت سے بے فکر اور بے خوف ہونا، اور دوسرے کی موت کا انتظار کرنا، عینِ جہالت اور کمالِ حماقت ہے۔ اگر انتظار کرنے والا ہی پہلے مرگیا، تو اُس کی موہومہ نجات کا کیا حشر ہوگا۔

ع ۳ ۱۰ ۱۷

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

پھر بلا شبہ تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے●

(پھر بلا شبہ تم لوگ) اَے مؤمنو! (قیامت کے دن اپنے رب کے پاس) کافروں سے (جھگڑو گے) امرِ دین میں، اور اُن پر غلبہ تمہیں کو ہوگا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جھگڑا عام ہے کہ بعضے لوگ بعضوں سے جھگڑیں گے دُنیا کے قصے قضیوں میں، اور ہر ایک اپنے حق کو پہنچے گا۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۱۵/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۹/مارچ ۲۰۱۲ء

بروز جمعہ مبارک، تیئیسویں ۲۳ پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی، اور

آج ہی بفضلہٖ تعالیٰ چوبیسویں ۲۴ پارہ کی تفسیر کا آغاز کردیا۔

مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت

مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِیْن یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ،

وَبِحَقِّ نٓ وصٓ وَبِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ

سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

۲۴

فَمَنْ اَظْلَمُ

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ

تو اُس سے زیادہ ظالم کون ہے، جو جھوٹ لگائے اللہ پر، اور جھٹلا دیا سچائی کو، جب آ گئی اُس کے پاس۔

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ کافروں کا؟●

آگے کی آیتوں میں اللہ عزوجل اُن مشرکین سے خطاب فرما رہا ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا اور اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کر لیا، اور اُنہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انہوں نے اللہ کے لیے اولاد ثابت کی، اور جب اللہ تعالیٰ کے رسل کرام صلوات اللہ علیہم اُن کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئے، تو انہوں نے اُس پیغام کو جھٹلایا۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

(تو اُس سے زیادہ) بڑا (ظالم کون ہے جو جھوٹ لگائے اللہ) تعالیٰ (پر)، اور اُس کے لیے زن، فرزند، اور شریک منسوب اور ثابت کرے (اور) جھوٹ جانے سچ بات کو۔۔ چنانچہ۔۔ (جھٹلا دیا) سراپا (سچائی) یعنی قرآنِ کریم (کو، جب آ گئی) وہ سچائی قرآنِ کریم کی شکل میں (اُس کے پاس)۔

بعضوں نے کہا ہے کہ 'صدق' سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں کہ وہ جب اُن کافروں کے پاس تشریف لاتے ہیں، تو وہ کافر تکذیب کرتے ہیں اور جھوٹا بناتے ہیں۔

(کیا) مذکورہ کاذبین اور مکذبین اِس خام خیالی میں ہیں کہ (نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ کافروں کا؟)۔

اب معنی یہ ہوا کہ۔۔۔

جہنم کاذبین اور مذکورہ مکذبین اور دیگر کفار کی منزل اور اُن کا مقام ہے۔ یہ اُن کے کفر و تکذیب کی جزا ہے۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور جو لایا سچائی کو، اور تصدیق کی اُس کی، وہی پرہیز گار ہیں●

(اور جو لایا سچائی کو، اور) جس نے (تصدیق کی اُس کی، وہی پرہیز گار ہیں)۔

بعضے مفسرین کہتے ہیں کہ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے جبرائیل امین مراد ہیں کہ قرآن لائے اور صَدَّقَ بِهٖٓ سے آنحضرت ﷺ مقصود ہیں کہ آپ نے اُس کی تصدیق فرمائی، اور قبول کر لیا۔

بعضوں نے کہا کہ قرآن لانے والے رسولِ مقبول ہیں اور اُس کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے مَردوں میں حضرت صدیق اکبر اور بچوں میں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ اُس سے سارے مؤمنین مراد ہیں، کیونکہ سب اُس کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

لَهُم مَّا يَشَآءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۴﴾

اُنہیں کے لیے ہے جو چاہیں اپنے رب کے یہاں۔ یہ ثواب ہے احسان والوں کا●

لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم

تاکہ اتار دے اللہ اُن سے بڑی سے بڑی بُرائی جو اُنہوں نے کی، اور ثواب دے اُنہیں

بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۵﴾

بڑی سے بڑی نیکی کا جو کر چکے تھے●

(اُنہیں) پرہیزگاروں (کے لیے ہے) کہ وہ (جو چاہیں) نعمت اور کرامت (اپنے رب کے یہاں۔ یہ ثواب ہے احسان والوں کا) یعنی یہ جزا ہے اہلِ تصدیق کی۔ حق تعالیٰ اُن کو جزا دیتا ہے (تاکہ اُتار دے اللہ) تعالیٰ (اُن سے بڑی سے بڑی بُرائی جو انہوں نے کی)۔

یہاں بڑی بُرائی کا ذکر مبالغہ کے واسطے ہے، یعنی جب بہت زیادہ بُرے کام کو مٹائے اور چھپائے گا، تو جو کم بُرے کام ہیں انہیں بطریق اولیٰ محو اور مخفی فرمائے گا۔

(اور ثواب دے انہیں بڑی سی بڑی نیکی کا جو کر چکے تھے)۔ اور وہ بہت اچھا کام ایمان ہے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ اُن کے احسن اعمال کی جزا زیادہ عطا کریں گے، اور باقی اعمال کا اجر بدستور دیں گے۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۖ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِن دُونِهِ ۚ

کیا نہیں ہے اللہ کافی اپنے بندے کو؟ اور ڈراتے ہیں تم کو اُن سے، جو اللہ کے خلاف ہیں۔

وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾

اور جس کو بے راہ رکھے اللہ، تو نہیں ہے اس کا کوئی راہ دینے والا●

(کیا نہیں ہے اللہ) تعالیٰ (کافی اپنے بندہ) محمد ﷺ (کو؟)۔

اِس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل شانہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دشمنوں کے شر سے بچانے کے لیے کافی ہے۔ اور وہ اپنے حبیب کی نصرت کر کے مشرکوں پر غالب کرے گا اور دین محمدی کو سب دینوں پر غلبہ دے گا۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کفار کے باطل معبودوں کا عیب بیان کرتے تو کافر کہتے، اَے محمد ﷺ ایسا نہ کہو، ورنہ ہمارے خدا تم کو رنج پہنچائیں گے اور تمہارا حال تباہ ہو جائے گا، تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

(اور) کافروں کے خیال کو باطل قرار دے دیا، کہ اَے محبوب! یہ کافر لوگ **(ڈراتے ہیں تم کو اُن سے جو اللہ)** تعالیٰ **(کے خلاف ہیں)** یعنی خدا کے سوا ان کے معبود ہیں، تو اُن پر واضح کر دو **(اور)** بتادو کہ **(جس کو بے راہ رکھے اللہ)** تعالیٰ کہ گمراہی کی وجہ سے وہ خوف دلائے اُن چیزوں کا جو کنکر پتھر ہیں، نہ ضرر پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ، **(تو نہیں ہے اُس کا کوئی راہ دینے والا)** جو اُن کی ہدایت کرے۔۔۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ ۝۳۷

اور جسے راہ دے اللہ، تو نہیں اُس کا کوئی گمراہ کرنے والا۔ کیا نہیں ہے اللہ عزت والا انتقام لینے والا؟●

(اور جسے راہ دے اللہ) تعالیٰ **(تو نہیں)** ہے **(اُس کا کوئی گمراہ کرنے والا)** کہ اُسے راہ سے بہکا دے، تو **(کیا نہیں ہے اللہ)** تعالیٰ **(عزت والا؟)** یعنی دشمنوں پر غالب اور کافروں سے **(انتقام لینے والا؟)** اَے محبوب! یہ کافر عجیب ناقص دماغ کے لوگ ہیں جو **خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ** اللہ تعالیٰ ہی کو کہتے ہیں، لیکن بے قدرت و بے اختیار بتوں کو اور لاچار پتھروں وغیرہ کو اپنا معبود بھی بنا لیا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ

اور اگر پوچھا تم نے اُن سے کہ "کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟" تو ضرور کہہ دیں گے کہ "اللہ۔" پوچھو کہ

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِىَ اللّٰهُ بِضُرٍّ

"ذرا بتاؤ، کہ جس کی دُہائی دیتے ہو اللہ کے خلاف، اگر اللہ نے چاہا مجھے نقصان پہنچانا،

هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِىْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ

تو کیا وہ اُس کی نقصان رسانی کو دور کر دیں گے؟ یا اللہ نے چاہا مجھ پر رحمت بھیجنا، تو کیا وہ اُس کی

رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸

رحمت کو روک دیں گے؟" کہو کہ "کافی ہے مجھے اللہ۔ اُسی پر بھروسہ رکھیں بھروسہ والے"●

(اور) اب (اگر پوچھا تم نے اُن سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟ تو ضرور کہہ دیں گے کہ اللہ) تعالیٰ۔ اِس واسطے کہ زمین اور آسمان کا پیدا کرنا اُس کے خالق اور ایک ہونے پر بہت کھلی ہوئی دلیل ہے۔ تو اَے محبوب! ان کافروں سے (پوچھو کہ ذرا بتاؤ کہ جس کی دُہائی دیتے ہو اللہ) تعالیٰ (کے خلاف، اگر اللہ) تعالیٰ (نے چاہا مجھے نقصان پہنچانا)، سختیوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر دینا، (تو کیا وہ) تمہارے معبود (اُس کی نقصان رسانی کو دُور کر دیں گے؟ یا) بصورتِ دیگر، اگر (اللہ) تعالیٰ (نے چاہا مجھ پر رحمت بھیجنا) اور راحت و منفعت پہنچانا، (تو کیا وہ اُس کی رحمت کو روک دیں گے؟)۔

'مقاتل' کہتے ہیں کہ رسولِ مقبول نے مشرکوں سے پوچھا تو وہ چپ ہو رہے، تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

کہ اَے محبوب! (کہو کہ) بھلائی پہنچانے اور بُرائی سے بچانے کو (کافی ہے مجھے اللہ) تعالیٰ، تو (اُسی پر بھروسہ رکھیں بھروسہ والے)، یعنی ہر باب اور ہر حال میں اپنا کام اُسی پر چھوڑیں۔

سابقہ ارشادات میں جب اللہ تعالیٰ نے قوی اور مستحکم دلائل کے ساتھ کفار کا رَد کر دیا اور وہ پھر بھی آپ کی رسالت اور آپ کے پیغام پر ایمان نہیں لائے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اَے محبوب!۔۔۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾

کہہ دو کہ "اَے میری قوم! تم لوگ کرگزرو اپنی جگہ، میں بھی اپنا عمل کر رہا ہوں۔ تو جلد ہی جان لوگے●

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٤٠﴾

کہ کون ہے کہ آتا ہے اُس پر عذاب، جو رسوا کر دے اُسے، اور اترے اُس پر ٹھہر جانے والا عذاب"●

(کہہ دو کہ اَے میری قوم! تم لوگ کرگزرو اپنی جگہ) جس کو تم مناسب گمان کرتے ہو، (میں بھی) اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کے ساتھ (اپنا عمل کر رہا ہوں۔ تو جلد ہی جان لوگے● کہ کون ہے کہ آتا ہے اُس پر عذاب جو رسوا کر دے اُسے، اور اُترے اُس پر ٹھہر جانے والا عذاب)۔

۔۔چنانچہ۔۔حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے دشمنوں کو جنگِ بدر کے دن رسوا کیا کہ اُن میں سے ایک گروہ مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوا اور ایک گروہ قید۔ یہ تو دُنیا میں حال ہوا اور اُن کے لیے آخرت میں **عَذَابٌ مُّقِيْمٌ** یعنی دائمی عذاب ہوگا، جو اُن کے ساتھ قائم رہے گا اور کبھی اُن سے جدا نہ ہوگا۔ اُس **عَذَابٌ مُّقِيْمٌ** سے بچنے کی صرف یہی شکل ہے کہ

حق تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جو کتاب نازل فرمائی ہے، اس پر دِل کی سچائی کے ساتھ ایمان لایا جائے اور اُس کے احکامات پر عمل کیا جائے ۔۔ چنانچہ ۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَے محبوب! ۔۔۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ

بے شک ہم نے اُتارا تم پر کتاب کو سب لوگوں کے لیے بالکل حق ۔ تو جس نے ہدایت پائی، تو اپنے ہی بھلے کو۔

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾

اور جو بے راہ ہوا، تو اپنے بُرے کو بے راہ ہوتا ہے ۔ اور نہیں تم اُن کے ذمہ دار ●

(بے شک ہم نے اتارا تم پر کتاب کو) یعنی قرآن کو (سب لوگوں کے لیے بالکل حق)، یعنی بیان حق کے ساتھ، اس واسطے کہ قرآنِ شریف میں لوگوں کی معاش و معاد کی مصلحتیں بیان ہیں ۔ (تو جس نے ہدایت پائی) قرآن کے سبب سے، یعنی اُس کے احکامات پر عمل کر کے، (تو اپنے ہی بھلے کو)، یعنی اُسی کے واسطے ہے اُس عمل کرنے کا فائدہ ۔ (اور جو بے راہ ہوا) یعنی قرآنِ کریم سے اپنا منہ پھیر لیا، (تو) سوا اس کے نہیں کہ ایسا بے راہ ہونے والا (اپنے بُرے کو بے راہ ہوتا ہے)، یعنی اُس کی گمراہی کا وبال اُسی پر ہے ۔ (اور) اَے محبوب! (نہیں) ہو (تم اُن کے ذمہ دار) کہ انہیں گمراہ نہ ہونے دو ۔۔ یا ۔۔ اُن کے وکیل نہیں ہو ہدایت اور ضلالت کے اختیار میں، بلکہ تمہارے ذمہ پر تو فقط حکم پہنچا دینا ہے اور بس ۔۔۔

اب یہ انسان کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ ہدایت کو قبول کرے اور مرنے سے پہلے راہِ مستقیم پر آجائے، کیونکہ ایک دن تو سب کچھ چھوڑ کر اِس دُنیا سے رخصت ہونا ہی ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ۔۔۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ

اللہ پوری کر دیتا ہے زندگیوں کو اُن کی موت کے وقت، اور جنہیں جاگتے موت نہ آئی، تو اُس کے سوتے میں ۔

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى

چنانچہ روک لیتا ہے جس کا فیصلہ فرما دیا موت کا، اور چھوڑ دیتا ہے باقی کو

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

مقرر میعاد تک۔ بے شک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو سوچیں●

(اللہ) تعالیٰ (پوری کر دیتا ہے زندگیوں کو اُن کی موت کے وقت) یعنی اللہ ہی روحوں کو اُن کی موت کے وقت قبض کرتا ہے۔ **(اور جنہیں جاگتے موت نہ آئی، تو اُس کے سوتے میں)**، یعنی نیند میں اُس کی روح قبض کرتا ہے۔ **(چنانچہ روک لیتا ہے)** اس کی روح کو **(جس کا فیصلہ فرما دیا موت کا، اور چھوڑ دیتا ہے باقی)** کی روحوں **(کو) ایک (مقرر میعاد تک)** کے لیے۔ **(بے شک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں)** کمالِ قدرت پر اور بعث وحشر کے واسطے **(اُن کے لیے جو سوچیں)** اور غور وفکر کریں موت طاری کرنے کے معاملے میں، جو کہ نیند کے مشابہ ہے اور زندہ کرنے کے باب میں کہ وہ جاگنے کے مثل ہے۔

توریت میں ہے کہ اَے بنی آدم! جس طرح تُو سوتا ہے اُسی طرح مرتا ہے، اور جس طرح تُو جاگتا ہے اُسی طرح مرنے کے بعد اُٹھایا جائے گا۔ اور کافر اس پر کچھ غور وتامل نہیں کرتے۔

اِس مقام پر یہ بھی جان لینا مفید ہے کہ ہر آدمی کے ۲ دُو نفس ہیں: ایک 'نفس حیات' دوسرا 'نفس تمیز'۔ 'نفس حیات' تو آدمی سے موت ہی کے وقت مفارقت کرتا ہے، اور اُس کے زائل ہونے سے 'نفس تمیز' بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اور 'نفس تمیز' سوتے وقت مفارقت کرتا ہے، اور اُس کے زائل ہونے سے 'نفس حیات' نہیں زائل ہوتا۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا

کیا بنالیا اُنہوں نے اللہ کے خلاف کو اپنے سفارشی۔ پوچھو کہ "کیا گو نہ اختیار رکھیں کسی چیز کا،

وَّلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور نہ عقل رکھیں؟"●

اَے محبوب! **(کیا بنالیا)** اپنی بے عقلی میں **(انہوں نے اللہ)** تعالیٰ کو چھوڑ کر اُس **(کے خلاف کو اپنے سفارشی)** کہ خدا سے اُن کی سفارش کریں گے۔ اَے محبوب! اُن سے **(پوچھو کہ کیا)** وہ اِس صورت میں بھی سفارش کریں گے **(گو)** اگر چہ **(نہ اختیار رکھیں کسی چیز کا)** شفاعت میں سے، یعنی شفاعت کرنے کے قدرت ہی نہ رکھیں؟ **(اور نہ)** ہی **(عقل رکھیں؟)** کہ اپنے پوجنے والوں کو جان لیں؟۔۔

الحاصل۔۔ اَے نادانو! جمادات سے شفاعت کی توقع نہ رکھو، اس لیے کہ حال یہ ہے کہ وہ قدرت اور علم دونوں سے بے بہرہ ہیں۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

کہہ دو کہ "اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ساری سفارش۔ اُسی کی ہے شاہی آسمانوں اور زمین کی۔

ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

پھر اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"●

اَے محبوب! (کہہ دو کہ اللہ) تعالیٰ (ہی کے ہاتھ میں ہے ساری سفارش)، یعنی حکمِ شفاعت اُسی کے پاس ہے اور بے اُس کے حکم کے کوئی شفاعت نہ کر سکے گا، اور وہ جس کے لیے شفاعت کرنے کے حکم دے گا، صِرف اُسی کے لیے سفارش کر سکے گا۔ اس لیے کہ (اُسی کی) یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی (ہے شاہی آسمانوں اور زمین کی۔ پھر اُسی کی طرف) قیامت کے دن (لوٹائے جاؤ گے)۔

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

اور جب ذکر کیا گیا ایک اللہ کا، تو سکڑ گئے دِل اُن کے، جو نہیں مانتے

بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

آخرت کو۔ اور جب یاد کی گئی اُن کی جو اللہ کے خلاف ہیں، اُس وقت وہ خوش ہوتے ہیں●

(اور جب ذکر کیا گیا) اُن نادانوں سے (ایک اللہ) تعالیٰ (کا، تو) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سنتے ہی (سکڑ گئے دِل اُن کے جو نہیں مانتے آخرت کو)، تو وہ ازراہِ نفرت اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ (اور) اِس کے برخلاف (جب یاد کی گئی اُن کی) اور ذکر کیا گیا اُن کا (جو اللہ) تعالیٰ (کے خلاف ہیں)۔۔ الختصر۔۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جائے، (اُس وقت وہ خوش ہوتے ہیں)۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ

تم کہو کہ "یا اللہ! بنانے والا آسمانوں اور زمین کا، جاننے والا غیب وشہادت کا، تُو

تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

فیصلہ فرمائے گا اپنے بندوں کے درمیان، جس میں وہ جھگڑا کرتے تھے"●

اَے محبوب! (تم کہو کہ یا اللہ) تُو (بنانے والا) ہے (آسمانوں اور زمین کا) اور (جاننے والا غیب وشہادت کا، تُو فیصلہ فرمائے گا) آخرت میں (اپنے بندوں کے درمیان، جس میں وہ جھگڑا کرتے

تھے) امرِ دین میں سے۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ

اور اگر واقعی ہو جائے اُن کا جنہوں نے اندھیر مچایا تھا جو کچھ ہے زمین میں سب، اور اتنا ہی اور اُس کے ساتھ،

لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

تو ضرور دے ڈالتے چھٹکارے کو بُرے عذاب سے، قیامت کے دن۔ اور ظاہر ہوا اُنہیں اللہ کی طرف سے،

مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾

جس کا گمان نہ کرتے تھے●

(اور اگر واقعی ہو جائے اُن کا جنہوں نے اندھیر مچایا تھا جو کچھ ہے زمین میں سب، اور اُتنا ہی اور اُس کے ساتھ)۔ اور یہ صورت بھی نکل آئے کہ یہ سب کچھ اپنے فدیہ میں دے کر یہ نجات حاصل کر سکتے ہیں، **(تو ضرور دے ڈالتے)** یہ سارے مال و اسباب **(چھٹکارے کو بُرے عذاب سے قیامت کے دن۔ اور)** اُس دن **(ظاہر ہوا انہیں اللہ)** تعالیٰ **(کی طرف سے جس کا گمان نہ کرتے تھے)**۔ یعنی اُن کو تو گمان یہ تھا کہ بتوں کی شفاعت کے وسیلہ سے قربت کا درجہ ملے گا۔ جب عذاب میں گرفتار ہوں گے، تو جو اُن کو گمان تھا اُس کے خلاف اُن کو پہنچے گا۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ظاہر ہو گئیں اُنہیں جو کما چکے تھے بُرائیاں، اور پھٹ پڑا اُن پر جس کا مذاق اُڑاتے تھے●

(اور) مزید برآں **(ظاہر ہو گئیں انہیں جو کما چکے تھے بُرائیاں)** یعنی اُن برائیوں کا عذاب پیش آیا۔ **(اور پھٹ پڑا اُن پر جس کا مذاق اُڑاتے تھے)** یعنی رسولِ مقبول جن اُمور سے انہیں خوف دلاتے تھے اور ڈراتے تھے اور وہ اُس پر ہنسی کرتے اور اُن کا مذاق اُڑاتے، اُن سب سے انہیں دوچار ہونا پڑا۔ اور وہ سب بے بسی اور بے چارگی کی تصویر بن کر اپنے اوپر جو گزر رہی تھی اُس کو دیکھتے رہے۔ اور فریاد کرنے لگے۔۔ چنانچہ۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ

تو جب پہنچا انسان کو نقصان، "تو دہائی دینے لگا میری،" پھر جب دی ہم نے اُسے کوئی نعمت اپنی طرف سے، تو بولا کہ

اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾

"مجھے بس دیا گیا ہے یہ علم کی بنا پر۔" بلکہ وہ نعمت ایک آزمائش ہے۔ لیکن اُن کے بہتیرے نادان ہیں●

(توجب پہنچا) عتبہ اور ابوحذیفہ۔۔یا۔۔اُس جیسے کسی بھی (انسان کو نقصان) یعنی سختی اور مفلسی، (تو دُہائی دینے لگا میری، پھر جب دی ہم نے اُسے کوئی نعمت) یعنی دولت وثروت (اپنی طرف سے) فضل کی راہ سے، اُس کے استحقاق کی وجہ سے نہیں، (تو) وہ کافر انسان (بولا کہ مجھے بس دیا گیا ہے یہ علم کی بنا پر)۔ یعنی مال کمانے اور حاصل کرنے کی راہیں میں نے جانیں، تو یہ مال مجھے میری دانائی اور ہوشیاری سے حاصل ہوا۔۔یا۔۔خود خدا ہی نے جانا کہ میں اِس نعمت کا مستحق ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا نہیں جو وہ کہتے ہیں، (بلکہ وہ نعمت ایک آزمائش ہے) تا کہ ظاہر ہو جائے کہ شکر گزار کون ہے؟ اور ناشکرا کون ہے؟ (لیکن اُن کے بہتیرے نادان ہیں) جو اِس حکمت کو سمجھ نہیں پا رہے ہیں اور یہ اُن کی کوئی نئی بات نہیں۔۔بلکہ۔۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾

بے شک یہ کہہ چکے ہیں، جو اِن سے پہلے ہوئے، تو نہیں کام آیا اُن کے جو کماتے تھے●

(بے شک یہ)، یعنی اِسی سے ملتی جلتی بات، (کہہ چکے ہیں) بعض وہ لوگ (جو اِن سے پہلے ہوئے)۔۔مثلاً: قارون نے کہا تھا کہ مجھے جو یہ دولت وثروت ملی ہے وہ میرے اُس علم کی بنیاد پر ہے جو میرے پاس ہے، یعنی یہ سب کچھ میرے علم وہنر کا نتیجہ وثمرہ ہے۔ اور اُس کی قوم کے لوگوں نے اُس کی یہ بات پسند کی تھی۔ (تو نہیں کام آیا اُن کے جو) وہ (کماتے تھے) یعنی اُن کے کمائے ہوئے دُنیاوی مال ومتاع انہیں عذابِ الٰہی سے نہ بچا سکے۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ

تو پہنچیں اُنہیں برائیاں اُس کی جو کمایا تھا۔ اور جنہوں نے اندھیر کر رکھا ہے، اِن لوگوں میں سے جلد سے جلد پہنچیں گی اِنہیں

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾

بھی برائیاں اُس کی جو کما رکھا ہے، اور نہیں ہیں یہ ہرا سکنے والے●

(تو پہنچیں انہیں بُرائیاں اُس کی) یعنی وبال اُن بُرائیوں کا، (جو) انہوں نے (کمایا تھا)

اور کر گزرے تھے۔۔ چنانچہ۔۔ وہ اپنے مال سمیت زمین میں دھنس گئے۔(اور) اَے محبوب! (جنھوں نے اندھیر کر رکھا ہے) اور ناشکری کی، (اُن) مشرک (لوگوں میں سے) جو تمہارے زمانے میں ہیں (جلد سے جلد پہنچیں گی انہیں بھی بُرائیاں اُس کی)، یعنی اُن کی برائیوں کی جزا (جو کما رکھا ہے اور نہیں ہیں یہ ہرا سکنے والے)، یعنی ہم کو عذاب سے عاجز کر دینے والے۔۔یا۔۔ سبقت لے جانے والے ہمارے عذاب پر۔

اَوَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ؕ

کیا اُنہوں نے نہ جانا کہ "بلاشبہ اللہ کشادگی دیتا ہے روزی کی جسے چاہے اور تنگی بھی دیتا ہے۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾ ع

بے شک اُس میں ضرور نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو مانیں"●

(کیا انہوں نے نہ جانا کہ بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (کشادگی دیتا ہے روزی کی جسے چاہے)، اُس کی قدر بڑھانے کو نہیں، بلکہ محض اپنی مشیت سے۔ (اور تنگی بھی دیتا ہے)، جس کسی کے واسطے کہ چاہتا ہے۔ اُس کی خواری، بے مقداری اور مذلت کے واسطے نہیں، بلکہ اپنی حکمت کی رُو سے۔ (بے شک اس میں) یعنی روزی تنگ کرنے اور کشادہ کرنے میں (ضرور نشانیاں ہیں) اُس کی قدرت اور اُس کے ارادہ کے کمال پر (اُن کے لیے جو مانیں) خدا کو، جو روزی دینے والا ہے۔ اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ جس کو دیتا ہے اُسی کے ضمن میں مصلحتِ کلی ہے۔

سابقہ آیات میں مؤمنین کے شکر اور کافرین کی ناشکری کا ذکر فرما کر اب حق تعالیٰ اپنے سارے بندوں کو ایک مژدۂ جانفزا سنا رہا ہے، اور اپنے محبوب سے ارشاد فرما رہا ہے، کہ اَے محبوب!۔۔۔

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ

تم یوں کہو کہ "اَے میرے وہ بندو! جنہوں نے زیادتی کی ہے اپنی جانوں پر، نا امید نہ ہو اللہ کی

اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۳﴾

رحمت سے۔ بے شک اللہ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو۔ کہ یقیناً وہی بخشنے والا رحم والا ہے●

(تم یوں کہو کہ اَے میرے وہ بندو! جنہوں نے زیادتی کی ہے اپنی جانوں پر)، یعنی گناہوں میں افراط کی ہے اور حد سے زیادہ کیے ہیں، (ناامید نہ ہواللہ) تعالیٰ (کی رحمت سے۔ بے شک اللہ) تعالیٰ (بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو۔ کہ یقیناً وہی بخشنے والا) اور (رحم والا ہے)۔

اِس آیت کے شانِ نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ یہ مشرکین کے متعلق نازل ہوئی، اور بعض نے کہا کہ یہ گناہ کبیرہ کرنے والے مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی، اور بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ تینوں اقوال کو حدیث شریف کی پشت پناہی حاصل ہے۔

حضرت مخدوم الملت قدس سرہ نے اپنے ترجمے کے ذریعہ جس توجیہہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گنہگار مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اِس آیت میں مسلمانوں کو خادم و مطیع کے معنی میں خود رسولِ کریم کا بندہ قرار دیا ہے، اور رسول سے ارشاد فرمایا کہ اَے محبوب! تم مسلمانوں کو اپنا بندہ کہہ کر مخاطب کرو۔۔ المختصر۔۔ قل فرما کر، آگے کے پورے جملے کو خود رسولِ کریم کا مقولہ قرار دے دیا۔ اِسی مناسبت سے **لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ** ارشاد فرمایا گیا۔ اگر **عِبَادِیَ** میں لفظ **عِبَادِ** سے خدا کے بندے مراد ہوتے اور یہ خطاب خدا کی طرف سے فرمایا جانا مقصود ہوتا، تو اِس مقام پر **مِنْ رَّحْمَتِیْ** کا لفظ زیادہ مناسب تھا۔

اب رسول کے فرمان کا حاصل یہ ہوا کہ "اَے میرے بندو اور میرے غلامو! جنہوں نے زیادتی کی ہے اپنی جانوں پر، ناامید نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے"۔ اور اگر اسی کو خدا کی طرف سے خطاب کرنا قرار دے دیا جائے، تو خطاب کی یہ شکل بنتی ہے کہ۔۔۔ "اَے میرے بندو! جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر، ناامید نہ ہو میری رحمت سے"۔۔۔

اگرچہ اِس آیت کا شانِ نزول کوئی ایک ہی ہوگا، لیکن اِس کا حکم سارے بندوں کے لیے عام ہے۔ یہ کلام بلاغت نظام نہایت فرحت بخش اور امید افزا ہے۔ خطاب میں بھی کتنی مہربانی ہے کہ "اَے میرے بندو!" ارشاد فرمایا، "اَے گنہگارو!" نہیں فرمایا۔ عتاب میں بھی نرمی کے جلوے ہیں کہ "اسراف کیا" فرمایا "خطا کی" نہیں فرمایا۔

اِس میں اسبابِ رحمت پر بھی تنبیہ فرمائی گئی کہ "ناامید نہ ہو" فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ **لَا تَقْنَطُوْا** 'نہی' ہے، اور جس چیز سے حق تعالیٰ نے 'نہی' فرمائی، تو اُس سے باز رہنا بندوں کو لازم ہے۔ تو ناامید ہونا کسی وجہ سے روا نہیں، اِس واسطے کہ ناامیدی کفر ہے۔۔ الحاصل۔۔ اللہ

تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دے گا اگر چہ وہ بکثرت ہوں، بجز شرک اور کفر کے۔ اس لیے کہ شرک و کفر ہرگز نہ بخشا جائے گا، اُس کے لیے توبہ کرنی لازم ہے۔ اُس کے سوا سارے گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ بخشش کا دارومدار صرف خدائے کریم کے فضل و کرم پر ہے، کسی کے استحقاق پر نہیں۔ وہ چاہے تو حساب لینے سے پہلے بخش دے اور اگر چاہے تو حساب لے کر بخش دے۔۔ یونہی۔۔ اگر چاہے سزا دیئے بغیر بخش دے، اور اگر چاہے تو سزا کے بعد بخش دے۔ گناہِ کبیرہ کی توبہ کو جو ضروری قرار دیا گیا ہے اصل مغفرت کے لیے نہیں، بلکہ بے سزا اور بے حساب و کتاب مغفرت کے لیے ہے۔۔ المختصر۔۔ خدائی عتاب اور اُس کے عذاب سے بچنے کے لیے گناہوں سے بھی توبہ ضروری ہے۔

وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

اور توبہ کرڈالو اپنے رب کی طرف، اور گردن جھکا دو اُس کے لیے قبل اس کے، کہ آئے تم پر عذاب،

ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾

پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی●

تو اَے خطا کارو!۔۔۔(اور) گناہگارو! (توبہ کرڈالو اپنے رب کی طرف) طاعت۔۔یا۔۔ دُعا اور عاجزی کے ساتھ۔ (اور گردن جھکا دو اُس کے) دین کے (لیے)، یعنی اخلاص اختیار کرو توحید میں، (قبل اِس کے کہ آئے تم پر عذاب، پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی)۔ یعنی تم سے عذاب دفع کرنے میں کوئی مدد نہ دے گا۔

وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

اور پیروی کرو اِس بہتر کی، جو اتارا گیا تم لوگوں کی طرف تمہارے رب کی طرف سے، قبل اس کے، کہ آئے تم پر

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

عذاب اچانک، اور تم کو خبر ہی نہ ہو●

(اور پیروی کرو اِس بہتر کی جو اُتارا گیا تم لوگوں کی طرف تمہارے رب کی طرف سے)۔ یعنی 'عزیمت' کی متابعت کرو 'رخصت' کی نہیں، اور 'ناسخ' کی پیروی کرو 'منسوخ' کی نہیں، (قبل اِس

کے کہ آئے تم پر عذاب) ناگہاں (اچانک)، یعنی بلاء اور عقوبت۔۔یا۔۔مرگ مفاجات (اور تم کو خبر ہی نہ ہو) اُس کے آنے کی کہ تدارک کرسکو۔

اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰہِ

یہ کہ بول پڑے کوئی جان کہ "ہائے افسوس اُس پر! جو زیادتی کی میں نے اللہ کے بارے میں،

وَ اِنۡ کُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾

اور تھا میں مسخروں سے"●

(یہ) توبہ واتباع و پیروی ہو جانا چاہیے اُس سے پہلے، (کہ بول پڑے کوئی جان) یعنی کہہ پڑے کوئی شخص، (کہ ہائے افسوس اُس پر! جو زیادتی کی میں نے اللہ) تعالیٰ (کے بارے میں، اور تھا میں) ضرور مذاق اُڑانے والے (مسخروں سے)۔ اِسی لیے میں خدا کی رضا اور جوارِ رحمت اور قربتِ حضرت ڈھونڈھنے سے باز رہا۔ ہائے افسوس میری اُن کوتاہیوں پر! جو میں نے اللہ کے متعلق کی ہیں۔۔اور۔۔

اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰہَ ہَدٰىنِیۡ لَکُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۵۷﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ حِیۡنَ

یا بول پڑے کہ "اگر اللہ نے ہدایت کی ہوتی میری، تو میں بھی ہوتا ڈرنے والوں سے"● یا کہہ پڑے جب

تَرَی الۡعَذَابَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ کَرَّۃً فَاَکُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰی

دیکھ لے عذاب کو کہ "اگر میری واپسی ہو، تو ہو جاؤں احسان والوں سے"● ہاں کیوں نہیں!

قَدۡ جَآءَتۡکَ اٰیٰتِیۡ فَکَذَّبۡتَ بِہَا وَ اسۡتَکۡبَرۡتَ

یقیناً آئیں تیرے پاس میری آیتیں، تو جھٹلا دیا تو نے اُسے، اور غرور کیا

وَ کُنۡتَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۵۹﴾

اور رہا کافروں سے"●

(یا) یہ (بول پڑے کہ اگر اللہ) تعالیٰ (نے ہدایت کی ہوتی میری، تو میں بھی ہوتا ڈرنے والوں سے) اور شرک و معصیت میں آلودہ نہ ہوتا۔ (یا کہہ پڑے جب دیکھ لے عذاب کو، کہ اگر میری واپسی ہو) دُنیا کی طرف (تو) نیک عمل انجام دے کر (ہو جاؤں احسان والوں سے)۔ اُس سے کہیں

گے (ہاں کیوں نہیں!) بے شک تمہیں ہدایت کی گئی، اور (یقیناً آئیں تیرے پاس میری آیتیں) یعنی میری کتاب قرآنِ کریم، (تو جھٹلا دیا تُو نے اُسے، اور غرور کیا) اور اُس پر ایمان لانے سے سرکشی کی (اور رہا کافروں سے)۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ

اور قیامت کے دن دیکھو گے اُنہیں، جنہوں نے جھوٹ رکھا اللہ پر، کہ اُن کے چہرے سیاہ کر دیے گئے ہیں۔

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۶۰

"کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ مغروروں کا؟"●

(اور) اَے محبوب! آپ (قیامت کے دن دیکھو گے انہیں، جنہوں نے جھوٹ رکھا اللہ) تعالیٰ (پر)، یعنی خدا کو کہا کہ اُس کی اولاد اور شریک ہیں، (کہ اُن کے چہرے سیاہ کر دیئے گئے ہیں) دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے ہی۔ (کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ مغروروں کا؟) ضرور بالضرور ہے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم۔

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۚ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ

اور نجات دے گا اللہ اُنہیں، جوڈرا کیے۔ اُن کی کامیابی کے سبب نہ پہنچے اُنہیں کوئی سختی،

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۱

اور نہ وہ رنجیدہ ہوں●

(اور) اِن کے برعکس (نجات دے گا اللہ) تعالیٰ (اُنہیں جوڈرا کیے) اور شرک سے پرہیز کرتے رہے۔ (اُن کی کامیابی کے سبب)، یعنی ایمان اور نیک اعمال کے سبب جو اسبابِ نجات ہیں، (نہ پہنچے) گی (اُنہیں کوئی سختی اور نہ وہ رنجیدہ ہوں) گے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۶۲

اللہ پیدا فرمانے والا ہے ہر چاہے کا۔ اور وہ ہر ایک کا کارساز ہے●

(اللہ) تعالیٰ (پیدا فرمانے والا ہے ہر چاہے کا) یعنی خیر ہو۔۔یا۔۔شر، ایمان ہو۔۔یا۔۔کفر۔۔یا۔۔اِن کے سوا۔۔المختصر۔۔اپنے ہر چاہے کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جسے چاہے پیدا کرے، جو چاہے

پیدا کرے، اور جہاں چاہے پیدا کرے۔۔الغرض۔۔وہ ہر چاہے پر قادر ہے جو چاہے کرے۔لیکن کفر کا اِرتکاب بندہ خود کرتا ہے۔جب وہ اُس کے اسباب کو اختیار کرتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ اُس کے کفر کو پیدا فرما دیتا ہے۔(**اور وہ ہر ایک کا کارساز ہے**) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مصالح کا متکفل اور اُن کے جملہ امور کا ضامن ہے۔اور جسے یقین ہوگا کہ اُس کے جملہ امور کا وہی کفیل ہے، تو وہ کبھی کسی معاملہ میں 'تدبیر' کو سامنے نہ لائے گا، اور نہ ہی کسی شے پر سہارا کرے گا۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اُسی کی ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی۔اور جنہوں نے انکار کیا اللہ کی آیتوں کا،

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾

وہی خسارہ والے ہیں●

ع ۶ | ۱۱ | ۴

(**اُسی کی ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی**) یعنی علوی اور سفلی امور کا مالک وہی ہے، اُس کے غیر کو اُن میں تصرف ممکن نہیں۔جس طرح خزانوں میں وہی دخل کرسکتا ہے جس کے ہاتھ میں اُن کی کنجیاں ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ **مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** کی تفسیر کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ تفسیر ہے: **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ**، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ، يُحْيِي وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر۔یعنی یہ کلمات آسمان اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔جو کوئی یہ کلمات پڑھے اُن خزانوں کے نقد فیض اُسے پہنچیں گے۔اور بعضوں نے کہا ہے کہ آسمان کے خزانے مینھ ہیں، اور زمین کے خزانے گھاس اور سبزہ زار، اور اِن خزانوں کی کنجی اُسی کے قبضۂ تصرف میں ہے۔جب چاہتا ہے مینھ برساتا ہے اور نباتات میں سے جو کچھ چاہتا ہے اُگاتا ہے۔

(**اور جنہوں نے اِنکار کیا اللہ**) تعالیٰ (**کی آیتوں کا**) یعنی اُس کی قدرت کی دلیلوں کا، اور اُس کی کتاب کی آیتوں کا، (**وہی خسارہ والے ہیں**)، اس واسطے کہ اُن کے رجوع کرنے کی جگہ دوزخ ہے۔

ایک مرتبہ اپنی کج فہمی کے سبب کفارِ قریش نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو اپنے باپ دادا کے دین کی طرف بُلایا، تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اَے محبوب!۔۔۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾

کہہ دو کہ "کیا اللہ کے غیر کے لیے تم لوگ کہتے ہو مجھے کہ میں پوجوں؟ اَے جاہلو!●

(کہہ دو کہ کیا اللہ) تعالیٰ (کے غیر کے لیے تم لوگ کہتے ہو مجھے کہ میں پوجوں) اور وہ بھی دلائلِ توحید کو سن لینے کے بعد۔ (اَے جاہلو!) تمہارا یہ مطالبہ غایت جہل کی دلیل ہے۔ اَے محبوب! بھلا یہ غیر خدا کی پرستش تم سے کیسے ممکن ہے۔۔۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ

اور بے شک وحی بھیجی گئی تمہاری طرف اور جو تم سے پہلے ہوئے کہ "اگر شریک بناتے تم،

لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾

تو ضرور اکارت جاتے تمہارے عمل، اور یقیناً ہو جاتے تم خسارہ والوں سے"●

(اور) تم اِن مشرکوں کی خواہش کیسے پوری کر سکتے ہو، اس لیے کہ (بے شک وحی بھیجی گئی تمہاری طرف اور) اُن پیغمبروں کی طرف (جو تم سے پہلے ہوئے، کہ اگر) بہ فرضِ محال (شریک بناتے تم، تو ضروراً کارت جاتے تمہارے عمل اور یقیناً ہو جاتے تم خسارہ والوں سے)۔

اِس کی تفسیر میں بہت صحیح بات یہ ہے کہ ظاہر میں اگر چہ مخاطب پیغمبر ہیں، مگر مراد اُن کی امتوں کے مسلمان ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ اُن میں سے ہر ایک سے فرماتا ہے کہ۔۔۔

اگر تُو شرک کرے گا، تو ضرور ضرور حبط وتباہ ہو جائے گا تمہارا وہ عمل جو تُو نے حالتِ ایمان میں کیا ہے، اور پھر تُو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ اور عزتِ دین حاصل کر لینے کے بعد ذلتِ شرک میں مبتلا ہو جائے گا۔۔ الحاصل۔۔ اَے ایمان والو! ایسا نہ کرو۔۔۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

بلکہ اللہ کو تو پوجتے رہو اور رہو شکر گزاروں سے●

(بلکہ اللہ) تعالیٰ (کو تو پوجتے رہو، اور رہو شکر گزاروں سے) جو توحید اور عبادت کی نعمت پر شکر کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ علماءِ یہود میں سے ایک عالم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا کہ اَے محمد ﷺ، تم جانتے ہو کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن ایک انگلی پر

آسمان، ایک پر زمین، ایک پر پہاڑ، ایک پر پانی اور مٹی، ایک پر تمام مخلوق کو رکھے گا، پھر اپنی انگلیاں ہلائے گا اور فرمائے گا کہ اَنَا الْمَلِكُ وَاَیْنَ الْمُلُوْك، یعنی آج میں ہی بادشاہ ہوں کہاں ہیں اور بادشاہ۔ حضرت ﷺ اُس کی بات سن کر مسکرائے اور چپ رہے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ

اور نہیں قدر کی اُنہوں نے اللہ کی، جیسا کہ اُس کا حق ہے۔ اور زمین ساری اُس کی مٹھی میں ہے قیامت کے دن،

الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

اور سارے آسمان لپیٹے ہوئے اُس کے دستِ قدرت میں ہیں۔ پاکی ہے اُس کی، اور وہ بلند و بالا ہے اُس سے جو شریک بناتے ہیں●

(اور) ارشاد ہوا کہ (نہیں قدر کی انہوں نے اللہ) تعالیٰ (کی جیسا کہ اُس کا حق ہے)، یعنی جیسی اُس کی قدر اور اُس کی تعظیم کرنی چاہیے۔ کیونکہ اُنہوں نے اللہ وحدہٗ کی عبادت کو ترک کر کے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرنی شروع کر دی، اور انہوں نے اپنے سے بھی گھٹیا اور ادنیٰ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا۔ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا، قیامت اور بعثت کا اِنکار کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اِنکار کیا۔۔ المختصر۔۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی تعظیم نہیں کی، جیسی اس کی تعظیم کا حق تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہے (اور زمین ساری اُس کی مٹھی میں ہے قیامت کے دن، اور سارے آسمان لپیٹے ہوئے اُس کے دستِ قدرت میں ہیں)۔

'معالم' میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے یمین یعنی داہنے ہاتھ میں لے گا، اور پھر فرمائے گا کہ:

اَنَا الْمَلِكُ وَاَیْنَ الْجَبَّارُوْنَ وَاَیْنَ الْمُتَكَبِّرُوْن

یعنی میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جبار اور کہاں ہیں متکبر

پھر لپیٹ کر زمین کو اپنے شمال یعنی بائیں ہاتھ میں لے گا اور وہی کلمات فرمائے گا۔

اہل ایمان ایسی باتوں میں تشبیہ سے اُس کی تنزیہہ کا اعتقاد رکھتے ہیں، یعنی تشبیہہ سے وہ پاک ہے۔ صاحبِ 'بحر الحقائق' نے فرمایا کہ ہمارا مذہب اِس آیت کی تحقیق میں یہ ہے کہ اِسے ہم اُس معنی پر چھوڑ دیں جو اللہ جل شانہ نے اِس سے مراد لیے ہیں، اس واسطے کہ ایسے

کلمات متشابہات میں شمار کیے گئے ہیں۔اور اس کی حقیقت میں کچھ بات نہ کہنا چاہیے، یہی اسلم طریقہ ہے جس میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔

(پاکی ہے اُس کی) جواہر اور اعراض کے وصف سے، **(اور وہ بلند و بالا ہے اُس سے جو شریک بناتے ہیں)**۔۔الغرض۔۔وہ برتر و بالا ہے اُس چیز سے کہ شرک کرتے ہیں اور اُس کا شریک بناتے ہیں۔ آسمان و زمین سب کے سب خدائے قادرِ مطلق کے قبضہء قدرت میں ہیں۔۔۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

اور پھونکا گیا صور میں تو بیہوش ہوگئے، جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں،

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

لیکن جسے اللہ نے چاہا۔پھر پھونکا گیا اِس میں دوبارہ، تو اُس وقت وہ سب کھڑے دیکھ رہے ہوں گے●

(اور) اُسی کے زیرِ فرمان ہیں۔۔چنانچہ۔۔جب **(پھونکا گیا صور میں)**۔۔۔

پہلی بار اُن کے قول کے موافق جو دو نفخے ثابت کرتے ہیں، اور اِس نفخہ کو 'نفخۂ صعقہ' کہتے ہیں، اس واسطے کہ جب اس بار صور پھونکا گیا۔۔۔

(تو بے ہوش ہوگئے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، لیکن جسے اللہ) تعالیٰ **(نے چاہا)**۔

وہ عرش اُٹھانے والے فرشتے ہیں۔۔یا۔۔شہید لوگ۔۔یا۔۔بہشت اور دوزخ کے اہل کار فرشتے۔ذہن نشین رہے کہ اِس مقام پر بے ہوش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سب مر جائیں گے۔

(پھر پھونکا گیا اُس میں دوبارہ)۔ اِس نفخہ کو 'نفخۂ بعث' کہتے ہیں، **(تو اُس وقت وہ سب کھڑے دیکھ رہے ہوں گے)** اپنی قبروں کے کنارے مبہوتوں کی طرح۔۔یا۔۔اِس انتظار میں ہوں گے کہ دیکھئے اب ہمارے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ

اور چمک اُٹھی زمین، اپنے رب کے نور سے، اور رکھ دیا گیا نوشتہ، اور لائے گئے انبیاء

وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور اُن کے گواہ، اور فیصلہ ہو گیا اُن کے درمیان بالکل ٹھیک، اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے●

(اور چمک اٹھی)، یعنی روشن ہوگئی (زمینِ) محشر (اپنے رب کے نور سے)، یعنی اُس نور سے جو نور خدا اُس زمین میں پیدا کرے گا۔

اور بعضوں نے کہا کہ 'نور' سے 'عدل کی روشنی' مراد ہے کہ اُس روشنی سے خلائق اور خالق کے حق ظاہر ہو جائیں گے اور ظلم کی ظلمت جاتی رہے گی۔

(اور رکھ دیا گیا نوشتہ) یعنی اعمالنامہ، کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں۔ (اور لائے گئے انبیاء) امتوں پر دعویٰ کرنے کو، کہ ہم نے انہیں حکم پہنچا دیے، (اور اُن کے گواہ) پیغمبروں کے دعوے صحیح اور ثابت کرنے کے واسطے۔۔۔اُن گواہوں سے امتِ محمدی ﷺ مراد ہے۔۔ (اور فیصلہ ہو گیا اُن کے درمیان بالکل ٹھیک) حق حق، سچائی اور عدل کے ساتھ۔ (اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے)۔ نہ اُن کا ثواب کم کیا جائے گا، اور نہ ہی اُن کا عذاب بڑھنے دیا جائے گا۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝٧٠ وَسِيْقَ

اور پورا پورا دیا جائے گا ہر ایک، جو کچھ کر رکھا ہے۔ اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ کر رہے ہیں● اور ہانکے گئے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا

جنہوں نے کفر کیا جہنم کی طرف گروہ گروہ۔ یہاں تک کہ جب آ گئے وہاں، تو کھول دیے گئے اُس کے دروازے،

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ

اور کہا انہیں اُس کے سب داروغہ نے کہ "کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول حضرات تم میں سے، تلاوت کرتے تم پر تمہارے رب کی آیتوں کو،

وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ

اور ڈراتے تم کو تمہارے اُس دن کے ملنے سے؟" سب نے جواب دیا کہ "کیوں نہیں"۔ لیکن درست نکلی

كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝٧١

عذاب کی بات کافروں پر●

(اور پورا پورا دیا جائے گا ہر ایک) جزا اُس کی (جو کچھ کر رکھا ہے، اور وہ) یعنی حق تعالیٰ، (خوب جانتا ہے جو کچھ کر رہے ہیں) تو اُس کے مناسب جزا دے گا۔ (اور ہانکے گئے جنہوں نے کفر کیا جہنم کی طرف گروہ گروہ) ایک دوسرے کے پیچھے۔ (یہاں تک کہ جب آ گئے وہاں) یعنی دوزخ کے دروازے پر، (تو کھول دیے گئے اُس کے دروازے) اُن کے داخل ہونے کے واسطے۔ (اور)

ملامت کی رُو سے (کہا انہیں اُس کے سب داروغہ نے، کہ کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول حضرات تم میں سے؟) جو بحکمِ خداوندی (تلاوت کرتے تم پر تمہارے رب کی آیتوں کو) جو اُس نے اُتاری تھیں (اور ڈراتے تم کو تمہارے اِس دن کے ملنے سے۔ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں!)۔ یعنی بے شک رسول آئے اور انہوں نے ہمیں ڈرایا۔ (لیکن درست نکلی عذاب کی بات کافروں پر) یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں پر عذاب کی جو بات ارشاد فرمائی تھی، اور اُن کو جو حکمِ عذاب دیا تھا وہ حق ثابت ہوا اور اُس کو تو درست نکلنا ہی تھا۔ پھر اُن سے۔۔۔

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى

کہا گیا کہ "داخل ہو جہنم کے دروازوں میں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔" تو کتنا بُرا ٹھکانہ ہے

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ

مغروروں کا● اور چلائے گئے جو ڈرتے تھے اپنے رب کو، جنت کی طرف گروہ گروہ۔

حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا

یہاں تک کہ جب آئے وہاں اور کھول دیے گئے اُس کے دروازے، اور کہا اُنہیں اُس کے سب داروغہ نے کہ

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

"سلام ہو تم پر، تم خوب رہے، تو جاؤ اُس میں ہمیشہ رہنے کو"●

(کہا گیا کہ داخل ہو جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے والے اس میں۔ تو کتنا بُرا ٹھکانہ ہے مغروروں کا) جنہوں نے کفر و شرک اختیار کر کے اپنی عاقبت خراب کر لی۔ (اور) اُن کے برعکس (چلائے گئے جو ڈرتے تھے اپنے رب) کے عذاب (کو)۔۔ چنانچہ۔۔ انہوں نے پرہیز گاری کی زندگی گزاری، (جنت کی طرف) نرمی اور مہربانی کے ساتھ (گروہ گروہ)۔ اُن کے مراتبِ بہشت کے تفاوت کے موافق، اُن متقیوں کو سوار کر کے پورے اعزاز کے ساتھ اُن کی سواریوں کو جنت کی طرف چلائیں گے، (یہاں تک کہ جب آئے وہاں) یعنی دروازۂ جنت پر اور سعادتِ تمام اور دولتِ لازوال تک پہنچ گئے، (اور کھول دیے گئے اُس کے دروازے، اور کہا انہیں اُس کے سب داروغہ نے) یعنی جنت کے خازن نے۔ یہ دروازے اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی کھول دیے جائیں گے، تا کہ اُن کو ذرا انتظار نہ کرنا پڑے۔ یہاں پہنچنے کے بعد اُن سے خازن نے کہا۔۔۔

(کہ سلام ہو تم پر) یعنی درود و سلام ہو تم پر۔۔۔یا۔۔سلامتی اور بے خوفی تمہارے حال کو لازم رہے، (تم خوب رہے)۔ دُنیا میں گناہوں سے پاک رہے۔۔یا۔۔جنت میں تمہارا مقام پاکیزہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جب جنتی جنت میں پہنچیں گے، تو وہاں ایک درخت دیکھیں گے کہ اُس کے نیچے دو چشمے جاری ہیں، تو ایک میں غسل کریں گے اور اُن کا ظاہری جسم پاک ہو جائے گا اور صاف و شفاف ہو جائے گا، اور دوسرے میں پانی پئیں گے تو اُن کا باطن منور ہو جائے گا۔ اور اُس محل پر فرشتے کہیں گے کہ۔۔۔

بہت خوب تم ظاہر و باطن میں پاک ہو گئے (تو جاؤ اس) جنت (میں ہمیشہ رہنے کو) یعنی اب یہی تمہارے لیے ہمیشہ کی رہائش گاہ ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ

اور اُن سب نے کہا کہ "ساری حمد اللہ کی، جس نے سچ کر دکھایا ہمیں اپنا وعدہ، اور وارث بنا دیا ہمیں اس سرزمین کا، کہ

مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾

رہیں ہم جنت میں جہاں چاہیں۔" تو کتنا اچھا ثواب ہے کام کرنے والوں کا●

(اور) جنت میں داخل ہونے کے بعد (اُن سب) ایمان والوں (نے کہا کہ ساری حمد اللہ تعالیٰ (کی، جس نے سچ کر دکھایا ہمیں) ثواب کا (اپنا وعدہ، اور وارث بنا دیا ہمیں اِس سرزمین کا کہ رہیں ہم جنت میں جہاں چاہیں)۔ اِس میں کہیں آنے جانے سے کوئی روک ٹوک نہیں۔ (تو کتنا اچھا ثواب ہے کام کرنے والوں کا) اور حکم ماننے والوں کا۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ

اور دیکھو گے فرشتوں کو گھیرے ہوئے عرش کے گرداگرد، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

ع ۸ ۵

اور فیصلہ کر دیا گیا سب لوگوں کے درمیان بالکل حق، اور کہا گیا کہ "ساری حمد اللہ کی، پروردگار سارے جہان کا"●

(اور) اے محبوب! (دیکھو گے) تم (فرشتوں کو) یعنی جب تم مَقْعَدِ صِدْقٍ میں رتبۂ قرب پر ہو گے، تو جدھر دیکھو گے فرشتے نظر آئیں گے (گھیرے ہوئے عرش کے گرداگرد)، اِس حال میں کہ

(پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ)۔ یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہتے ہیں، اور تسبیح کر کے ذاتِ الٰہی سے نفی کرتے ہیں اُن صفتوں کی جو اُس کو سزاوار نہیں، اور حمد کر کے وہ صفتیں ثابت کرتے ہیں جو اُس کے سزاوار ہیں۔

(اور فیصلہ کر دیا گیا سب لوگوں کے درمیان بالکل حق) راستی کے ساتھ، یعنی ہر ایک جنتی کو اُس کے مقام پر اُتاریں گے۔ **(اور کہا گیا)** یعنی فرشتوں نے ایمان والوں سے کہا، **(کہ ساری حمد اللہ)** تعالیٰ **(کی)** جو **(پروردگار)** ہے **(سارے جہان کا)**۔

جس طرح آسمان اور زمین پیدا کرنے کی ابتداء میں اُس نے اپنی حمد کی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اُسی طرح اپنے مقامات اور منازل میں زمین و آسمان کے قرار پکڑتے وقت وہی حمد کی، تاکہ جان لیں کہ شروع اور خاتمہ میں حمد وثنا کا مستحق وہی ہے۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۲۳ر ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۱۷ر مارچ ۲۰۱۲ء

بروز شنبہ، 'سورۃ الزمر' کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے باقی قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔

اٰمِین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ وَبِحَقِّ نٓ وصٓ

وَبِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۲۵ر ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۱۹ر مارچ ۲۰۱۲ء

بروز دوشنبہ، 'سورۃ المومن' کی تفسیر کا آغاز کر دیا۔ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

اٰمِین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ وَبِحَقِّ نٓ وصٓ

وَبِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

آیاتہا ۸۵ رکوعاتہا ۹

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنْ

سورۂ المومن ۔۔۴۰ مکیہ ۶۰

آیاتہا ۸۵۔۔رکوعاتہا ۹

قرآنِ کریم کے ساتے 'حوامیم' میں سے یہ پہلا حٰمٓ ہے۔ویسےتو سارے 'حوامیم' خصوصی فضیلت کے حامل ہیں۔۔چنانچہ۔۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں 'حوامیم' کی تلاوت کرتا ہوں، تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا جنت کے باغوں میں آگیا ہوں، کہ وہ باغ نرم زمین ہیں اور میں متعجب ہوکر اُنہیں دیکھتا ہوں۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہر ایک شے کا مغز ہوتا ہے اور قرآنِ کریم کا مغز 'حوامیم' ہیں۔اور بعضے صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم 'حوامیم' کو 'عرائسِ قرآن' اور 'دیباجِ قرآن' کہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے صبح اُٹھ کر 'آیۃ الکرسی' اور حٰمٓ سے لے کر اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک یعنی سورۂ مؤمن کی ابتدائی تین۳ آیتیں پڑھیں، اُس کی صبح سے شام تک حفاظت کی جائے گی۔اور جس نے اُن کو شام میں پڑھا، اُس کی صبح تک حفاظت کی جائے گی۔ اِس سورت کو اِس سے پہلی والی سورت 'الزمر' سے مناسبت یہ ہے کہ 'سورۂ الزمر' میں بھی زیادہ تر یومِ قیامت کے احوال اور حشر کے دن کافروں کے عذاب کی کیفیت اور مؤمنوں کی جزا کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے، اور اِس سورت کا بھی یہی موضوع ہے۔

'سورہ الزمر' کے آخر میں کفار کی سزا اور متقین کی جزا کا ذکر ہے، اور یہ سورت اِس آیت سے شروع ہوتی ہے کہ اللہ گناہوں کا بخشنے والا ہے، تاکہ کافر کو ایمان لانے کی ترغیب ہو اور کفر کو ترک کرنے کی تحریص اور تحریک ہو۔اِس سورت کی آیت ۲۸ میں آلِ فرعون میں سے ایک مردِ مومن کا مخصوص ذکر ہے، اس لیے اِس کا نام 'المومن' رکھ دیا گیا۔۔نیز۔۔اِس سورہ کو 'سورۂ الغافر' بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ یہ لفظ اِسی سورت کی آیت ۳ میں مذکور ہے۔اور نام رکھنے کے لیے اتنی مناسبت کافی ہے۔

ایسی فضیلت والی، راہِ ہدایت دکھانے والی، حفاظتِ خداوندی کے سایے میں لے جانے والی، اور مژدۂ مغفرت سنانے والی، سورت مبارکہ کو شروع کرتا ہوں۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور ایمان والوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

حٰمٓ ⓵

ح م●

(ح م)۔

اللہ تعالیٰ ہی جانے اِن کلمات سے اپنی مراد۔۔یا۔۔اللہ تعالیٰ ہی کے بتانے سے وہ جانے جس پر یہ کلمات نازل فرمائے گئے۔۔یا۔۔اللہ تعالیٰ کے وہ محبوبین جانیں جنہیں خدا ورسول نے اپنے فضل وکرم سے باخبر کردیا ہو۔۔۔یہ تو رہا اُس کے تعلق سے 'مسلکِ اسلم' اور طریقہء اہلِ تفویض۔ رہا اِس کی تفسیر کے تعلق سے 'مسلکِ سالم' اور روشِ اہلِ تاویل تو اُس کی روشنی میں کہا جاتا ہے، کہ قسم ہے حکمِ حق کی جو ہرگز رَد نہیں ہوتا اور نہ رکتا ہے، اور قسم ہے ملک خداوندی کی جو کبھی زائل اور فانی نہیں ہوگا۔۔۔

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ⓶ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ

یہ اُتارنا اِس کتاب کا عزت والے علم والے اللہ کی طرف سے ہے● گناہ کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول فرمانے والا،

شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ⓷

سخت عذاب والا، کرم والا۔نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل اُس کے سوا۔ اُسی کی طرف پھرنا ہے●

(یہ اُتارنا اِس کتاب کا) یعنی قرآن کا (عزت والے) غالب وقادر (علم والے) جانے والے، جو کچھ جس پر جس وقت نازل کرتا ہے، یعنی (اللہ) تعالیٰ (کی طرف سے ہے)، جو اُس (گناہ کا بخشنے والا) ہے جو صدقِ دِل سے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کہتا ہے۔(اور توبہ کا قبول فرمانے والا) ہے کلمہء توحید کہنے والے سے۔اور (سخت عذاب والا) ہے اُس کے لیے جو کلمہء تو[حید] کہنے سے اِنکار کرے۔اور (کرم والا) ہے یعنی بخشش وبزرگواری والا ہے، تو جس پر چاہے اپنے فضل سے کرم فرمائے اور اُسے بخش دے۔اُس کی شانِ عظمت ایسی ہے کہ (نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل

اُس کے سوا)۔اور بالآخراپنی جزاپانے کوسب بندوں کا (اُسی کی طرف پھرنا ہے) اور اُسی کی بارگاہِ عدالت میں حاضر ہونا ہے۔

مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ

نہیں جھگڑتے اللہ کی آیتوں میں، مگر جنہوں نے کفر کیا، تو دھوکہ نہ دے سکے تمہیں

تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿٤﴾

اُن کا چلتے پھرتے رہنا شہروں میں●

(نہیں جھگڑتے) اور طعن نہیں کرتے (اللہ) تعالیٰ (کی آیتوں میں) اِس تعلق سے کہ اُس کا اترنا محقق ہو چکا ہے، (مگر) طعن و تشنیع کرنے والے (جنہوں نے کفر کیا) اور حق کو چھپایا۔ (تو دھوکا نہ دے سکے تمہیں) اَے مخاطب! تجارت کی غرض سے (اُن کا چلتے پھرتے رہنا) شام ویمن وغیرہ (شہروں میں)۔یعنی تم اُس مہلت وفرصت سے جو انہیں دی گئی ہے غلط فہمی کا شکار نہ ہو جانا، اس لیے کہ دُنیاوی راحتیں فنا ہو جانے والی ہیں اور ان کا انجام کار خاتمہ، روزگار خسارہ اور نقصان پر ہوگا ۔۔اور۔۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ

جھٹلایا تھا اُن سے پہلے قومِ نوح نے اور کئی امتوں نے اُن کے بعد۔اور قصد کیا ہرامت نے

بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ

اپنے اپنے رسول کو، کہ گرفتار کریں اُنہیں اور جھگڑتے رہے بیکار باتوں سے، تاکہ ڈگمگا دیں اُس سے حق کو،

فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٥﴾

تو میں نے پکڑا اُنہیں کو۔تو کیسا ہوا میرا عذاب؟●

(جھٹلایا تھا اِن) کفارِ مکہ (سے پہلے قومِ نوح نے، اور کئی امتوں نے اُن کے بعد۔اور قصد کیا ہرامت نے اپنے اپنے رسول کو، کہ گرفتار کریں انہیں) اور اُن پر قابو پالیں۔(اور جھگڑتے رہے بیکار باتوں سے)، یعنی باطل شبہات سے حق کی تکذیب کرتے رہے، (تاکہ ڈگمگادیں) یعنی مغلوب کر دیں اپنے (اس) طرزِ عمل (سے حق کو) جس کی متابعت واجب تھی۔(تو میں نے پکڑا انہیں کو)، یعنی اُن پر اپنا عذاب بھیجا جس نے اُن کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔

پس اگر کفارِ مکہ بھی اپنی اِس روش پر برقرار رہے، اور قرآنِ مجید میں جدال کرنے پر اصرار کرتے رہے، تو میں اِن پر بھی ایسا ہی عذاب نازل کروں گا اور اِنہیں بھی سابقہ قوموں یعنی قومِ ثمود اور قومِ عاد وغیرہ کی طرح ہلاک کردوں گا اُس کی مکافات میں۔ (تو کیسا ہوا میرا عذاب) عاد وثمود وغیرہ سابقہ امتوں پر۔ اور یہ بھی دیکھ لو کہ جس طرح واجب ہوا تھا عذاب اگلی امتوں کے تکذیب کرنے والوں پر، اور جس طرح سابقہ امتوں کے مسلسل اِنکار اور اُن کی ہٹ دھرمی کی بنا پر اُن کے متعلق آپ کے رب نے اُن کے دوزخی ہونے کا فیصلہ فرما دیا تھا۔۔ بالکل۔۔

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ

اور اُسی طرح ٹھیک ہوگئی تمہارے رب کی بات اُن پر، جنہوں نے کفر کیا، کہ بلاشبہ وہ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶

جہنم والے ہیں۔۔●۔۔

(اور) ہو بہو (اُسی طرح ٹھیک ہوگئی تمہارے رب کی بات اِن پر) یعنی مکہ کے مشرکین میں سے جو مسلسل ہٹ دھرمی کررہے ہیں، اور آپ کی طرف رجوع نہیں کررہے ہیں۔ آپ کے رب نے اِن کے دوزخی ہونے کا بھی فیصلہ فرما دیا ہے، اور واضح فرما دیا ہے کہ (جنہوں نے کفر کیا کہ بلاشبہ وہ جہنم والے ہیں)، یعنی اِس جہان میں بھی عذاب کے مستحق ہیں۔ اور اَے محبوب! اگر تمہاری قوم حق تعالیٰ کی عبادت سے منہ پھیرتی ہے، تو حق تعالیٰ کی بادشاہی میں کچھ خلل نہیں پڑتا، اِس واسطے کہ اُس کی عبادت اور حمد کرنے والے خواص مخلوقات میں سے بہت ہیں ازانجملہ وہ فرشتے ہیں۔۔۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

جو اٹھائے ہیں عرش کو، اور جو اِس کے گرداگرد ہیں، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ،

وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ

اور مانتے ہیں اُسے، اور مغفرت چاہتے ہیں اُن کی جو مان گئے ہیں کہ "پروردگارا! سمودیا تُو نے ہر چیز میں

رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ

اپنی رحمت وعلم، تو بخش دے اُنہیں جنہوں نے توبہ کی، اور چلے تیری راہ،

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۷

اور بچالے اُنہیں جہنم کے عذاب سے●

(جو اٹھائے ہیں عرش کو)۔ اور یہ حاملانِ عرش بزرگ فرشتوں میں سے ہیں کہ حق تعالیٰ تمام فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ صبح وشام اعزاز واکرام کی راہ سے حاملانِ عرش پر سلام کرتے ہیں۔ (اور) وہ فرشتے کروبیوں میں سے (جو اُس کے گرداگرد ہیں) کہ طواف کیا کرتے ہیں۔

انہیں 'طوّاف' کہتے ہیں اور اُن کی ستر ہزار صفیں ہیں عرش کو بیچ میں لیے ہوئے۔۔۔

نہایت ذوق وشوق سے (پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ)، یعنی خدا کا ذکر کرنے والے ہیں اُس کی تمام صفتوں اور ثناؤں کے ساتھ۔

'معالم' میں شہر بن حوشب سے منقول ہے کہ حاملانِ عرش آٹھ[۸] ہیں۔ چار کہتے ہیں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ اور دوسرے چار کہتے ہیں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ اور گویا وہ فرشتے آدمیوں کے گناہوں کے ساتھ کرمِ الٰہی کی نسبت میں یہ کلمات کہتے ہیں۔

(اور مانتے ہیں اُسے) یعنی ایمان لاتے ہیں اپنے پروردگار پر۔ (اور مغفرت چاہتے ہیں) اپنے پروردگار سے (اُن) لوگوں (کی جو مان گئے ہیں) اور ایمان والے ہیں، اِن لفظوں سے (کہ پروردگارا! سمودیا تو نے ہر چیز میں اپنی رحمت وعلم) یعنی تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور سب کو محیط ہے، (تو بخش دے انہیں) اپنی رحمت سے (جنہوں نے توبہ کی اور چلے تیری راہ)، یعنی دینِ اسلام کو قبول کرلیا اور اُس پر قائم رہے، جنہیں تُو خوب جاننے والا ہے۔ (اور بچالے انہیں جہنم کے عذاب سے) یعنی اُن پر اپنی نگاہِ رحمت رکھ کہ جہنم میں وہ داخل نہ ہوں۔

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ اِلَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ

پروردگارا! اور داخل فرما اُنہیں ہمیشہ کی جنتوں میں، جس کا وعدہ دیا تُو نے اُنہیں، اور جو لیاقت مند ہوئے اُن کے

اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۸

باپ دادوں اور بیبیوں اور اولادمیں سے۔ بے شک تُو ہی عزت والا حکمت والا ہے●

(پروردگارا!) مہربانی فرما (اور داخل فرما انہیں) یعنی توبہ کرنے والوں، دینِ اسلام کی پیروی

کرنے والوں۔۔الحتصر۔۔سب ایمان والوں کو(ہمیشہ کی جنتوں میں)، کہ محض اپنے فضل سے(جس کا وعدہ دیا تُو نے انہیں، اور) انہیں بھی، (جولیاقت مند ہوئے اُن کے باپ دادوں اور بیبیوں اور اولاد میں سے)۔

یہاں یہ ذہن نشین رہے کہ 'جنات عدن' مخصوص حضرات کے لیے ہے، عوام اُس میں داخل نہ ہوں گے۔ایسے ہی 'جنت الفردوس' کا حال ہے، کیونکہ ہر مقام کے لیے خاص عمل ہے، اُس عمل والے کے سوا کوئی اُس کا مستحق نہ ہوگا۔ جب عمل 'اخص' اور 'ارفع' ہو، تو مقام بھی بلند تر اور ارفع واعلیٰ نصیب ہوتا ہے۔تو جنات عدن۔۔یا۔۔جنت الفردوس کا وعدہ جن سے کیا گیا ہے، یہ ضروری نہیں کہ اُن کے ایمان والے اور نیک عمل والے باپ دادا اور اہل وعیال بھی اُس مقام کے لائق ہوں، لیکن ربِّ کریم اپنے فضل وکرم سے صرف 'جنت عدن' اور جنت الفردوس والوں کی خوشی اور اُن کی فرحت وسرور میں اضافہ کرنے کے لیے اُن مذکورہ بالا قرابت داروں کو وہی مقام عطا فرما کر اُن کے قریب کردے گا، تاکہ وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش اور مسرور ہوتے رہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ تائب کی برکات اُس کے آباء وازواج اور ذریات تک پہنچتے ہیں، تاکہ وہ اُس کی وجہ سے جنت عدن۔۔یا۔۔جنت الفردوس اور اُس کی نعمتیں پائیں۔۔الحاصل ۔۔پروردگارا! جنت عدن اور جنت الفردوس میں رہنے والوں کے قریب اُن کے ایمان والے قرابت داروں کو بھی کردے۔

(بے شک تُو ہی عزت والا) ہے یعنی غالب ہے کسی سے عاجز نہیں، اور (حکمت والا ہے) جو کچھ کرتا ہے حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ

اور بچالے اُنہیں گناہوں سے۔اور جو بچ نکلے گناہوں سے اُس دن، تو بے شک تُو نے رحم فرمایا اُس پر۔

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۹

اور یہی بڑی کامیابی ہے"●

(اور بچالے انہیں گناہوں سے) یعنی انہیں گناہوں سے باز رکھ اور گناہوں سے دُوری عطا فرما۔(اور جو بچ نکلے گناہوں) کی شامت (سے اُس دن، تو بے شک تُو نے رحم فرمایا اُس پر)۔۔یا یہ

ع ۹

کہ۔۔ جو آج کے دن دُنیا میں گناہوں سے باز رہا اور بُرائیوں سے کنارہ کشی کی، تو بے شک تُو نے قیامت کے دن اُس کی مغفرت فرما دی۔ (اور یہی بڑی کامیابی ہے) اس واسطے کہ جو صاحبِ دولت 'آج 'عصمتِ الٰہی' کی پناہ میں ہے، وہ کل 'رحمتِ نامتناہی' کے سایے میں ہوگا۔

جب کافر دوزخ میں آئیں گے اور اپنے نفسوں سے دشمنی شروع کر کے غصہ اور ملامت کریں گے، کہ جب اختیار کا زمانہ تھا، تو تم ایمان کیوں نہ لائے؟ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی جواب اُن کے پاس نہ ہوگا۔۔تو۔۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ

بے شک جنہوں نے کفر کیا، پکار دیے جائیں گے کہ "یقیناً اللہ کی بیزاری کہیں زیادہ بڑی ہے تمہاری خود اپنی ذات سے

اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾

بیزاری سے، کہ جب بُلائے جاتے تم ایمان کی طرف، تو انکار کر دیتے"•

(**بے شک جنہوں نے کفر کیا**) فرشتوں کے توسط سے (**پکار دیے جائیں گے**)، یعنی فرشتے انہیں پکار کر کہیں گے (**کہ یقیناً اللہ**) تعالیٰ (**کی بیزاری**) تم سے تمہارے کفر کے سبب سے (**کہیں زیادہ بڑی ہے تمہاری خود اپنی ذات سے بیزاری سے**)۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ کفار جہنم میں اپنے 'نفسِ امّارہ' کو کوسیں گے کہ اُس نے ہی کرایا جو کچھ کرایا، کہ نہ وہ اتباعِ خواہشات کرتے نہ ایسے دائمی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوتے۔ اور وہ نفس پر ایسا شدید غضب ظاہر کریں گے، کہ انگلیوں کو چبا چبا کر شدتِ غیظ و غضب کا مظاہرہ کریں گے۔ اور اُن کا یہ مظاہرہ برسرِ مجلسِ عام ہوگا۔۔ المختصر۔۔ کفار جب جہنم میں پہنچیں گے، تو اپنے نفسوں سے دشمنی کا آغاز کرتے ہوئے انہیں غیظ و غضب کے ساتھ جھڑکیں گے، کہ تم نے باوجود اختیار کے ایمان قبول نہ کیا۔ اُس وقت ملائکہ اُن کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ بخدا اللہ تعالیٰ کا غضب تمہارے 'نفوسِ امّارہ' پر بہت بڑا ہے تمہارے اپنے نفسوں پر غصہ کرنے سے، کیوں۔۔۔

(**کہ جب بُلائے جاتے**) تھے (**تم ایمان کی طرف، تو**) اُس کو قبول کرنے سے تم (**انکار کر دیتے**) تھے، اور اللہ تعالیٰ اور اُس کی توحید سے کفر کرتے تھے، اور اپنے نفسوں کی اتباع اور اُن کی خواہشات کی طرف تیزی سے جاتے تھے۔۔وہ۔۔

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا

بول پڑے کہ "پروردگارا! تُو نے مردہ رکھا ہمیں دوبار، اور زندہ کیا دوبار، اب اقرار کرلیا ہم نے اپنے گناہوں کا،

فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾

تو کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی راہ ہے؟"●

(بول پڑے کہ پروردگارا! تُو نے مُردہ رکھا ہمیں دوبار)۔ پہلی موت وہ جو دُنیا میں زندگی دینے کے بعد طاری کی گئی، اور دوسری موت وہ ہے جو صورِ اسرافیل کے ذریعہ دی گئی۔ (اور زندہ کیا دوبار)۔ پہلی زندگی یعنی وہی دُنیا کی زندگی اور دوسری زندگی قیامت کے بعد والی زندگی۔

یہی ۲ موتیں اور ۲ زندگیاں ایسی ہیں جو ظاہر اور محسوس ہیں۔۔الحاصل۔۔کافر زندہ کرنے اور مارڈالنے کا اقرار کریں گے اور کہیں گے، کہ۔۔۔

(اب اقرار کرلیا ہم نے اپنے گناہوں کا)۔ جو ہم نے بعث وحشر کا اِنکار کیا تھا اور دوبارہ زندہ ہونے کی تکذیب کی تھی، وہ ہماری بہت بڑی غلطی تھی، (تو کیا) اب (یہاں سے نکلنے کی کوئی راہ ہے؟) یعنی کوئی ایسا طریقہ ہے جس پر ہم چلیں اور دوزخ سے چھوٹ کر جنت میں پہنچ جائیں۔

اِس سے قبولِ ایمان اور توبہ مراد ہے، تو کیا اب ہمارے لیے ایمان اور توبہ کی گنجائش ہے۔۔۔

پس فرشتے اُن کو ناامید کر کے کہیں گے، یہ جو تم دوزخ میں آئے ہو یہاں ہمیشہ رہنے کا حکم ہے۔۔اور۔۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ

یہ اس لیے کہ بلاشبہ جب دُہائی دی جاتی صرف اللہ کی، تو تم نے انکار ظاہر کیا، اور اگر شریک بنایا جاتا اُس کا، تو تم لوگ مان جاتے،

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾

تو حکم اللہ کا ہے سب سے بلند بڑا●

(یہ اس لیے کہ بلاشبہ جب دُہائی دی جاتی صرف اللہ) تعالیٰ (کی، تو تم نے اِنکار ظاہر کیا) اور اُس کے منکر ہو گئے، اور اُس کی یگانگی نہ مانی، اور کہنے لگے کہ کیا بہت سارے معبودوں کو صرف ایک معبود بنادیا۔ معبودِ برحق کا وحدہٗ لاشریک ہونا تمہاری سمجھ میں نہ آسکا، اور تم اُس کا اِنکار کرتے رہے۔

(اور اگر شریک بنایا جاتا اُس کا تو تم لوگ مان جاتے) اور خدا کے سوا اپنے خودساختہ شریکوں کو بھی معبود

بنا لیتے۔(توحکم اللہ) تعالیٰ (کا ہے سب سے بلند)، یعنی جو برتر ہے اِس بات سے کہ اُس کے ساتھ دوسرے کوخدائی میں شریک کریں، اور (بڑا) ہے اِس بات سے کہ کسی غیر کواُس کے برابر ٹھہرائیں۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ

وہی ہے جودکھاتا ہےتم لوگوں کواپنی نشانیاں، اوراُتارتا ہےتمہارے لیےآسمان سے روزی،

وَ مَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾

اورنہیں نصیحت پاتا مگر جوتوبہ کرے●

(وہی ہے جو) کمالِ قدرت کے ساتھ (دکھاتا ہےتم لوگوں کواپنی نشانیاں) وحدت پر دلالت کرنے والی، (اوراُتارتا ہےتمہارے لیےآسمان سے روزی) کے اسباب، جیسے مینھ۔۔یا۔۔فرشتوں کو بھیجتا ہےاُس تدبیر کے ساتھ جوسببِ رزق ہو۔(اورنہیں نصیحت پاتا) اوراُن نشانیوں سے عبرت نہیں پکڑتا، (مگر) وہ (جوتوبہ کرے) اور معصیت سے پھر کرخدا کی اطاعت کی طرف توجہ کرے۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

"تودہائی دُو اللہ کی مخلصانہ عقیدہ رکھتے، گوبُرا مانیں کافرلوگ"●

(تودُہائی دواللہ) تعالیٰ (کی مخلصانہ عقیدہ رکھتے) ہوئے، یعنی تمہاری عبادت واطاعت شرک اورریا سے پاک ہو۔(گوبُرا مانیں کافرلوگ) اُس کی توحید میں تمہارے اخلاص سے۔اِس واسطے کہ وہ نعمتِ ایمان سے کافر ہیں اورتم اُس نعمت پرشاکر ہو،توتم میں اوراُن میں باہم نفرت ہے۔اورتمہارے اعمال اوراقوال اُن کومحبوب اورمرغوب نہیں ہیں، جس طرح کہ اُن کے کام اور باتیں تمہیں مکروہ معلوم ہوتی ہیں۔۔وہ ہے۔۔

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ

بلند فرمانے والا درجوں کو، عرش والا، بھیجتا ہے روح الامین کواپنے بندوں سے، تاکہ وہ

مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ ۙ

ڈرادے سب کے ملنے کے دن سے●

(بلند فرمانے والا) بندوں کے (درجوں کو) دُنیا میں تفاوتِ طبقات کے ساتھ، اور عقبیٰ میں مراتب اور مقامات کا تفاوت کر کے۔۔یا۔۔انبیاء علیہم السلام کے درجے بلند کرنے والا ہے۔

حضرت آدم کا درجہ 'صفوت' کے ساتھ بلند کیا۔ اور حضرت نوح کا درجہ 'دعوت' کے سبب سے۔ اور حضرت ابراہیم کو 'خلت' اور حضرت موسیٰ کو 'قربت' اور حضرت عیسیٰ کو 'زہادت' اور حضرت سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو 'شفاعت' عطا فرما کر۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جب کسی کا درجہ چاہتا ہے بلند کرتا ہے، حقائق کی شناخت اور معرفت کے سبب سے۔ 'بحر الحقائق' میں ہے کہ اپنے محبین کا درجہ بلند فرماتا ہے مُحبیّت سے فنا کر کے محبوبیّت کے ساتھ باقی رکھ کر۔۔ایک عارف نے فرمایا ہے جب تک تو 'شربتِ فنا' نہ پیئے گا 'خلعتِ بقا' نہ پہنے گا۔

(عرش والا) خداوندِ عرش یعنی جو عرش کا خالق و مالک ہے۔۔یا۔۔ملک اور سلطنت کا خداوند ہے، (بھیجتا ہے روح الامین) حضرت جبرائیل (کو اپنے حکم سے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں سے)، یعنی جسے چاہتا ہے مرتبۂ نبوت عطا فرماتا ہے، (تا کہ وہ) جس پر وحی آئے (ڈرا دے) لوگوں کو (سب کے ملنے کے دن سے)۔ یعنی اُس دن سے، جس دن روحیں بدنوں سے ملیں گی۔

۔۔یا۔۔اہلِ زمین اور اہلِ آسمان باہم ملاقات کریں گے۔۔یا۔۔اولین و آخرین۔۔یا۔۔جھوٹے معبود اور اُن کی عبادت کرنے والے۔۔یا۔۔مظلوم اور ظالم۔۔یا۔۔ہر عمل کرنے والا ملاقی ہوگا اپنے عمل سے۔۔یا۔۔یہ سب جو مذکور ہوئے، ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے، اور۔۔۔

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ

جس دن وہ سب کھلم کھلا ہیں۔۔۔نہ چھپ سکے اللہ پر اُن میں سے کوئی۔ "کس کی بادشاہی ہے آج؟

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾

صرف اللہ واحد قہار کی●

(جس دن وہ سب کھلم کھلا ہیں)۔۔چنانچہ۔۔ظاہر ہوں گے قبر والے قبروں سے نکل کر، اور (نہ چھپ سکے اللہ) تعالیٰ (پر اُن میں سے کوئی) باوصف بندوں کی کثرت کے، ذاتوں اور اعمال اور احوال میں۔ بلکہ حق تعالیٰ سب کو جانتا ہے اور سب کو عمل کے موافق جزا دے گا۔ اور ندا کرنے والا ندا

کرے گا، کہ (کس کی بادشاہی ہے آج) کے دن؟ تو سب بندے، متفق ہوکر جواب دیں گے (صرف اللہ) تعالیٰ (واحد قہار کی)، جوایک ہے حکم میں اور توڑنے والا ہے اُن کے جھگڑے جو ملک کے مدعی تھے۔

اور چونکہ کافروں کو خدا کی وحدانیت کا ضروری علم حاصل ہوگا، تو وہ اُس جواب میں ایمان والوں سے موافقت کریں گے۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

آج کے دن بدلہ دیا جائے گا ہر ایک، جو کما چکا ہے۔ نہیں زیادتی ہوگی آج۔" بے شک اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

جلد حساب فرمانے والا ہے●

(آج کے دن بدلہ دیا جائے گا ہر ایک) اپنے اُن اعمال کا (جو) وہ (کما چکا ہے)۔۔المختصر۔۔ ہر ایک کو اُس کے کیے کی جزا۔۔یا۔۔سزا ملے گی اور کسی پر (نہیں زیادتی ہوگی آج)، نہ کسی کے ثواب میں سے کم کریں گے اور نہ کسی پر عذاب بڑھائیں گے۔ نہ کسی کو دوسرے کے گناہ میں پکڑیں گے، نہ نیکی کا بدلہ بدی دیں گے نہ بدی کا بدلہ نیکی۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (جلد حساب فرمانے والا ہے)۔

یعنی اُس کے حساب کی تکمیل میں بہت کم وقت لگے گا۔ کوئی شے بھی اُسے حساب لینے میں آڑے نہیں آئے گی، یعنی باوجودیکہ اُس وقت مخلوق کی کثرت ہوگی، لیکن اُن سب کے حساب میں بہت کم وقت خرچ آئے گا۔ ہر ایک کو تھوڑے سے وقت میں اُن کے استحقاق پر جزا وسزا مرتب ہوجائے گی۔ اِس معنی پر یہ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى کی علت ہوگی، کیونکہ وہی دن ہے جس میں سب قبور سے نکل کر ایک دوسرے سے ملیں گے۔ اِسی لیے کفار کو اُس دن کے وقوع کے لیے بُعد کی تمنا ہوگی۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ

اور ڈراؤ اُنہیں جلد آنے والی مصیبت کے دن سے، جب کہ اُن کے دِل گلوں کے پاس ہوں گے غمناک۔۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾

نہیں رہا ظالموں کا کوئی دوست اور نہ سفارشی جس کا کہا مانا جائے●

(اور) اَے محبوب! (ڈراوٗانہیں) یعنی کافروں کوخوف دلاؤ (**جلد آنے والی مصیبت کے دن سے**)، یعنی روزِ قیامت کے عذاب سے، کہ وہ ضرور آئے گا۔ اور جو کچھ آنے والا ہے وہ پہنچنے کے قریب ہے۔ تو ڈراوٗانہیں اُس دن سے (**جبکہ اُن کے دِل گلوں کے پاس ہوں گے غمناک**)۔ یعنی اُس دن کے ہَول سے۔ اُن کے دِل اپنی جگہوں سے نکل جانے کا میل کر کے حلقوں میں آجائیں گے، اور وہیں اٹک رہیں گے۔ نہ اپنی جگہ پھر سکیں گے کہ دِل والے کو آرام ہوجائے، نہ نکل جائیں گے کہ نجات پالے۔ ایسے دِل والے ہوں گے غمگین، غصے میں بھرے ہوئے۔ اور صورتِ حال یہ ہوگی کہ (**نہیں رہا ظالموں کا کوئی دوست**)، قرابت دار مشفق اور کوئی یار مہربان، جو کہ عذاب اُن پر سے دفع کرے۔ (**اور نہ ہی کوئی (سفارشی جس کا کہا مانا جائے**)۔ یعنی اُن کے لیے ایسا سفارشی نہ ہوگا جس کی شفاعت قبول کی جائے۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رکھنے لیے ضروری ہے، کہ دِل میں خدا کا خوف راسخ ہو، اس لیے کہ انسان جو نافرمانی کرتا ہے اُس کا تعلق ظاہری اعضاء سے بھی ہوتا ہے اور باطنی اعضاء سے بھی ہوتا ہے۔ ظاہری اعضاء سے نافرمانی وہ ہے جو نظر آتی ہے، اور باطنی اعضاء سے جو نافرمانی ہوتی ہے وہ سینہ میں چھپی ہوئی ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے بندوں کی کوئی معصیت چھپی ہوئی نہیں ہے، خواہ وہ آنکھوں سے نظر آنے والی خیانت ہو خواہ سینہ میں چھپی ہوئی خیانت ہو۔۔ چنانچہ۔۔

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

اللہ جانتا ہے آنکھوں کی چوری کو، اور جو چھپائے رکھتے ہیں سینے•

(**اللہ**) تعالیٰ (**جانتا ہے آنکھوں کی چوری کو اور جو چھپائے رکھتے ہیں سینے**)۔

بعض مفسرین نے کہا کہ آنکھوں کی خیانت وہ ہے، جو انسان اجنبی عورتوں کی طرف شہوت سے دیکھتا ہے۔ ہاں اگر اتفاقاً کسی طرف نظر پڑ جائے، تو وہ انسان کے لیے معاف ہے۔ لیکن اُس کو دوسری نظر ڈالنے کی اجازت نہیں۔۔ الختصر۔۔ یوم حساب سے ڈرانے کی وجہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنے کو آنکھوں اور دِلوں کی خیانتوں سے بچاتا رہے۔ اور دِل و نگاہ کو خدا کی نافرمانی سے باز رکھے، اس لیے کہ یہ ساری نافرمانیاں علمِ الٰہی سے باہر نہیں ہوسکتیں۔

وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ؕ

اور اللہ فیصلہ فرماتا ہے بالکل ٹھیک، اور جن کی دُہائی دیتے ہیں اُس کے خلاف، نہیں فیصلہ کر سکتے کچھ۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۲۰﴾ ع

بے شک اللہ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے●

(اور اللہ) تعالیٰ (فیصلہ فرماتا ہے بالکل ٹھیک)، یعنی راستی اور صحت کے ساتھ نیک اور بد کام کرنے والوں کی جزا میں۔ (اور جن کی دُہائی دیتے ہیں) یعنی پوجتے ہیں مشرکین (اُس کے خلاف) یعنی اس کے سوا خدا کا مدمقابل خیال کر کے، (نہیں فیصلہ کر سکتے کچھ)، اس واسطے کہ وہ جماد ہیں، انہیں حکم کرنے کی قدرت ہی نہیں۔ اور اگر حیوان ہیں تو مخلوق اور مملوک ہیں۔ اور مملوک کو حکم کی قدرت نہیں ہوتی۔ غلام غلام ہی رہتا ہے مالک نہیں بن جاتا۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (ہی سننے والا) ہے بندوں کی باتیں، اور (دیکھنے والا ہے) اُن کے کام۔

کفر و معصیت کی نحوست اور اُن کا عبرتناک انجام سمجھنے کے لیے، زمین کی سیر اور مختلف مقامات کے حالات کی جانکاری بھی بہت کارآمد ہوتی ہے۔۔تو۔۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ کَانُوْا

کیا اُنہوں نے سیر نہیں کی زمین میں؟ کہ دیکھ لیں کہ کیسا انجام ہوا اُن کا جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ کَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ

اِن سے پہلے تھے۔ وہ زیادہ تھے اِن سے قوت میں، اور زمین میں اپنی چھوڑی نشانیوں میں،

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا کَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾

تو پکڑا اُنہیں اللہ نے اُن کے گناہوں کے سبب۔ اور نہ رہا اُن کا اللہ سے کوئی بچانے والا●

(کیا اُنہوں نے) یعنی مکہ کے مشرکین نے (سیر نہیں کی زمین میں، کہ دیکھ لیں) اور جان لیں (کہ کیسا انجام ہوا اُن کا جو اِن سے پہلے تھے)۔ بتانا یہ ہے کہ یہ سب اِن مشرکین کا دیکھا بھالا اور سمجھا بوجھا ہے۔ یہ اپنے تجارتی سفر میں یمن اور شام وغیرہ کا چکر لگاتے ہی رہتے ہیں، اور تکذیب کرنے والوں، یعنی عاد و ثمود اور اصحابِ موتفکہ کے مقامات و مکانات سے اِن کا گزر ہوتا رہتا ہے، وہ سب کے سب ہلاک و برباد ہو گئے۔ اُن کی ہلاکت و بربادی کے نشانات اِنہیں مختلف علاقوں میں نظر آتے ہیں۔

اور یہ بھی انہیں خوب معلوم ہے کہ (وہ زیادہ تھے اِن سے قوت میں) لشکر وسپاہ کی کثرت اور جسمانی طاقت وقدرت کے لحاظ سے، (اور زمین میں اپنی چھوڑی نشانیوں میں)۔ جیسے اونچے اونچے قلعے اور بڑے بڑے شہر وغیرہ۔ (تو) جب (پکڑا اُنہیں اللہ) تعالیٰ (نے) اور اُن پر عذاب نازل فرمایا (اُن کے گناہوں کے سبب)، یعنی کفر وتکذیب کی وجہ سے، تو وہ بیکس ولاچار ہوکر رہ گئے۔ (اور نہ رہا اُن کا اللہ) تعالیٰ کے عذاب (سے کوئی بچانے والا) کہ اُس عذاب کو اُن پر سے دفع کرے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ

یہ اس لیے کہ آتے رہے اُن کے پاس اُن کے رسول نشانیوں کے ساتھ، تو اُنہوں نے انکار کردیا، تو پکڑا اُنہیں اللہ نے۔

اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

بے شک وہ قوت والا سخت عذاب والا ہے●

(یہ اس لیے کہ آتے رہے اُن کے پاس اُن کے رسول نشانیوں کے ساتھ) یعنی دلیلوں اور ظاہر معجزوں کے ساتھ، (تو اُنہوں نے) اُن دلیلوں اور معجزوں کو ماننے سے (اِنکار کردیا)، اور اپنے پیغمبر پر ایمان نہیں لائے، (تو پکڑا انہیں اللہ) تعالیٰ (نے) اور اُن پر غصہ اور عذاب کیا۔ (بے شک وہ قوت والا) ہے۔ قوی وقادر ہے جو چاہے کرے۔ اور (سخت عذاب والا ہے) مشرکوں پر۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ ۙ

اور بے شک بھیجا ہم نے موسیٰ کو نشانیوں اور کھلی سند کے ساتھ●

اِس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پچھلی قوموں کی عمومی تکذیب کا حال سنا کر تسلی دی تھی، اور ان آیتوں میں آپ کو بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال سنا کر تسلی دے رہا ہے کہ اُن کو قوم فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا اور اُس کی قوم نے اُن کے متعدد معجزات دیکھنے کے باوجود اُن کی تکذیب کی۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ کا فرمان۔۔۔

(اور) ارشاد ہے کہ (بے شک بھیجا ہم نے موسیٰ کو نشانیوں اور کھلی سند کے ساتھ)، یعنی نو معجزات کے ساتھ اور ان نو کے سوا عصا کا ایک معجزہ ایسا بھی تھا جو عظمت کی رُو سے اُن سب میں روشن سند کی حیثیت رکھتا تھا۔

فرعون اور اُس کی قوم اُس عظیم معجزہ سے بہت خائف تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلبہ میں اُس کا بہت موثر کردار تھا، اس لیے اُس کا ذکر الگ فرمایا گیا۔۔القصہ۔۔وہ نو۹ معجزات یہ تھے۔﴿۱﴾۔۔حضرت موسیٰ کی زبان کی گرہ کھول دینا، پھر وہ روانی سے بات کرنے لگے۔ ﴿۲﴾۔۔قومِ فرعون یعنی قبطیوں پر طوفان کا آنا۔﴿۳﴾۔۔اُن پر جوؤں کی کثرت۔﴿۴﴾۔۔ اُن پر مینڈکوں کی کثرت۔﴿۵﴾۔۔اُن پر خون کی کثرت۔﴿۶﴾۔۔ان پر ٹڈیوں کی کثرت۔ ﴿۷﴾۔۔بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو چیر دینا۔﴿۸﴾۔۔پتھر پر لاٹھی مارنا، جس سے بارہ۱۲ چشمے پھوٹ نکلے۔﴿۹﴾۔۔آلِ فرعون کو قحط اور پھلوں کی کمی میں مبتلا کرنا۔۔الختصر۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو بھیجا۔۔۔

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

فرعون وہامان وقارون کی طرف، تو وہ سب بولے کہ "یہ جادوگر بڑے جھوٹے ہیں"●

(فرعون وہامان وقارون کی طرف)۔

فرعون عمالقہ مصر میں سب سے بڑا تھا اور خدائی کا دعویٰ کرتا تھا، ہامان فرعون کا وزیر تھا، اور قارون فرعون کا مقرب اور مشیر تھا اور ابتداءً وہ مؤمن تھا اور قومِ بنی اسرائیل میں سب سے بڑا عالم تھا اور توراۃ کا حافظ تھا۔ پھر مال و دولت کی فراوانی کی وجہ سے اُس کا حال متغیر ہوگیا، تو یہ سامری کی طرح منافق ہوگیا اور کفر کر کے فرعون اور ہامان کے ساتھ مل گیا اور اُن ہی کی طرح ہلاک ہوگیا۔

جب حضرت موسیٰ نے اُن کو دعوت پیش کی (تو وہ سب بولے کہ یہ جادوگر) ہیں، کہ سحر کے زور سے ہم کو خلافِ عقل باتیں دکھاتے ہیں، اور (بڑے جھوٹے ہیں) اِس بات میں جو یہ کہتے ہیں کہ ایک خدا ہے اور میں اُس کا رسول ہوں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

پھر جب لائے اُن کے پاس حق کو ہماری طرف سے، تو بولے کہ "قتل کردو اُن کے بیٹوں کو، جو ایمان لائے اُن کے ساتھ،

وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۭ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾

اور زندہ رکھو اُن کی عورتوں کو۔" اور نہیں رہی چال بازی کافروں کی، مگر بے کار●

(پھر جب لائے اُن کے پاس) موسیٰ علیہ السلام پیغام (حق کو ہماری طرف سے، تو) آپس میں مشورہ کر کے وہ سب فرعونی (بولے، کہ قتل کر دو اُن کے بیٹوں کو جو ایمان لائے اِن کے ساتھ)۔

یعنی فرعون کے لوگ حضرت موسیٰ کی ولادت کے قبل بنی اسرائیل کے فرزندوں کو قتل کرتے تھے، پھر حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے کے بعد ہاتھ روکا تھا۔ جب حضرت موسیٰ آئے اور نبوت کا دعویٰ کیا، تو پھر فرعون کے امراء بولے، کہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرو تا کہ اُن کے دِل شکستہ ہوں اور موسیٰ کی مدد نہ کریں۔

(اور زندہ رکھو اُن کی عورتوں کو) تا کہ قبطیوں کی عورتوں کی خدمت کریں۔ (اور نہیں رہی چالبازی کافروں کی) انبیاءِ کرام اور مؤمنوں کی نسبت (مگر بیکار)۔ یعنی کافروں کی سازش محض گمراہی پر مبنی ہے۔

--چنانچہ--فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت کو کم کرنے اور اُن کے دین کو نیچا دکھانے کے لیے جو تدبیریں اور سازشیں کر رہا تھا، وہ انجام کار ناکام اور نامراد ہوں گی، اور حضرت موسیٰ کو فتح و کامرانی حاصل ہوگی، اور خود فرعون ہلاک ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جس پر رحمت فرمائے اُس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ خود فرعون بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ پیغمبر ہیں--چنانچہ--وہ انہیں قتل کرنے سے ڈرتا تھا، مگر مصاحبوں اور خواصوں کے سامنے ڈینگ ماری---

---

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ

اور بولا فرعون کہ "مجھے چھوڑ دو کہ قتل کر دوں موسیٰ کو اور وہ دہائی دیں اپنے رب کی۔ کہ میں ضرور ڈرتا ہوں

اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾

کہ بدل دیں تمہارا دین، یا کہ کھلم کھلا کریں زمین میں فساد"●

(اور بولا فرعون! کہ مجھے چھوڑ دو کہ) ذلت و خواری کے ساتھ (قتل کر دوں موسیٰ کو اور) کہہ دو موسیٰ سے کہ (وہ دُہائی دیں اپنے رب کی) کہ وہ میرے اِس قتل کو موسیٰ پر سے روکے۔

دراصل اُس کے مصاحبین نے اُس کو چند اندیشوں کے پیشِ نظر قتل کرنے کی بجائے جادوگروں سے مقابلے کا مشورہ دے دیا جسے اُس نے مان بھی لیا تھا، اور اِس طرح اُسے ڈینگنے کا موقع مل گیا۔

اور فرعون نے یہ بھی کہا، (کہ میں ضرور ڈرتا ہوں کہ بدل دیں تمہارا دین)۔اور تم کو میری پرستش سے باز رکھیں۔(یا) یہ (کہ) اپنا دین ظاہر کر کے اور اپنی دعوت پیش کر کے (کھلم کھلا کریں زمین میں فساد)، یعنی جب اُن کے بہت لوگ تابع ہو جائیں، تو وہ تمہارے ساتھ جنگ کریں اور تم پر کامیاب ہوکر تمہارا ملک تم سے چھین لیں اور خود تم کو اپنا محکوم بنالیں۔

وَقَالَ مُوسٰۤى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ

اور کہا موسیٰ نے کہ "بے شک میں نے پناہ لی اپنے رب اور تم لوگوں کے رب کی، ہر ایسے مغرور سے جو نہ مانے

بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

حساب کے دن کو"●

ع ۷ / ۸

(اور) جب یہ مغرورانہ باتیں اور متکبرانہ گفتگو سنیں، تو (کہا موسیٰ نے کہ بے شک میں نے پناہ لی اپنے رب اور تم لوگوں کے رب کی ہر ایسے مغرور سے، جو نہ مانے حساب کے دن کو) اور اپنی بڑائی مارے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کا نام نہیں لیا، لیکن اپنے بیان میں جو نشاندھی کی ہے وہ اُس کو اور اُس کے مصاحبوں کو شامل ہے۔

جب حضرت موسیٰ کے قتل کی خبر مشہور ہوئی، کہ فرعون انہیں قتل کر دینا چاہتا ہے، تو دشمن خوش ہوئے۔۔۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا

اور بولا ایک شخص مسلمان آلِ فرعون سے، جو چھپائے رکھتا ہے اپنے ایمان کو کہ "کیا قتل کرو گے اُس مرد کو؟ یوں کہ کہتے ہیں

اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ

کہ میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ بلا شبہ لائے تمہارے پاس روشن دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے، اور اگر یہ

كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ ۭ

جھوٹے ہوتے، تو اُن پر اُن کا جھوٹ پڑتا۔ اور اگر سچے ہیں، تو پہنچ جائے گا تمہیں کچھ اُس کا جس کا وعدہ دیتے ہیں تمہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

بے شک اللہ نہیں راہ دیتا اُس کو، جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہے●

(اور) دوست غمگین ہوئے، تو انہیں دوستوں میں سے (بولا ایک شخص مسلمان) جو (آلِ فرعون سے) یعنی فرعون کے قرابت داروں سے تھا، اور (جو چھپائے رکھتا ہے اپنے ایمان کو)۔

وہ خزبیل ۔۔یا۔۔شمعان تھے، جو کئی برس پہلے ہی ایمان لا چکے تھے مگر اُس کو اب تک چھپائے رکھا تھا۔ جب انہیں حضرت موسیٰ کے قتل کی خبر ملی، تو وہ بول پڑے۔۔۔

(کہ کیا قتل کرو گے اُس مَردکو؟ یوں کہ)، یعنی اس واسطے کہ وہ (کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ) تعالیٰ (ہے، حالانکہ وہ بلاشبہ لائے تمہارے پاس روشن دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے۔ اور اگر یہ جھوٹے ہوتے، تو اُن پر اُن کا جھوٹ پڑتا)۔ اور اُن کے جھوٹ کا وبال انہیں ہلاک کر دیتا، یا کبھی نہ کبھی کر دے گا۔

مگر یہ بھی تو سوچو، (اور) غور کرو کہ (اگر) وہ (سچے ہیں، تو پہنچ جائے گا تمہیں کچھ اُس کا جس کا وعدہ دیتے ہیں تمہیں)، اور کہتے ہیں کہ دُنیا اور آخرت کا عذاب تم کو پہنچے گا۔ تو اگر وہ اپنے وعدہ میں سچا ہے تو اُس عذاب میں سے بعض یعنی دُنیا کا عذاب تم کو جلد پہنچے گا۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (نہیں راہ دیتا) یعنی ہدایت کی توفیق نہیں دیتا (اُس کو جو حد سے بڑھنے والا) ہے لڑکوں کا خون ناحق کرنے میں، اور بہت (بڑا جھوٹا ہے) خدائی کے دعوے میں۔

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ

اَے میری قوم! تمہاری بادشاہی ہے آج، غالب ہو زمین میں، تو کون مدد دے گا ہمیں

اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى

اللہ کے عذاب سے، اگر آ گیا ہمارے اوپر۔" بولا فرعون کہ "میں وہی رائے دیتا ہوں جو میری رائے ہے،

وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝۲۹

اور نہیں بتاتا تمہیں مگر بھلائی کی راہ●

(اَے میری قوم! تمہاری بادشاہی ہے آج)، اِس حال میں کہ تم (غالب ہو) بنی اسرائیل پر اور اُن کی بہ نسبت عالی رتبہ ہو اِس (زمین) مصر (میں، تو) ذرا یہ بھی تو غور کرو، کہ (کون مدد دے گا ہمیں اللہ) تعالیٰ (کے عذاب سے، اگر آ گیا ہمارے اوپر)۔ ایسی صورت میں ہمیں نجات کی راہ کون دکھائے گا؟ اور ہمیں کون منزلِ نجات تک پہنچائے گا؟ تو تم حضرت موسیٰ کے قتل کا قصد نہ کرو اور اُن

سے ہاتھ اٹھالو۔ (بولا فرعون) اُس مردِ مومن سے جو حضرت موسیٰ کے قتل سے منع کرتا تھا اور ان لوگوں سے جو اُس کے قریب موجود تھے، (کہ میں وہی رائے دیتا ہوں جو میری رائے ہے) یعنی موسیٰ کے قتل میں میں نے صلاح دیکھی، تو وہی راہِ صواب تم کو بتادی۔ (اور نہیں بتاتا تمہیں مگر بھلائی کی راہ) اپنے گمان کے لحاظ سے۔

خربیل نے جب یہ بات سنی، تو دوبارہ محبتِ قومی نے زور کیا اور خود اُس کے ایمان نے جوش مارا، تو قوم کو ڈرانے لگا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾

اور کہا اُس نے جو مسلمان تھا کہ "اے میری قوم میں تو ضرور ڈر رہا ہوں تم پر پہلے گروہوں کے دن کی طرح ہونے کو"●

(اور) ظاہر کرتا ہے کہ (کہا اُس نے جو مسلمان تھا، کہ اَے میری قوم) کے لوگو! (میں تو ضرور ڈر رہا ہوں) اور خوف کھا رہا ہوں (تم پر) موسیٰ کی تکذیب اور تعرض کے سبب سے، (پہلے گروہوں کے دن کی طرح ہونے کو)، یعنی جیسے اُن لشکروں کے دن جنہوں نے تکذیب کی۔

یَوْمِ الْاَحْزَابِ سے اُن لشکروں کے ہلاک ہونے کا دن مراد ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ۔۔۔

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ

جیسا ڈھنگ رہا نوح کی قوم اور عاد و ثمود، اور جو اُن کے بعد ہوئے سب کا۔"

وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾

اور اللہ نہیں چاہتا ظلم بندوں کے لیے●

(جیسا ڈھنگ رہا نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور جو اُن کے بعد ہوئے سب کا)۔ حضرت نوح کی قوم طوفان سے ہلاک ہوئی، عاد تند ہوا سے غارت ہو گئے، اور قوم ثمود ایک چیخ سے سب مر گئی، اور اُن کے بعد والے جیسے اہلِ موتفکہ جن کا شہر الٹ پلٹ کر دیا گیا، اور اصحابِ ایکہ جو عذاب ظلہ میں گرفتار ہوئے۔ (اور) یہ جو کچھ مذکورہ بالا ہلاک ہونے والوں کے ساتھ پیش آیا، یہ اُن کے کرتوت کا نتیجہ تھا۔ اس لیے کہ (اللہ) تعالیٰ (نہیں چاہتا ظلم بندوں کے لیے)۔ یعنی اُن پر بے گناہ عذاب نازل نہیں کرتا۔ تو تم بھی ظلم نہ کرو تا کہ تم پر عذاب نہ آئے۔

وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِۙ(۳۲)

"اور اَے میری قوم! بے شک میں ڈر رہا ہوں تم پر پکار مچنے کے دن کو"●

(اور اَے میری قوم) کے لوگ! (بے شک میں ڈر رہا ہوں تم پر پکار مچنے کے دن کو) یعنی روزِ قیامت کے عذاب کا خوف کرتا ہوں کہ اُس دن ایک دوسرے کو بُلائے اور پکارے گا، کہ ہماری فریاد کو پہنچو۔ ۔۔یا۔۔ جنتی اور دوزخی ایک دوسرے کو پکاریں گے، جیسا کہ سورۂ اعراف میں مذکور ہوا۔۔یا۔۔ موت ذبح ہونے کے بعد ندا ہوگی، کہ یَااَھْلَ الْجَنَّۃِ خُلُودٌ وَّلَا مَوْتَ وَیَااَھْلَ النَّارِ خُلُودٌ وَّلَا مَوْتَ ۔۔یا۔۔ اُس دن منادی ندا کرے گا کہ فلاں شخص نیک بخت ہوا کہ ابد تک بد بخت نہ ہوگا، اور فلاں شخص بد بخت ہوا کہ ابد تک نیک بختی نہ پائے گا۔

یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍۚ

جس دن کہ پھیر دیے جاؤ گے پیٹھ دکھا کر۔ نہیں ہے تمہارا اللہ سے کوئی بچانے والا۔

وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ(۳۳)

اور جسے بے راہ رکھے اللہ، تو نہیں ہے اُس کا کوئی راہ دینے والا●

(جس دن کہ پھیر دیے جاؤ گے پیٹھ دکھا کر) موقفِ حساب سے۔ اور چلو گے پھرے ہوئے وہاں سے دوزخ میں، تو اُس دن (نہیں ہے تمہارا اللہ) تعالیٰ (سے کوئی بچانے والا۔ اور جسے بے راہ رکھے اللہ) تعالیٰ، (تو نہیں ہے اُس کا کوئی راہ دینے والا) جو اُسے منزلِ مقصود تک پہنچائے۔

وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ

اور بے شک لائے تمہارے پاس یوسف پہلے سے روشن نشانیاں، تو تم لوگ ہمیشہ رہے شک میں جس کو لائے تھے

مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًاؕ

تمہارے پاس۔ یہاں تک کہ جب وہ نہ رہے، تو تم لوگوں نے کہا کہ "ہرگز نہ بھیجے گا اللہ اُن کے بعد کوئی رسول۔"

كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۚۖ(۳۴)

اِسی طرح بے راہ رکھتا ہے اللہ اُسے، جو حد سے بڑھا شکی ہے●

(اور بے شک لائے تمہارے پاس یوسف) بن یعقوب علیہما السلام موسیٰ کے (پہلے سے روشن نشانیاں)۔

روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون وہی فرعون ہے، جو حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں تھا۔ فرعون کا بیش قیمت گھوڑا مر گیا تھا، تو حضرت یوسف کی دُعا سے خدا نے اُسے زندہ کر دیا اور فرعون اُن کا ایمان لایا۔ جب یوسف علیہ السلام نے وفات پائی، تو فرعون دین سے برگشتہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ کے زمانے تک زندہ رہا۔ تو مردِ مؤمن نے یہ بات کہی کہ اِس سے قبل یوسف علیہ السلام تمہارے پاس کھلے ہوئے معجزات کے ساتھ آئے تھے کہ گھوڑا زندہ کرنا اور اُن کی برأت پر بچہ کا گواہی دینا ہے۔۔۔اور۔۔۔

بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانے کا فرعون حضرت یوسف کے زمانے کے فرعون کی اولاد میں سے تھا۔ حق تعالیٰ نے حضرت یوسف کو اُس فرعون کی طرف رسول کیا۔ حضرت یوسف بیس ۲۰ برس تک اُن لوگوں میں رہے اور معجزے دکھایا کیے، مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے۔ تو اُس مردِ مؤمن نے اس کی خبر دی کہ حضرت یوسف تمہارے پاس آئے تھے۔۔۔

(تو تم لوگ) اس کے امر دین ہونے میں **(ہمیشہ رہے شک میں جس کو لائے تھے تمہارے پاس۔ یہاں تک کہ جب وہ نہ رہے، تو تم لوگوں نے کہا کہ ہرگز نہ بھیجے گا اللہ)** تعالیٰ **(اُن کے بعد کوئی رسول)**۔ چونکہ ہم نے اُس رسول کی بات نہ سنی، تو اب کوئی دوسرا رسول نہ آئے گا اِس خوف سے کہ اُس کی بات بھی ہم رَد کر دیں گے۔ **(اِسی طرح بے راہ رکھتا ہے اللہ)** تعالیٰ **(اُسے جو حد سے بڑھا)** ہے اِنکار میں اور **(شکی ہے)** اُس چیز کے تعلق سے جو معجزے سے ثابت ہو۔

آگے حق تعالیٰ مسرفوں اور شکیوں کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔ حد سے بڑھنے والے اور شکی وہ ہیں۔۔۔

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ

جو جھگڑا نکالیں اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی سند کے، جو آئی ہو اُن کے پاس۔ یہ بہت بڑی بیزاری کا سبب ہے اللہ کے نزدیک،

وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

اور اُن کے نزدیک جو ایمان لا چکے۔ اِسی طرح چھاپ لگا دیتا ہے اللہ ہر مغرور سرکش کے دِلوں پر •

(جو جھگڑا نکالیں اللہ) تعالیٰ **(کی آیتوں میں بغیر کسی سند کے جو آئی ہو اُن کے پاس)**، یعنی جو انبیاءِ کرام کے ساتھ جھگڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں باطل اور دفع کرنے میں، بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو۔ **(یہ بہت بڑی بیزاری کا سبب ہے اللہ)** تعالیٰ **(کے نزدیک، اور اُن کے نزدیک**

جو ایمان لاچکے)۔یعنی حق تعالیٰ اُن کے جھگڑے کوسخت دشمن رکھتا ہے اور مومن لوگ بھی اُس کے دشمن ہیں۔۔الختصر۔۔سب ہی اُن کے اِس طرزِ عمل سے بیزار ہیں۔یعنی کسی کوبھی اُن کا یہ طریقہ پسندیدہ نہیں۔

(اِسی طرح چھاپ لگا دیتا ہے اللہ) تعالیٰ (ہر مغرور سرکش کے دِلوں پر) جوفرمانبرداری سے سرکشی کرتا ہے اور خودغرض اور خود پسند واقع ہوا ہے، اور دوسروں سے اپنے کو برتر جانتا ہے۔خربیل کی نصیحتوں میں فرعون نے اندیشہ کیا کہ ناگاہ اُس کی بات سننے والوں کے دِلوں پر اثر کرے، تو اُس نے بات کا رخ بدلنے کے لیے اپنے وزیر کو بلایا، اور لوگوں کی توجہ دوسری طرف کردی۔۔۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

اور بولا فرون کہ "اَے ہامان! بنالو میرے لیے بلند گھر، تاکہ پہنچ جاؤں سب راستوں تک • آسمانوں کے راستے،

فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ

پھر جھانکوں موسیٰ کے معبود کی طرف، اور میں تو ضرور خیال کرتا ہوں اُنہیں جھوٹا۔" اور اِسی طرح سے بھلی کردی گئی فرعون کی

سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ ع

نظر میں اُس کی بدکرداری، اور روک رکھا گیا راہ سے۔اور نہیں چالبازی فرعون کی، مگر غارت کی ہوئی•

ع ۹

(اور بولا فرعون) اپنے وزیر سے (کہ اَے ہامان! بنالو میرے لیے بلند گھر، تاکہ) اُس پر چڑھ کر (پہنچ جاؤں سب راستوں تک) جو (آسمانوں کے راستے) ہیں۔۔یا یہ کہ۔۔آسمانی دروازوں تک میری پہنچ ہوجائے، (پھر جھانکوں موسیٰ کے معبود کی طرف)۔یعنی اُس کے حالات سے میں باخبر ہوجاؤں کہ آخر وہ ہے بھی۔۔یا۔۔نہیں؟

یہ ساری فضول حرکت اور بکواس صرف اپنے درباریوں کی توجہ کومردِ مؤمن کی باتوں سے ہٹانے کے لیے کی اور اُس مردِ مؤمن کو اپنی گفتگو جاری نہ رکھنے کا حیلہ بنایا۔

(اور) یہاں تک بول گیا کہ (میں تو ضرور خیال کرتا ہوں انہیں جھوٹا) اپنے دعویٰ رسالت میں۔۔یا۔۔اِس بات میں کہ اُس کا خدا ہے جس نے آسمان پیدا فرمایا۔پھر مکان بنانا شروع کیا۔موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کی حماقت دیکھ کر رنجیدہ خاطر ہوگئے۔تو وحی آئی کہ اَے موسیٰ! غمگین نہ ہو، دیکھو تو کہ میں اُس کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔پھر حق تعالیٰ نے اُس کے اونچے محل کو پورا بن چکنے کے بعد برباد کردیا ۔۔۔جیسا کہ 'سورۂ قصص' میں مذکور ہوچکا۔

(اور اسی طرح سے بھلی کر دی گئی فرعون کی نظر میں اُس کی بدکرداری اور روک رکھا گیا راہِ) مستقیم (سے)۔۔المختصر۔۔فرعون نے اپنے طور پر جس کو اچھا سمجھا اُس کے حق میں بُرا ثابت ہوا، اور جس کو عقل و دانش کا کام باور کیا، اُس سے اُس کی کمالِ حماقت کا مظاہرہ ہوا۔(اور نہیں چالبازی فرعون کی)، یعنی قوم کو دھوکا دینے کے لیے جو اُس نے اونچا مکان بنا کر مکر کیا اور جو چالبازی کی، وہ نہیں ثابت ہوئی، (مگر غارت کی ہوئی) تباہی اور نیستی ہی اس کا مقدر رہی۔

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا

اور بولا جو ایمان لا چکا تھا کہ "اے میری قوم! تم لوگ میرے پیچھے پیچھے رہو، تو دوں گا تمہیں بھلائی کی راہ● اے میری قوم!

هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾

یہ دُنیاوی زندگی محض کچھ رہ سہہ لینا ہے۔" اور بے شک آخرت ہی ٹھہرنے کا گھر ہے●

(اور) اِس کے بعد (بولا جو ایمان لا چکا تھا، کہ اَے میری قوم) کے لوگ! (تم لوگ میرے پیچھے پیچھے رہو) اور میری پیروی کرتے رہو (تو دوں گا تمہیں بھلائی کی راہ● اَے میری قوم) کے لوگ! اچھی طرح سمجھ لو کہ (یہ دُنیاوی زندگی محض کچھ رہ سہہ لینا ہے)۔ یہ باقی رہنے والی زندگی نہیں، تو اِس عارضی زندگی کے عارضی آرام و راحت سے دھوکا نہ کھاؤ۔(اور) جان لو کہ (بے شک آخرت ہی ٹھہرنے کا گھر ہے)۔ اُسے نہ زوال ہے اور نہ ہی اس پر کوئی آفت ہے۔ ایمان اور نیک اعمال والے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت کی راحتوں میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ آخرت میں حق تعالیٰ کا نظامِ عدل نافذ ہوگا۔۔تو۔۔

مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی

جس نے برائی کی، تو نہ بدلہ دیا جائے گا مگر اتنا ہی، اور جس نے صلاحیت کے کام کیے، مرد یا عورت،

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

اور وہ مسلمان ہیں، تو وہ داخل ہوں گے جنت میں، روزی دیے جائیں گے اُس میں بے حساب●

(جس نے بُرائی کی، تو نہ بدلہ دیا جائے گا مگر اُتنا ہی) محض عدلِ الٰہی کے حکم سے، (اور جس نے صلاحیت کے کام کیے، مرد یا عورت، اور وہ مسلمان ہیں)، اس لیے کہ عمل قبول ہونے میں ایمان

اصل ہے، (تو وہ داخل ہوں گے جنت میں)۔۔یا یہ کہ۔۔داخل کیے جائیں گے جنت میں، اور (روزی دیے جائیں گے اُس میں بے حساب) یعنی بے شمار۔ یعنی عمل کے اندازہ پر نہیں بلکہ اُس سے بہت زیادہ، اور یہ فضلِ نامتناہی کی رُو سے ہے۔

فرعون کے لوگ خربیل کی باتوں سے سمجھ گئے کہ وہ ایمان لا چکے ہیں، پس سبھوں نے اُن کی ملامت شروع کر دی کہ تجھے شرم نہیں آئی کہ فرعون کی پرستش چھوڑ کر دوسرے کی عبادت کی طرف متوجہ ہوا۔ پس خربیل نے تنبیہ کی رُو سے ندا کی کہ شاید وہ لوگ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں۔۔چنانچہ۔۔انہوں نے پکارا۔۔۔

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾

"اور اَے میری قوم! مجھے کیا ہے کہ میں بُلاتا ہوں تمہیں نجات کی طرف، اور تم لوگ بُلا رہے ہو مجھے جہنم کی طرف●

(اور) ندا کی، کہ (اَے میری قوم! مجھے کیا ہے کہ میں بُلاتا ہوں تمہیں نجات کی طرف، اور تم لوگ بُلا رہے ہو مجھے جہنم کی طرف)۔ یعنی میرے اِس مخلصانہ عمل سے مجھے کیا ملنے والا ہے جو میں تمہیں نجات کی طرف بُلا رہا ہوں اور خدا پر ایمان لانے اور رسول کی پیروی کرنے کی دعوت دے رہا ہوں، تا کہ تم عذاب سے نجات پاؤ۔ اِس میں تو سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اِس کے برخلاف تم مجھے ہلاکت اور آتشِ دوزخ کی طرف بُلا رہے ہو اور مجھے فرعون کی پرستش کی دعوت دے رہے ہو۔ آخر اِس میں میری کون سی خیر خواہی ہے۔ تمہاری جہالت یہ ہے کہ۔۔۔

تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؗ

تم بُلاتے ہو مجھے کہ انکار کر دوں اللہ کا، اور شریک بناؤں اُس کا اُسے جس کا مجھے کچھ علم نہیں،

وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾

اور میں بُلا رہا ہوں تم کو عزت والے غفار کی طرف●

(تم بلاتے ہو) اور اس بات کی دعوت دیتے ہو (مجھے، کہ) میں (انکار کر دوں اللہ) تعالیٰ (کا، اور شریک بناؤں اُس کا اُسے جس) کے شریکِ خدا ہونے (کا مجھے کچھ علم نہیں)۔ یعنی خدائے برحق کے سوا اور کسی کو میں خدا نہیں جانتا، تو اُس کے ساتھ دوسرے کو خدائی میں کیونکر شریک کروں۔ (اور میں بُلا رہا ہوں تم کو عزت والے غفار کی طرف)، جو غالب ہے مشرکوں کو عذاب کرنے پر اور

بخشنے والا اور مٹا دینے والا ہے مومنوں کے گناہوں کو۔

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ

بس یہی ہے کہ جس کی طرف تم لوگ بُلاتے ہو مجھے، نہیں ہے اُس کی کوئی بُلاہٹ دُنیا میں اور نہ آخرت میں،

وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

اور بے شک ہمیں لوٹنا ہے اللہ کی طرف، اور بے شک زیادتی کرنے والے ہی جہنمی ہیں●

(بس یہی ہے)، اِس کے سوا کچھ بھی نہیں، **(کہ جس کی طرف تم لوگ بُلاتے ہو مجھے، نہیں ہے اُس کی کوئی بلاہٹ دُنیا میں نہ آخرت میں)**۔ یعنی جو نہ دُنیا میں عبادت کا مستحق ہے نہ آخرت میں اُس کی پکار۔ اور لایعنی بات کا اعتبار نہ دُنیا میں ہے اور نہ ہی آخرت میں۔۔الغرض۔۔ اِس کی دعوت کہیں بھی مقبول نہیں۔ **(اور بے شک ہمیں لوٹنا ہے اللہ)** تعالیٰ **(کی طرف)** اور وہ ہم کو جزا دے گا۔ **(اور بے شک زیادتی کرنے والے ہی جہنمی ہیں)**، جو ضلالت و گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور آتشِ دوزخ کے مستحق ہیں۔

پھر فرعونیوں نے اُس مردِ مومن کو دھمکانا شروع کیا اور اُس کے قتل کا قصد کیا۔۔۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

تو اب جلد ہی یاد کرو گے جو کہہ رہا ہوں میں تمہیں، اور سپرد کرتا ہوں اپنے معاملے کو اللہ کے، بے شک اللہ نگراں ہے بندوں کا"●

(تو) وہ بولا کہ **(اب جلد ہی یاد کرو گے جو کہہ رہا ہوں میں تمہیں)** یعنی جب تم عذاب دیکھو گے، تو تم کو یاد آئے گی وہ بات جو میں تم سے کہتا ہوں۔ میں تو اب اپنا کام خدائے برحق پر چھوڑتا ہوں **(اور سپرد کرتا ہوں اپنے معاملہ کو اللہ)** تعالیٰ **(کے، بے شک اللہ)** تعالیٰ **(نگراں ہے بندوں کا)**۔

منقول ہے کہ فرعون نے حکم دیا کہ خربیل کو قتل کردو، تو وہ پہاڑ کی طرف چلے گئے اور وہاں غار میں مشغول ہوگئے۔ پس حق تعالیٰ نے درندوں کا لشکر بھیج دیا۔ درندے اُن کے اردگرد پاسبانی کرنے لگے۔ اپنے کام خدا پر چھوڑنے کا نتیجہ بہت جلد انہیں حاصل ہوگیا، اور وہ دشمنوں کے شر سے بے خوف ہوگئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ فرعون نے اپنے خواص میں سے ایک گروہ کو بھیجا کہ خربیل کو لاؤ۔ وہ جو پہاڑ پر چڑھے، تو دیکھا کہ خربیل نماز میں مشغول ہیں اور درندے اُن کی پاسبانی کررہے ہیں، وہ سب ڈر کے بھاگے اور فرعون کے

پاس آکر حال بیان کیا، فرعون نے اُن سب کو دھمکایا اور تاکید کی کہ یہ بات فاش اور مشہور نہ ہو۔ تو حق تعالیٰ خربیل کے حال سے خبر دیتا ہے کہ۔۔۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

تو بچالیا اُس کو اللہ نے خرابیوں سے اُس کے، جو چالبازیاں کیں لوگوں نے، اور گھیر لیا فرعونیوں کو عذاب کی تباہی نے●

جب اُن کے تعلق سے فرعونی اپنی چال چلے۔۔۔**(تو بچالیا اُس)** مردِ مؤمن **(کو اللہ) تعالیٰ (نے خرابیوں سے اس کے جو چالبازیاں کیں لوگوں نے)**۔۔ المختصر۔۔ اِس باب میں فرعونیوں نے جو سازش کی تھی، اُس میں وہ سب ناکام رہے بلکہ اپنی نگاہوں میں بھی ذلیل ورسوا ہوگئے۔ **(اور)** علاوہ ازیں **(گھیر لیا فرعونیوں کو)** جو خربیل کے قتل کرنے کے ارادے سے گئے تھے، **(عذاب کی تباہی نے)**، یعنی وہ سب قتل ہوگئے۔

اور اگر یہاں سارے فرعونی مراد ہوں، تو عذاب سے اُن سب کا غرق ہوجانا مراد ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ یہاں **سُوْٓءُ الْعَذَابِ** سے مراد **اَلنَّار** ہے جس کو اُس کا بدل قرار دیا گیا ہے۔۔تو۔۔۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ

آگ پر پیش کیے جاتے ہیں وہ لوگ صبح وشام۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔۔۔

اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

کہ "جھونک دو فرعونیوں کو سخت عذاب میں"●

(آگ پر پیش کیے جاتے ہیں وہ لوگ صبح وشام)۔ یعنی اُن فرعونیوں کو صبح وشام دوزخ میں جو اُن کا ٹھکانہ ہے اُس کو دکھایا جاتا ہے، اور ڈانٹتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارے گھر ہیں۔

۔۔یا۔۔

اُن کو صبح وشام اُن کی قبروں میں آگ کا عذاب دیا جاتا ہے۔

اور یہ عذاب خصوصاً آلِ فرعون کے لیے ہے۔۔یا۔۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بقول۔۔

آلِ فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں ہیں۔ وہ پرندے صبح وشام جہنم پر وارد ہوتے ہیں اور اُن کو آگ پر پیش کرنے کے یہی معنی ہے۔ **(اور جس دن قیامت قائم ہوگی)** تو حق تعالیٰ فرشتوں

سے فرمائے گا، (کہ جھونک دو فرعونیوں کو سخت عذاب میں) اُس عذاب کے بہ نسبت جس میں پہلے تھے۔

۔۔یا یہ کہ۔۔فرشتے فرعون والوں سے کہیں گے۔۔۔

کہ تم سب داخل ہو جاؤ سخت عذاب میں۔

وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ

اور جب حجت بازی کریں گے جہنم میں، تو کہیں گے اُن کے کمزور لوگ اُنہیں، جو بڑے بنتے تھے کہ "بے شک ہم تو تھے تمہارے پیچھے

تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾

چلنے والے، تو کیا تم لوگ ہٹا لوگے ہم سے کچھ حصہ آگ سے؟"●

(اور جب حجت بازی کریں گے جہنم میں) باہم دوزخی، (تو کہیں گے اُن کے کمزور لوگ) ضعیف، بے چارے اور کمترین سمجھے جانے والے لوگ (اُنہیں)، یعنی اُن سے (جو بڑے بنتے تھے) وہ سرکش اور مغرور جو اپنی قوم میں بڑے اور معزز سردار سمجھے جاتے تھے (کہ بے شک ہم تو تھے تمہارے پیچھے چلنے والے، تو کیا تم لوگ ہٹا لوگے ہم سے کچھ حصہ آگ سے؟)۔یعنی تم نے ہم کو شرک اور انبیاء کی تکذیب کی طرف بُلایا اور دوزخ میں ہمارے داخل ہونے کا سبب تمہیں ہوئے، تو کیا اب تم ہمارے عذاب میں تخفیف کرا سکو گے، اور عذاب کا کچھ حصہ دفع کرا کے ہماری اذیت کم کرا سکو گے۔اِس کا۔۔۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾

جواب دیا جو بڑے بنتے تھے کہ "واقعہ تو یہ ہے ہم سبھی اُسی میں ہیں۔" بے شک اللہ نے فیصلہ فرما دیا بندوں کے درمیان●

(جواب دیا) اُن کے سرداروں نے (جو بڑے بنتے تھے، کہ واقعہ تو یہ ہے ہم سبھی اِسی میں ہیں) تو تم سے عذاب کو کیوں کر روکیں۔اور اگر ہم کو عذاب دفع کرنے کی قدرت ہوتی، تو پہلے اپنے اُوپر سے عذاب دفع کرتے۔(بے شک اللہ) تعالیٰ (نے فیصلہ فرما دیا بندوں کے درمیان) اور ہر ایک کو ایسی جگہ بھیجا ہے جو جگہ اُس کے لائق ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا

اور بول پڑے جو آگ میں ہیں جہنم کے داروغوں کو کہ "دُعا کرو اپنے رب سے کہ ہلکا کر دے ہم سے

يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾

ایک دن عذاب"●

(اور بول پڑے) وہ لوگ (جو) دوزخ کی (آگ میں ہیں) ایک دوسرے سے ناامید ہو چکنے کی صورت میں (جہنم کے داروغوں کو، کہ دُعا کرواپنے رب سے کہ ہلکا کردے ہم سے ایک دن عذاب)، یعنی دُنیا کے دنوں میں سے ایک دن کی مقدار ہم پر سے عذاب اٹھالے، تا کہ ہم کچھ راحت لے لیں۔

قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ

اُنہوں نے پوچھا کہ "کیا نہیں آتے تھے تمہارے پاس تمہارے رسول روشن نشانیوں کے ساتھ۔" سب بولے، "کیوں نہیں۔"

وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ ع ٥

تو جواب دیا کہ "پھر تمہیں دُہائی مچاؤ۔" اور نہیں ہے کافروں کی دُعا مگر بے کار●

(اُنہوں نے پوچھا کہ کیا نہیں آتے تھے تمہارے پاس تمہارے رسول) یعنی وہ رسول جو تمہاری ہدایت کے لیے بھیجے گئے، (روشن نشانیوں) اور ظاہر معجزوں (کے ساتھ؟) اور انہوں نے تم کو خدا کی طرف بُلایا۔ (سب) دوزخی (بولے، کیوں نہیں)۔ مگر ہم نے اُن کی تکذیب کی۔ (تو جواب دیا) دوزخ کے فرشتوں نے (کہ) جب یہ حال ہے، (پھر تمہیں دُہائی مچاؤ) اور عذاب کی تخفیف چاہو۔ کیونکہ ہم کو تم ایسے کافروں کے واسطے دُعا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ پھر وہ کافر دُعا کریں گے اور اُن کی دُعا قبول نہ ہوگی۔ (اور) وہ اس لیے کہ (نہیں ہے کافروں کی دُعا مگر بیکار) باطل، ضائع ہونے والی، قبول نہ ہونے میں۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾

بے شک ہم ضرور مدد فرمائیں گے اپنے رسولوں کی اور اُن کی جو ایمان لائے، دُنیاوی زندگی میں، اور جس دن کھڑے ہوں گے گواہ لوگ

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آلِ فرعون کے مردِ مؤمن کو فرعون کی سازشوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ اور اِس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد فرمائے گا۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

(بے شک ہم ضرور مدد فرمائیں گے اپنے رسولوں کی اور اُن کی جو ایمان لائے، دُنیاوی زندگی

میں)۔یعنی اِس جہان میں بھی ہم رسولوں کی نصرت کرتے ہیں اُن کے دشمنوں کو ہلاک کر کے،اور اُن کو اور اُن کے تابعوں کو نجات دے کر۔اور اگر قتل ہو جائیں تو قاتلوں سے انتقام لے کر۔۔۔

جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتلِ ناحق کے وبال میں ستر ہزار آدمی قتل ہوئے، جو حضرت یحییٰ کے قتل سے راضی تھے۔رسولوں اور مؤمنین کی نصرت کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ دلائل اور حجت سے اُن کی مدد فرمائی جائے۔یہ مدد ہمیشہ قائم رہتی ہے۔۔یا یہ کہ۔۔اللہ تعالیٰ تعریف وتحسین سے اُن کی مدد فرمائے۔کیونکہ ظالم اِس پر قادر نہیں ہے کہ لوگوں کی زبانوں سے اُن کی تعریف وتحسین سلب کر لے۔۔یا یہ کہ۔۔اُن پر آنے والی مشکلات کے عوض اُن کے درجات بلند کر دیئے جائیں۔

یہ تو رہی اِس دُنیا کی مدد (اور) علاوہ ازیں اُن کی اُس دن بھی مدد کی جائے گی (جس دن کھڑے ہوں گے گواہ لوگ)۔یعنی ایک گروہ لوگوں کی گواہی دے گا اور وہ انبیاء علیہم السلام ہوں گے اور امتِ محمدی کے لوگ۔اور وہ دن ایسا ہو گا کہ۔۔۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

جس دن نہ کام آئے گی ظالموں کے اُن کی تاویل،اور اُنہیں کے لیے پھٹکار ہے اور اُنہیں کے لیے دارِ آخرت کی خرابی ہے●

(جس دن نہ کام آئے گی ظالموں کے اُن کی) معذرت آمیز (تاویل)،اس واسطے کہ اُس دن معذرت باطل ہے،اور قبول کا محل نہیں رکھتی۔(اور انہیں کے لیے پھٹکار ہے)،یعنی رحمتِ الٰہی سے دُوری ہے۔(اور انہیں کے لیے دارِ آخرت کی خرابی ہے)۔

اِس آیت میں مؤمنین کے عظیم ثواب کی خبر دی جا رہی ہے کہ مؤمنین جنت میں بلند درجات پر فائز ہوں گے اور اُن کے مخالف اور دشمن ذلت میں ہوں گے۔اِس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور مؤمنین کی دُنیا و آخرت میں نصرت فرماتا ہے۔سو اِن دو آیتوں میں رسولوں اور ایمان والوں کی دُنیا میں نصرت فرمانے کی ایک نوع بیان فرما رہا ہے۔۔۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى

اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو ہدایت،اور وارث بنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا● ہدایت

وَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾

ونصیحت عقل والوں کے لیے۔

(اور) ارشاد فرما رہا ہے کہ (بے شک دی ہم نے موسیٰ کو ہدایت) یعنی وہ چیز جس کے سبب سے ہدایت پاتے ہیں، جیسے معجزے اور شریعتوں کے صحیفے۔ (اور وارث بنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا) یعنی توریت کا، جس کو ہم نے اُن کے درمیان باقی رکھا، تا کہ اُس کی برکت کی جہت سے راہ پائیں۔۔یا۔۔وہ کتاب (ہدایت ونصیحت) ہے (عقل والوں کے لیے) جن کی عقلیں سلیم ہیں۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

تو صبر کرتے رہو، بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور بخشواتے رہو اپنے وابستوں کو، اور پاکی بولتے رہو اپنے رب کی حمد

بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

کے ساتھ شام وصبح۔

(تو) اَے محبوب! کفار کی ایذاء پر (صبر کرتے رہو، بلاشبہ) انبیاء کی نصرت اور دشمنوں کی ہلاکت کے باب میں (اللہ) تعالیٰ (کا وعدہ حق ہے)۔یعنی سچ ہے جو ہو کے رہے گا۔(اور بخشواتے رہو اپنے وابستوں کو)۔یعنی اپنی امت کے واسطے طلبِ مغفرت کرتے رہو، کہ وہ تمہاری جناب میں امیدوار ہیں۔۔یا۔۔ ہر ہر گھڑی رفع درجات کے لیے عبادت کے ساتھ ساتھ کثرت سے استغفار کرتے رہو۔

۔۔چنانچہ۔۔آپ روزانہ بلاناغہ کم از کم ستّر بار استغفار ضرور فرماتے تھے، اور اِس انداز سے امت کی تعلیم وتربیت فرماتے تھے، تا کہ آپ کی اتباع میں وہ بھی بکثرت استغفار کرتے رہیں اور خلافِ اولیٰ انجام دینے پر بھی، جو بنیادی طور پر گناہ نہ سہی، توبہ واستغفار کرنے کی عادت بنالیں، اور اِس طریقے سے یَاغَفَّارُ کی تسبیح پڑھتے رہیں۔اور جب اِس عملِ استغفار کی مخلصانہ ثابت قدمی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہیں جو مغفرت حاصل ہوگی، وہ نبی کریم ہی کی تعلیم وتربیت کا ثمرہ ہوگی، اور اُس کو نبی کریم ہی کا بخشوانا قرار دیا جائے گا۔

تو اَے محبوب! اپنے وابستگانِ دامن کے لیے دُعائے مغفرت کرتے رہو، (اور پاکی بولتے

رہواپنے رب کی حمد کے ساتھ) یعنی سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہاکرو(صبح وشام)۔
منقول ہے کہ کفار قرآن نازل ہونے ،اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہوکر اٹھنے کے باب میں جھگڑا کرتے تھے۔تو حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی۔۔۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ

بے شک جو جھگڑا نکالیں اللہ کی آیتوں میں ،بغیر کسی سند کے جو آئی ہواُن کے پاس ،نہیں ہے اُن کے سینوں میں

اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۵۶﴾

مگر بڑائی کی ہَوس ،جس تک وہ پہنچنے والے نہیں ،تو پناہ لو اللہ کی ۔ بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے●

(بے شک جو جھگڑا نکالیں اللہ) تعالیٰ (کی آیتوں میں) ،یعنی انہیں باطل ثابت کرنے اور انہیں دفع کرنے کی جدو جہد کریں ،اور وہ بھی (بغیر کسی سند کے جو آئی ہواُن کے پاس) ،آسمان پر سے ۔۔یا۔۔وہ کوئی معقول بات ہو۔ سچی بات تو یہ ہے کہ (نہیں ہے اُن کے سینوں میں مگر بڑائی کی ہَوس)۔ یعنی حق بات سے سرکشی ۔۔یا۔۔سرداری کا ارادہ ۔۔یا۔۔حکومت کا قصد ۔۔یا۔۔عظمتِ موہوم ،(جس تک وہ پہنچنے والے نہیں ،تو پناہ لو اللہ) تعالیٰ (کی) اُن کے شر سے ۔(بے شک وہی سننے والا) ہے اُن کے اقوال کو اور (دیکھنے والا ہے) اُن کے افعال کو۔

مذکورہ بالا ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ۔۔۔

جس بڑائی کی یہ کفار ہَوس کررہے ہیں وہ کبھی اُن کے ہاتھ نہیں آئے گی ،کیونکہ بالآخر مکہ مکرمہ اَے محبوب ! آپ کے ہاتھوں فتح ہوگا ،اور آج جو لوگ چودھری بنے ہوئے ہیں کل وہ سب آپ کے ماتحت ہوں گے ،اور سب کی گردنیں آپ کی تلوار کے نیچے ہوں گی ۔سو آپ اُن کی سازشوں کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کریں ۔ بے شک اللہ اُن کی باتوں کو خوب سننے والا ہے ،اور اُن کے کاموں کو اچھی طرح دیکھنے والا ہے ۔پس وہ آپ کو اُن کی سازشوں کے شر سے محفوظ اور ماموں رکھے گا ،اور آپ کو اُن کے اوپر غالب کردے گا۔

ہر چند یہ آیت اُن کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہیں ،جو اپنی بڑائی کی ہَوس میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا اِنکار کرتے تھے ۔لیکن دراصل یہ آیت اُن تمام بدمذہب اور مبتدعین کو شامل ہے ،جن کے سامنے مذہبِ حق پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں ،اور وہ اُن کو صرف اس

لیے نہیں مانتے کہ اگر اُن دلائل کو تسلیم کرلیا، تو اُن دلائل پر مبنی مذہبِ حق کو بھی ماننا پڑے گا، اور اس کو ماننے میں اُن کی بڑائی میں فرق آئے گا۔

ایسے ضدی، معاند اور جھگڑالو لوگ ہر دَور میں ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ایسے لوگوں کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فتنہ کوئی بھی ہو، کیسا بھی ہو، اور کسی بھی دَور میں ہو اُس سے پناہ مانگنی ہی چاہیے۔۔ چنانچہ۔۔ سرکار نے ارشاد فرمایا کہ "دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ طلب کرو" اِس پر مسلمانوں نے کہا کہ "ہم دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں"۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دَور کے ضدی، ہٹ دھرم اور معاند لوگ، بہت بڑا فتنہ ہیں اور اُن کا فتنہ دجال کے فتنے سے کم نہیں، تو ہم سب کو اُن فتنوں سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔ اُن فتنہ گروں میں ایسے بھی کم عقل لوگ تھے، جو یہ تو مانتے تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، لیکن یہ بھی کہتے تھے کہ انسانوں کے مرنے کے بعد اُن کو دوبارہ پیدا کرنا ممکن نہیں۔ حالانکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو ایک چیز کے بنانے پر قادر ہو وہ اُس جیسی دوسری چیز کے بنانے پر بھی قادر ہوتا ہے۔ اور جو ایک چیز کے بنانے پر قادر ہو وہ اُس سے کم درجہ کی چیز بنانے پر بطریقِ اولیٰ قادر ہوتا ہے۔ اور یہ وہ اصول ہیں جو ہر صاحبِ عقل کے نزدیک مسلّم ہیں۔ اور اُن اصولوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اُن کا رَد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ۔۔۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ

یقیناً پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کا زیادہ بڑی بات ہے انسان کے پیدا کرنے سے، لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾

اُن کے بہتیرے نادان محض ہیں●

(یقیناً پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کا زیادہ بڑی بات ہے انسان کے پیدا کرنے سے)، تو جو قادر ہو آسمان و زمین پیدا کرنے پر باوصف اُن کی عظمت اور وسعت کے، پہلے پہل بے اصل اور بے مادہ کے، البتہ وہ قادر ہوگا آدمی کو دوبارہ پیدا کرنے پر اصل اور مادہ سے، **(لیکن اُن کے بہتیرے نادان محض ہیں)** نہیں جانتے کہ پیدا کرنا آسان ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور نہیں برابر ہے اندھا اور آنکھ والا۔۔اور جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں،

وَلَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾

اور گنہگار۔کم ہی سوچتے ہو●

(اور) ظاہر ہے کہ (**نہیں برابر ہے اندھا اور آنکھ والا**)۔یعنی جو شخص اِس کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور قیامت اور حشر ونشر پر استدلال کرتا ہے، وہ اُس شخص کے برابر نہیں ہے جو اپنے مشرک آباء واجداد کی اندھی تقلید میں اُن حقائق کا اِنکار کرتا ہے۔(اور) نہ ہی مؤمنین صالحین (**جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں**) برابر ہیں اُن کے جو بدکار (**اور گنہگار**) ہیں۔تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو، کیونکہ (**کم ہی سوچتے ہو**) اور زیادہ غور وفکر اور عقلِ سلیم سے کام نہیں لیتے۔

إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾

بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اِس میں ذرا بھی شک نہیں، لیکن بہتیرے لوگ نہیں مانتے●

اِس سے پہلی آیتوں میں قیامت کے امکان پر دلائل قائم فرمائے تھے اور اِس آیت ۵۹ میں قیامت کے وقوع کی خبر دی ہے۔اور قیامت کے وقوع کی خبر دینے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح دُنیا میں کافر ومؤمن برابر نہیں، اُسی طرح عقبیٰ میں بھی یہ دونوں برابر نہ ہوں گے۔ایک جنت کے درجوں میں ساکن ہوگا اور ایک دوزخ کے درکوں میں مقیم ہوگا۔اور جب ثابت ہوگیا کہ نیک کام کرنے والے اور بُرا کام کرنے والے ثواب اور عذاب میں برابر نہیں۔اور دُنیا تکلیف کا گھر ہے، تو دوسرا گھر ضرور ہے جہاں جزا پائیں، اور وہ قیامت میں ہوگا۔۔تو۔۔

(**بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اِس میں ذرا بھی شک نہیں**) اس لیے کہ سب رسولوں نے قیامت واقع ہونے کا وعدہ کیا ہے، (**لیکن بہتیرے لوگ**) اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے (**نہیں مانتے**) اور محسوسات کی اُلفت کے سبب سے اُس کی تصدیق نہیں کرتے۔اور جب یہ طے ہے کہ قیامت ضرور بالضرور آئے گی، اور اس وقت کی خیر وعافیت ربِّ کریم کے فضل وکرم ہی سے وابستہ ہے، اور خدا کے حضور میں ہی سرِ نیاز جھکانا وہاں کام آئے گا، پھر خدا ہی کی بارگاہ میں ہر ہر مقام کی خیر وعافیت کے لیے دستِ دُعا بلند کرنا چاہیے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ

اور فرمایا تم لوگوں کے رب نے کہ "دُعا کرو مجھ سے، میں قبول فرمالوں گا تمہارے لیے۔" بے شک جو کھنچیں بڑائی میں

عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۝۶۰

میری عبادت سے، تو جلد ہی جائیں گے جہنم ذلیل ہو کر●

(اور) اَے ایمان والو! یہ تو کرم بالائے کرم ہے کہ خود ہی (**فرمایا تم لوگوں کے رب نے، کہ دُعا کرو مجھ سے، میں قبول فرمالوں گا تمہارے**) فائدہ کے (**لیے**)۔ یعنی تم میری مخلصانہ عبادت کرو، تا کہ میں تمہیں ثواب دوں۔

دُعا سے مراد عبادت ہے۔ اِس کی تائید اِس قول سے بھی ہوتی ہے کہ۔۔۔

(**بے شک جو کھنچیں بڑائی میں میری عبادت سے تو جلد ہی جائیں گے جہنم ذلیل ہو کر**) اپنی سرکشی کے نتیجے میں۔

بعضوں نے کہا کہ دُعا استغاثہ کے معنی میں ہے۔۔یعنی۔۔

فریاد چاہو مجھ سے عاجزی کے وقت، کہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں۔

اور علماء کے ایک گروہ کے قول کے موافق دُعا سے 'سوال' مراد ہے۔۔یعنی۔۔

تم مجھ سے سوال کرو تا کہ میں تم کو عطا کروں اِس واسطے کہ میری رحمت کا خزانہ بھرا ہوا ہے، اور میرا کرم آرزوئیں بَر لانے والا ہے۔ کون فقیر ایسا ہے جس نے میرے سامنے ہاتھ پھیلایا، اور میں نے نقد مراد اُس کے ہاتھ پر نہیں رکھ دیا۔

بعضوں نے کہا دُعا 'ثنا' کے معنی میں اور استجابت 'قبول' کے معنی میں ہے۔۔یعنی۔۔

میری حمد وثنا کرو تا کہ اپنے فضلِ کامل سے تمہاری حمد وثنائے ناقص قبول کروں۔

۔۔یا۔۔دُعا سے توبہ مراد ہے، اس واسطے کہ توبہ کرنے والا خدا کو پکارتا ہے اُس کی طرف رجوع کرنے کے وقت، اور اجابت سے توبہ قبول کرنا مراد ہے۔۔یعنی۔۔

توبہ کرو تا کہ میں تمہاری توبہ قبول کروں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے رات کو کہ آرام کرو اُس میں، اور دن کو سب کچھ دکھا دینے والا۔ بے شک اللہ

لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾

فضل والا ہے لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں●

اِس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دُعا کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ اپنی ضرورت کا سوال مجھ سے کرو، میں تمہارے سوال کو پورا کروں گا۔ اِس آیت میں اور اِس کے بعد کی آیات میں اِس پر دلائل قائم فرمائے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ہر سوال کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ اِن آیات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر، اُس کی توحید پر اور اُس کی قدرت پر دلائل ہیں۔ پہلی تین۳ آیتوں کا تعلق آسمان سے ہے، اور بعد کی آیتوں کا تعلق زمین اور زمین کی مخلوق سے ہے۔۔چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

(اللہ) تعالیٰ وہ **(ہے، جس نے بنایا تمہارے لیے رات کو)** اندھیری ٹھنڈے مزاج کے ساتھ، تا **(کہ آرام کرو اُس میں)**۔ یعنی رات کو بیکار اور عبث حرکتوں میں جاگ کر نہ گزارو اور آرام کر کے حواس کو سکون پہنچاؤ۔ **(اور)** بنایا **(دن کو سب کچھ دکھا دینے والا)**، روشن کرنے والا گرم مزاج کے ساتھ، تاکہ دیکھو چیزیں اور معاش حاصل کرنے میں تمہاری حرکتیں قوی ہو جائیں۔ **(بے شک اللہ)** تعالیٰ **(فضل والا ہے لوگوں پر)**، دن رات پیدا کر کے۔۔یا۔۔آدمیوں کو پیدا کر کے اور روزی دے کر۔۔یا۔۔ایسے امور مرتب فرما کر جس کے سبب سے اُن کے نفس اور مال میں مصلحتیں قائم ہیں۔ **(لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں)** کہ اپنے منعم حقیقی کی بارگاہ میں سرِ نیاز اور جبینِ عبادت نہیں جھکاتے۔۔ بلکہ۔۔اُس کی عطا کردہ نعمتوں کو خود اُس کی نافرمانی میں خرچ کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا فضل و کرم فرمانے والا۔۔۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَأَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ وقف لازم

یہ ہے اللہ، تمہارا رب، پیدا فرمانے والا ہر چاہے کا۔ نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل اِس کے سوا، تو کہاں اوندھائے جاتے ہو●

كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

اُسی طرح اوندھائے گئے وہ، جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے●

(یہ ہے اللہ) تعالیٰ جو **(تمہارا رب)** اور **(پیدا فرمانے والا ہر چاہے کا)** ہے، **(نہیں ہے کوئی)** معبود **(پوجنے کے قابل اِس کے سوا، تو کہاں اوندھائے جاتے ہو؟)** یعنی کس وجہ سے پھیرے جاتے

ہواُس کی عبادت سے اُس کے غیر کی عبادت کی طرف۔ جس طرح پھیری گئیں یہ قومیں، (اُسی طرح اوندھائے گئے وہ) لوگ (جو اللہ) تعالیٰ (کی آیتوں کا اِنکار کرتے تھے) اور عناد کی رُو سے انہیں قبول نہیں کرتے تھے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کو اور آسمان کو قبہ، اور صورت بنائی تمہاری تو حسین بنایا تمہاری صورتوں کو،

وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾

اور روزی دی تمہیں پاکیزہ۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب۔ تو برکت والا ہے اللہ، سارے جہان کا پالنہار●

(اللہ) تعالیٰ (ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کو) قرار اور آرام کی جگہ، کہ اِس پر چلتے پھرتے ہو اور لیٹتے ہو، (اور) بنایا (آسمان کو قبہ) یعنی کردیا آسمان کو تمہارے سروں پر اٹھا ہوا سائبان کی طرح۔ (اور صورت بنائی تمہاری) اَے آدمیو! (تو حسین بنایا تمہاری صورتوں کو)۔ یعنی تمہارے قد سیدھے کیے اور چہرے دلکش، اور اعضاء ایک دوسرے کے مناسب پیدا کیے۔ (اور روزی دی تمہیں پاکیزہ) چیزوں میں سے، یعنی کھانے کی لذیذ چیزیں اور تمہاری روزی کو ممتاز کردیا حیوانات کی روزی سے۔

'بحرالحقائق' میں فرمایا ہے کہ انسان کی صورت کا حسن اِس بات میں ہے کہ وہ آئینۂ جہاں نما ہے۔ سب علوی اور سفلی حقائق اور ظاہری باطنی دقائق کو جامع ہے، اور ذات اور صفات کی معرفت کے انوار حقیقت جامعہ سے ظاہر ہیں۔

(یہ ہے اللہ) تعالیٰ (تمہارا رب) جس نے ایسی صورت بنائی، (تو برکت والا) بزرگ و برتر (ہے اللہ) تعالیٰ (سارے جہان کا پالنہار)۔ یعنی سارے اہلِ عالَم جن وانس وغیرہ کا پروردگار ہے۔

هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

وہی زندہ ہے، نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل اُس کے سوا، تو دُہائی دو اُس کی مخلصانہ عقیدہ سے۔ ساری حمد اللہ کی، رب

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

سارے جہان کا● کہہ دو کہ "بے شک میں روکا گیا ہوں، کہ پوجوں جن کی دُہائی دیتے ہو تم اللہ کے خلاف،

لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾

جب کہ آگئیں میرے پاس روشن نشانیاں میرے رب کی طرف سے۔اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سر جھکادوں رب العالمین کے لیے"●

(وہی زندہ ہے) یعنی حیاتِ ازلی کے ساتھ اکیلا ہے،تو (نہیں ہے کوئی) معبود (پوجنے کے قابل اُس کے سوا،تو دُہائی دو اُس کی مخلصانہ عقیدہ سے)، اِس حال میں کہ پاک کرنے والے ہو اُس کے واسطے اپنا دین شرک سے۔۔یا۔۔اپنی عبادت ریا سے۔اور کہو (ساری حمد اللہ) تعالیٰ (کی، رب سارے جہان کا)۔یعنی پروردگار ہے سب اہلِ عالَم کا۔

اور اَے محبوب! جو تم سے یہ کہتے ہیں کہ "اپنے مشرک باپ دادا کے دِین پر متدین ہو جاؤ" اُن سے جواباً (کہہ دو کہ "بے شک میں روکا گیا ہوں کہ پوجوں) اُن کو (جن کی دُہائی دیتے ہو تم اللہ) تعالیٰ (کے خلاف) یعنی اُس کے سوا، (جب کہ آگئیں میرے پاس روشن نشانیاں) یعنی واضح دلیلیں اور آیتیں، (میرے رب کی طرف سے۔اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سر جھکادوں رب العالمین کے لیے) اور مطیع ہو جاؤں اہلِ جہان کے پروردگار کے واسطے۔اور بے شک وہی ہے کہ اُس کی مخلصانہ عبادت و اطاعت کی جائے، کیونکہ وہ قادرِ مطلق اور خالقِ کائنات ہے۔۔چنانچہ۔۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ

وہی ہے جس نے پیدا فرمایا تمہیں مٹی سے، پھر ایک قطرے سے، پھر لوتھڑے سے،

ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ج

پھر نکالا کرتا ہے تمہیں بچہ، پھر تا کہ پہنچو اپنے زور کو، پھر تا کہ ہو جاؤ بڈھے۔

وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى

اور کوئی ہے جو وفات دیا جاتا ہے پہلے ہی، اور تا کہ پہنچ جاؤ اپنی مدتِ معین کو،

وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

اور تا کہ تم عقل سے کام لو●

(وہی ہے جس نے پیدا فرمایا تمہیں) یعنی تمہارے دادا آدم کو (مٹی سے، پھر) تم کو اَے آدمیو! پیدا فرمایا (ایک قطرہ سے، پھر لوتھڑے سے)، کہ چالیس دن کے بعد منی تھکے کی صورت میں ہو جاتی ہے۔(پھر نکالا کرتا ہے تمہیں) یعنی تم میں سے ہر ایک کو ماں کے شکم سے (بچہ) بنا کر۔(پھر)

روک رکھتا ہے تم کو (تاکہ پہنچو) تم (اپنے زور کو) یعنی اپنی کمالِ قوت کو کہ منتہائے شباب ہے، (پھر) اُس درجے سے بڑھتے ہو (تاکہ ہو جاؤ بڈھے۔اور) تم میں سے (کوئی ہے جو وفات دیا جاتا ہے) جوان اور بوڑھا ہونے سے (پہلے ہی، اور) باقی رکھتا ہے تم کو (تاکہ پہنچ جاؤ اپنی مدتِ معین کو) کہ وہ موت کا وقت ہے۔ (اور) یہ سب اس لیے، (تاکہ تم عقل سے کام لو) اور غور وفکر کرو اپنی پیدائش میں، اور ایک درجے سے دوسرے درجے پر منتقل ہونے پر۔۔اور۔۔

هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۶۸

ع ۸ / ۱۲

وہی ہے جو زندہ فرمائے اور مارے۔ چنانچہ جب چاہا کسی اَمر کو، تو بس فرما دیتا ہے اُسے کہ "ہوجا" تو وہ ہو جاتا ہے●

(وہی ہے جو زندہ فرمائے اور مارے۔۔چنانچہ۔۔جب چاہا کسی امر کو، تو بس فرما دیتا ہے اُسے، کہ 'ہوجا' تو وہ ہو جاتا ہے)۔ یعنی جس وقت وہ کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے اور تکوین کا ارادہ کرتا ہے اور کسی شے کو مقدر کرنا چاہتا ہے، اور چاہتا ہے کہ وہ ہو جائے، تو بے شک اُسے کہتا ہے 'ہوجا'، تو وہ ہو جاتی ہے بغیر کسی توقف اور دیر کے۔ کیونکہ اُس تکوین کو آلہ اور وقت وفرصت کی محتاجی نہیں۔

اِس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ وہ جب چاہتا ہے جس کو پیدا فرمانا چاہتا ہے اس کو پیدا فرما دیتا ہے، تو پھر اُس کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ وہ قیامت کے بعد صرف ایک لفظ كُنْ فرمائے گا اور تم سب جیتے جاگتے انسان بن کر کھڑے ہو جاؤ گے۔

یہ معاندین اور مکذبین بھی عجیب تھے، جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور قرآنی دلائل کا رَد کرنے کے لیے بے جا حجت بازی سے کام لیتے تھے، جب کہ یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی رسالت کے ثبوت میں بالکل واضح ہیں۔ اور اگر انصاف سے اِن آیات کو پڑھا جائے اور اِن پر ٹھنڈے دِل سے غور کیا جائے، تو انسان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے جدال ونزاع کرنے والوں کی اِس سورت میں بھی کئی جگہ مذمت کی ہے، یا تو اس لیے کہ مجادلین متعدد اقوام تھیں۔۔یا یہ کہ۔۔مختلف انداز سے جھگڑا کرتے تھے۔۔یا یہ کہ۔۔صرف تاکید مقصود ہے۔ اِس کے علاوہ دیگر سورتوں میں بھی اُن مجادلین کی مذمت کی ہے۔ ایک آیت میں اُن کے جھگڑنے کی نوعیت یہ بیان فرمائی، کہ یہ

آپ ﷺ اور اللہ کے پیغام کی تکذیب کرتے تھے۔ اور چونکہ وہ آپ کے مکذب تھے اِسی لیے آپ سے جھگڑا کیا کرتے تھے۔۔ الختصر۔۔ یہ تکذیب ہی ایک طرح کا جدال ونزاع ہے۔ اُسی کے تعلق سے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَے محبوب!۔۔۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾

کیانہیں دیکھا تُو نے اُنہیں جو جھگڑے نکالتے ہیں اللہ کی آیتوں میں، کہ کہاں پھیر دیے گئے●

(**کیانہیں دیکھا تُو نے انہیں جو جھگڑے نکالتے ہیں اللہ**) تعالیٰ (**کی آیتوں میں**)، یعنی جو کافر قرآن کی آیتوں کے منکر ہیں، (**کہ کہاں پھیر دیے گئے**) اور کس طرح گھما دیئے گئے اُس کی تصدیق کی طرف سے۔ اُنہیں تو تصدیق کرنی چاہیے تھی وہ تکذیب کر بیٹھے، اور قرآنِ کریم کی حقانیت کے واضح دلائل سے آنکھیں چرالیں۔ یہ جھگڑا کرنے والے وہ لوگ ہیں۔۔۔

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۟ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾

جنہوں نے جھٹلایا کتاب کو، اور جس چیز کے ساتھ بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کو۔۔تو جلد ہی معلوم کرلیں گے●

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ۙ

جب کہ طوق اُن کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جائیں گے● کھولتے پانی میں۔۔

ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

پھر جہنم میں جھونک دیے جائیں گے●

(**جنہوں نے جھٹلایا کتاب کو**) یعنی قرآن کو۔۔یا۔۔سب آسمانی کتابوں کو، (**اور**) اِنکار کر دیا اُس چیز کا بھی (**جس چیز کے ساتھ بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کو**)، یعنی رسولوں کی طرف سے پیش کردہ احکام اور اُن کی شریعتوں کے بھی منکر ومکذب ہو گئے۔ (**تو جلد ہی معلوم کرلیں گے**) تکذیب اور انکار کا انجام، (**جبکہ**) آگ کے (**طوق اُن کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں**) بھی اس میں ہوں گی، (**گھسیٹے جائیں گے**) منہ کے بل زنجیریں پکڑ کر تا کہ اُن کو ڈال دیں (**کھولتے پانی میں۔ پھر جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے**) یعنی کھولتے پانی اور آگ کے ذریعہ انواع عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا

پھر فرمان ہوگا اُنہیں کہ "کہاں ہیں جن کو شریک بناتے تھے تم ؟● اللہ کے خلاف۔" جواب دینا پڑا اُنہیں کہ "وہ تو کھو گئے ہم سے،"

بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾

بلکہ ہم دُہائی دیتے ہی نہ تھے پہلے کسی کی۔ اِسی طرح بے راہ رکھتا ہے اللہ کافروں کو●

(پھر فرمان ہوگا انہیں کہ کہاں ہیں جن کو شریک بناتے تھے تم ؟● اللہ) تعالیٰ (کے خلاف) جنہیں تم نے خدا کا مدمقابل سمجھ رکھا تھا۔ جواب دیے بغیر کوئی چارۂ کار نہ تھا اس لیے، **(جواب دینا پڑا انہیں، کہ وہ)** شریک کیے ہوئے **(تو کھو گئے ہم سے)** اور اب ہم اُن کو نہیں پاتے، وہ ہماری آنکھوں سے چھپ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ اُن کے سامنے پڑے ہوں گے انہیں مٹا نہیں دیا جائے گا۔

--یا یہ کہ-- اللہ تعالیٰ اُن منکرین سے اُن کے معبود کو دُور کر دے گا، ایسا کہ آپس میں ملنا ممکن نہ ہو۔ اس لیے کہ جہنم کے متعدد مقامات اور مختلف طبقات ہیں --یا-- اِس کا معنی یہ ہے کہ---

وہ بت ہمارے سے ضائع ہو گئے کہ اُن سے جو ہم امیدیں وابستہ رکھتے تھے وہ ہم پا نہیں سکتے۔ ہم تو اُن سے امداد کی توقع رکھتے تھے، انہوں نے ہم کو بلا میں چھوڑ دیا۔ ہم انہیں بہت کچھ سمجھتے تھے، لیکن اب واضح ہوگیا ہے کہ یہ تو بے کار اور غیر معتبر تھے، جو کسی کام کے لائق نہیں۔ **(بلکہ)** حیرت واضطراب کے عالَم میں وہ یہ جھوٹ بھی بول دیں گے کہ **(ہم دُہائی دیتے ہی نہ تھے پہلے کسی کی)**، اور اِس سے پہلے کسی کی عبادت نہ کرتے تھے حالانکہ انہیں بخوبی علم ہوگیا تھا، کہ اِس غلط بیانی سے انہیں کچھ فائدہ حاصل ہونے والا نہیں۔ **(اِسی طرح بے راہ رکھتا ہے اللہ) تعالیٰ (کافروں کو)** --چنانچہ-- اُن کو ایسے عقائد واعمالِ صالحہ نصیب نہ ہو سکے، جو انہیں آخرت میں فائدہ دیتے۔ پھر اُن سے کہیں گے کہ عقبیٰ میں---

---

ذَٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾

یہ بدلہ ہے اُس کا جو تم خوش ہوتے تھے زمین میں ناحق سے، اور جو اِترایا کرتے تھے●

ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٦﴾

داخل ہو جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ کے لیے اِس میں۔ تو کتنا بُرا ٹھکانہ ہے مغروروں کا●

(یہ) آج تمہاری خرابی (بدلہ ہے اُس کا جو تم خوش ہوتے تھے زمین میں)، یعنی دُنیا میں (ناحق سے)، یعنی اُس چیز کے ساتھ جو حق نہ تھی یعنی شرک کے سبب سے۔ (اور جو اترایا کرتے تھے)، یعنی بہ سبب اُس کے کہ تھے تم ناز کرتے اور متکبرانہ انداز سے چلتے تھے۔ تو (داخل ہو جاؤ جہنم کے) ساتوں (دروازوں میں) سے اپنے اپنے اُس دروازے سے، جو تمہارے ہر ہر گروہ کے لیے تقسیم کردیے گئے ہیں۔ یعنی ہر گروہ دوزخ کے ایک درکہ میں داخل ہوگا۔ (ہمیشہ) رہنے (کے لیے اُس میں۔ تو) یہ دوزخ (کتنا بُرا ٹھکانہ ہے مغروروں کا)۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ

تو تم صبر کرتے رہو، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ تو خواہ ہم دکھادیں تمہیں بھی کچھ جس کا وعدہ فرماتے ہیں اُنہیں،

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

یا وفات دیں تمہیں، وہ تو ہماری طرف لوٹائے جائیں گے ●

(تو) اَے محبوب! (تم) قوم کی ایذاء پر (صبر کرتے رہو، بے شک) دوستوں کی نصرت کرنے اور دشمنوں کو ہلاک کرنے کے باب میں (اللہ) تعالیٰ (کا وعدہ حق ہے)، اور بے شک وہ واقع ہوگا۔ (تو خواہ ہم دکھادیں تمہیں بھی کچھ جس کا وعدہ فرماتے ہیں انہیں)، یعنی اُن کے قتل۔۔۔یا۔۔۔قید کا وعدہ، (یا وفات دیں تمہیں) اُس عذابِ موعود کے ظاہر ہونے سے پہلے۔ (وہ تو) بالآخر قیامت کے دن (ہماری طرف لوٹائے جائیں گے) اور اپنی جزا پائیں گے۔ یعنی کسی طرح ہم انہیں نہ چھوڑیں گے۔

۔۔الختصر۔۔حق تعالیٰ نے کفار کا کچھ عذاب۔۔مثلاً: قتل، قید اور قحط وغیرہ آنحضرت ﷺ کو دکھایا، اور باقی اُن کے عذاب عقبیٰ میں دکھائے گا۔ سابقہ آیات میں جن جھگڑالو کافروں کا ذکر فرمایا گیا ہے، اُن میں سے بعض کافر جھگڑے کی راہ سے بہت معجزوں کی فرمائش کرتے تھے، جیسے چشمے جاری ہو جانا، باغ ظاہر کرنا، آسمان پر چڑھ جانا، اُن کے رُوبرو اِس صورت سے جیسا کہ 'سورۂ بنی اسرائیل' میں مذکور ہوا، تو حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی۔۔۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اور بے شک بھیجا ہم نے بہت سے رسول تم سے پہلے، ان میں سے وہ ہیں کہ جن کے واقعات نازل فرمادیے ہم نے تم پر، اور کچھ ہیں

لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ

کہ "قرآن میں جن کا ذکر نہیں بھیجا تم پر۔" اور کسی رسول کا کام نہیں، کہ کوئی نشانی لائے مگر اللہ کے حکم سے۔

فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُ اللّٰهِ قُضِىَ بِالۡحَـقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۷۸﴾ ع ۱۴

تو جہاں آگیا اللہ کا عذاب، فیصلہ کردیا گیا بالکل حق، اور خسارہ اُٹھایا وہاں باطل والوں نے●

(اور) ارشاد فرمایا کہ (بے شک بھیجا ہم نے بہت سے رسول تم سے پہلے)۔ بعض (اُن میں سے وہ ہیں کہ جن کے واقعات نازل فرمادیے ہم نے تم پر، اور کچھ ہیں کہ قرآن میں جن کا ذکر نہیں بھیجا تم پر)۔

قرآنِ کریم میں جن کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، وہ انتیس [۲۹] پیغمبر ہیں۔ اور جن کے واقعات نہیں بیان کیے گئے اُن میں بعض تو وہ ہیں، جن کا نام قرآنِ کریم میں مذکور ہے۔۔ مثلا: الیسع، اور باقی وہ ہیں جن کے نام بھی ظاہر نہیں کیے گئے، تو نہ اُن کے واقعات ہی سے خبر دی گئی اور نا ہی اُن کے ناموں سے۔ مفسروں کا ایک گروہ اِس بات پر ہے کہ سب انبیاء بنی اسرائیل میں آٹھ [۸۰۰۰] ہزار تھے، اور باقی مخلوقات میں چار [۴] ہزار، کل بارہ [۱۲۰۰۰] ہزار ہوئے۔ اور مشہور بات یہ ہے کہ کل انبیاءِ کرام ایک لاکھ چوبیس [۱،۲۴۰۰۰] ہزار تھے، اُن سب پر ایمان لانا ضروری ہے، اور اُن کی تفصیل اور گنتی جاننا اور اُن کو نام ونسب کے ساتھ پہچاننا شرط نہیں ہے۔

۔۔الختصر۔۔ اِس قدر انبیاء ومرسلین آئے، انہوں نے اپنے طور پر کوئی معجزہ نہیں پیش کیا، (اور کسی رسول کا) یہ (کام) بھی (نہیں، کہ کوئی نشانی لائے مگر اللہ) تعالیٰ (کے حکم سے)۔ یعنی اَے کافرو! تم میرے پیغمبر سے معجزوں کی فرمائش کرتے ہو، تو اچھی طرح سن لو! کہ وہ معجزہ دکھانے میں مستقل اور خود مختار نہیں ہیں، کہ میرے بے حکم دکھا سکیں۔ اور معجزہ نہ ظاہر ہونے میں حکمت یہ ہے کہ معجزہ ظاہر ہو جانے کے بعد ایمان نہ لانے پر منکرین پر عذابِ الٰہی نازل ہو جاتا ہے۔

(تو جہاں آگیا اللہ) تعالیٰ (کا عذاب)، تو (فیصلہ کردیا گیا بالکل حق) یعنی راستی کے ساتھ۔ یعنی مشرک عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور مؤمن نجات پاتا ہے۔ (اور) ایسی صورت میں (خسارہ اٹھایا وہاں باطل والوں نے)، یعنی معاند اور جھوٹے لوگوں نے۔ جو معجزۂ نبوت پر دلالت کرتا ہے اُسے دیکھنے کے بعد اور معجزے طلب کرتے ہیں۔ آخر اَے منکرین! تم خدائے قادرِ مطلق کی کن کن نشانیوں کا اِنکار کرو گے۔ کیا تم یہ دیکھتے نہیں کہ۔۔۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾

اللہ نے، جس نے پیدا فرمایا تمہارے لیے چوپائے کہ کچھ سواری کرو اُن کی اور کچھ کھاتے رہو●

وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ

اور تمہارے لیے اُن میں بہتیرے فائدے ہیں، اور تا کہ پہنچو اُن پر لاد کر اپنے دل کے مقصد کو،

وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور اُن پر اور کشتیوں پر سوار کیے جاؤ●

(اللہ) تعالیٰ وہ (ہے، جس نے پیدا فرمایا تمہارے لیے چوپائے کہ کچھ سواری کرو اُن کی) جیسے کہ اونٹ اور گھوڑے وغیرہ، (اور کچھ) اِس لائق ہیں کہ (کھاتے رہو) اُن کا گوشت، جیسے بکری وغیرہ۔ (اور) کچھ ایسے بھی ہیں جو کھانے کے بھی لائق ہیں اور سواری کے بھی، جیسے گائے بیل وغیرہ۔۔الغرض۔۔ (تمہارے لیے اُن میں بہتیرے فائدے ہیں)۔ یعنی اُن چوپاؤں سے تم دودھ اور اون بھی حاصل کرتے ہو (اور) اُن سے یہ بھی فائدہ ہے (تا کہ پہنچو اُن پر لاد کر اپنے دل کے مقصد کو) یعنی اُن سواریوں پر سفر کرتے ہوئے اپنے مال و اسباب کے ساتھ سوار ہو جاؤ، اور پھر تمہیں تجارت کر کے جو منافع و مقاصد جہاں سے حاصل کرنا ہو وہاں جاؤ، اور اپنے دلی مقصد کو حاصل کر لو۔

(اور) خشکی کے سفر میں (ان) چوپاؤں (پر اور) دریا کے سفر میں (کشتیوں پر سوار کیے جاؤ) وہ کشتیاں تمہیں تمہاری مطلوبہ منزل تک پہنچائیں۔ چوپاؤں کو تمہارے قابو میں کر دینا، دریا میں کشتیوں کو سلامتی کے ساتھ منزل تک پہنچانا، اور دریا میں دریائی آفتوں سے تمہیں بچائے رہنا، یہ سب رب کریم کا کرم۔۔۔

وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖۗ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور دکھاتا رہتا ہے تم کو اپنی نشانیاں۔ تو اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرتے رہو گے●

(اور) یہ خدائے قادر کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور وہ اپنے فضل سے (دکھاتا رہتا ہے تم کو اپنی نشانیاں، تو) تم (اللہ) تعالیٰ (کی کن کن نشانیوں کا اِنکار کرتے رہو گے)۔ ایسے ہی غیب کی خبر دینا، چاند کے ٹکڑے کر دینا، یہ سب نبوت کی دلیلیں ہیں، تو تم کن کن دلیلوں کے منکر بنو گے؟

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ

تو کیا نہیں سفر کیا زمین میں؟ کہ دیکھ لیتے کہ کیسا انجام ہوا تھا اُن کا، جو اُن سے

قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ

پہلے تھے۔ تھے وہ کہیں زیادہ اِن سے اور کہیں بڑھ کر قوت اور زمین میں

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

چھوڑی نشانیوں میں اُن سے، تو نہیں کام آئی اُن کے جو وہ کماتے تھے●

(تو کیا) اُن منکرین نے (نہیں سفر کیا) عاد وثمود کی (زمین میں، کہ دیکھ لیتے) اُن کی تباہی کے آثار اور سمجھ لیتے (کہ کیسا انجام ہوا تھا اُن کا جو اِن سے پہلے تھے) اگلی امتوں میں۔ (تھے وہ کہیں زیادہ اِن سے) تعداد میں (اور کہیں بڑھ کر قوت اور زمین میں چھوڑی نشانیوں میں اِن سے)، یعنی اونچے اونچے بلند و بالا مکانات اور قلعوں کی شکل میں بکثرت اُن کی رہائش گاہیں تھیں، لیکن جب اُن پر عذابِ الٰہی نازل ہوا، (تو نہیں کام آئی اُن کے وہ جو کماتے تھے)۔ یعنی مال ومتاع کا اکٹھا کرنا اور لشکر و سپاہ کا آراستہ کرنا، کچھ بھی اُن کے کام نہ آسکا۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ

چنانچہ جب لے آئے اُن کے پاس اُن کے رسول روشن نشانیاں، تو وہ خوش رہے جو کچھ اُن کے پاس تھا علم،

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾

اور آپڑا اُنہیں پر جس کا مذاق اُڑاتے تھے●

(چنانچہ جب لے آئے اُن کے پاس اُن کے رسول روشن نشانیاں) اور کھلے معجزات اور واضح دلائل، (تو) وہ اُن سے متاثر نہ ہوئے، بلکہ (وہ خوش) ہو (رہے) اُس سے (جو کچھ اُن کے پاس تھا علم) اُن کے زعم میں، یعنی جہل کہ اُس کا نام علم رکھا تھا اور اُس سے مراد اُن کے باطل عقیدے اور بے اعتبار شبہے ہیں۔

اور بعضوں نے کہا کہ پیشوں اور تجارتوں کا علم مراد ہے۔۔یا۔۔علم نجوم وغیرہ کہ اُس کے زور پر خوشی سے پھولتے اور انبیاء کرام کے معجزوں کے ساتھ ہنسی کرتے، تو حق تعالیٰ نے اُن کو ہلاک کر دیا۔

(اور) اُن کے کردار کے سبب سے (آپڑا انہیں پر جس کا مذاق اُڑاتے تھے)۔۔چنانچہ۔۔ پکڑا اور گھیر لیا انہیں اُس چیز کی جزا نے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہنسی اور مسخراپن کرتے تھے، کہ دُنیا میں طرح طرح کا عذاب تھا اور عقبیٰ میں اُس وعدہ کو پہنچیں گے جو کچھ وعدہ اُن سے کیا گیا ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ

پھر جب دیکھ لیا ہمارا عذاب، بول پڑے کہ "ہم نے مان لیا ایک اللہ کو، اور انکار کر دیا جسے ہم

مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ

شریک بناتے تھے"۔ تو نہ کام آسکا اُن کے اُن کا اب مان جانا، جب کہ دیکھ چکے ہمارا عذاب۔

سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع

اللہ کا دستور جو ہوتا رہا اُس کے بندوں میں۔ اور خسارہ اُٹھائے وہاں کافر لوگ۔

(پھر جب دیکھ لیا ہمارا عذاب) دُنیا میں اور اس عذاب کی سختی سے باخبر ہوگئے، (تو بول پڑے کہ ہم نے مان لیا ایک اللہ) تعالیٰ (کو)، بے شک وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ (اور انکار کر دیا) اُس کی الٰہیت اور الوہیت کا خدا کے سوا (جسے ہم) خدا کا (شریک بناتے تھے)، یعنی بتوں کے ساتھ ہم نے کفر اختیار کیا۔۔۔(تو نہ کام آسکا اُن کے اُن کا اب مان جانا، جبکہ دیکھ چکے ہمارا عذاب)۔ اِس واسطے کہ جب عذاب دیکھا تو اُس وقت تکلیف اُٹھ جاتی ہے، اور ایمان تکلیف کے زمانے میں مقبول ہے، عذاب دیکھنے کے بعد نہیں۔ یہی (اللہ) تعالیٰ (کا دستور) ہے (جو ہوتا رہا اُس کے بندوں میں)۔ اگلی امتوں میں سے کہ ایمانِ یاس کسی حال میں مقبول نہیں ہے۔ (اور خسارہ اٹھائے وہاں) اس وقت (کافر لوگ) یعنی اُن کا نقصان اس وقت ظاہر ہو گیا، اگرچہ تمام عمر نقصان میں تھے۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ، آج بتاریخ

۲/ جمادی الاوّل ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲۶/ مارچ ۲۰۱۲ء

بروز دوشنبہ، 'سورۃ المومن' کی تفسیر مکمل کر کے سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ کی تفسیر شروع کر دی۔

مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور پورے قرآنِ کریم کے تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے۔

آمِين يَا مُجِيْبَ السَّائِلِيْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَيٰسٓ، وَبِحَقِّ نٓ وَصٓ، وَبِحُرْمَةِ وَبِحَقِّ يَا بُدُّوْحُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ ۴۱ مَکِّیَّۃٌ ۶۱ | آیاتہا ۵۴ رکوعاتہا ۶

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ

سورۃ حم السجدہ۔۔۔۴۱ مکیہ ۶۱ | آیاتہا ۵۴۔۔۔ رکوعاتہا ۶
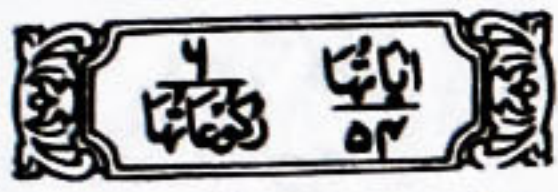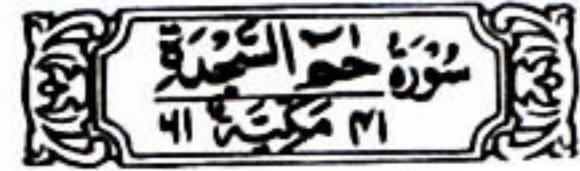
اِس سورت کا نام حٰمٓ السَّجْدَۃِ مشہور ہے۔ حٰمٓ کی وجہ یہ ہے کہ المُؤْمِنْ سے 'الاحقاف' تک سب سورتوں کی ابتداء حٰمٓ سے ہوئی ہے، اور السَّجْدَۃِ اِس لیے کہ اس سورت میں ایک سجدۂ قرآن ہے۔ اِس سورہ کا نام 'سورۂ فصلت' بھی ہے، کیونکہ اِس سورہ کی تیسری آیت میں یہ لفظ مذکور ہے۔ اِس طرح یہ سورت اُن دوسری سورتوں سے ممیز اور ممتاز ہو جاتی ہے، جن کی ابتداء حٰمٓ سے کی گئی ہے۔ حٰمٓ بھی حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ بعض محققین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم حروف مقطعہ میں پوشیدہ ہے، ہر ایک کو اُسے نکالنے میں دسترس نہیں ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ 'ح' اشارہ ہے 'حکمت' کی طرف، اور 'میم' 'منت' کی جانب۔ یعنی اللہ کا احسان ہے مؤمنوں پر حکمت نازل کر کے۔

صاحبِ 'بحرالحقائق' نے فرمایا حٰمٓ اُس چیز کی طرف اشارہ ہے، جو حق تعالیٰ اور اُس کے حبیب کے درمیان راز و نیاز ہے کہ کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل اُس سے آگاہ نہیں۔ اِس واسطے کہ 'ح' اور 'میم' دُو حرف اسم 'رحمٰن' کے درمیان میں ہیں، اور یہی دُو حرف اسم محمد ﷺ کے بیچ میں بھی ہیں، تو اُن دونوں مبارک ناموں کے بیچ میں جو یہ دونوں حرف ہیں خدا اور حبیبِ خدا کے درمیان کسی راز و نیاز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، تو ایسی حکمت والی سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾

ح م ● یہ اُتارا ہے مہربان بخشنے والے کی طرف سے ●

قسم ہے نام رحمٰن اور اسم محمد ﷺ کے درمیانی دُو حرفوں یعنی (ح م) کے بھید کی، کہ (یہ) قرآن (اُتارا ہے مہربان بخشنے والے کی طرف سے)، جو بخشش کرنے والا ہے نفوسِ عوام کو ہدایت کر کے، اور

مہربان ہے قلوبِ خواص کی رعایت فرما کر۔۔۔

اور تَنْزِیْلٌ کو اُن دونوں ناموں کی طرف اضافت کرنا، اِس بات کی دلیل ہوسکتی ہے کہ دینی دنیوی اور باطنی ظاہری مصلحتیں قرآن کے ساتھ بندھی ہوئی ہیں۔

اور یہ اُتاری ہوئی۔۔۔

کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۚ

ایسی کتاب کہ مفصل فرمائی گئیں جن کی آیتیں۔قرآن،عربی زبان میں،اُن کے لیے جو دانا ہیں● خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝۴

تو منہ پھیر لیا اُن کے بہتیروں نے،تو وہ سنتے ہی نہیں●

(ایسی کتاب) ہے، **(کہ مفصل فرمائی گئیں جن کی آیتیں)**۔سب امر و نہی اور وعدہ و وعید کے ساتھ مشرح ہیں۔ اِس حال میں کہ یہ **(قرآن عربی زبان)** میں ہے، تاکہ سہولت کے ساتھ پڑھیں اور سمجھیں اور اس کی آیتوں کی تفصیل کی گئی **(اُن کے لیے جو دانا ہیں)**، یعنی جو جانتے پہچانتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُتری ہے۔ اِس کا پیغام **(خوشخبری دینے والا)** ہے اُن لوگوں کو جو اِس پر عمل کرتے ہیں۔ **(اور ڈر سنانے والا)** ہے اُن لوگوں کو جو اِس پر ایمان نہیں لاتے۔ **(تو منہ پھیر لیا)** یعنی قبول نہیں کیا **(اُن کے بہتیروں نے)** اُن کافروں میں سے۔ **(تو)** ایسا لگا کہ **(وہ سنتے ہی نہیں)**۔۔ یا۔۔اس لیے منہ پھیرا کہ اُسے نہ سنیں۔۔یا۔۔منہ پھیرنے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ ہم اِسے سننا ہی نہیں چاہتے، تو وہ کہہ پڑے۔۔۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَفِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ

اور بولے کہ"ہمارے دِل غلافوں میں چھپے ہیں اِس سے، جس کی طرف تم بلا رہے ہو ہمیں، اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے،

مِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵

اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان پردہ پڑا ہے، تو تم اپنی کرو، ہم بلاشبہ اپنی کرنے والے ہیں"●

(اور بولے کہ ہمارے دِل غلافوں میں چھپے ہیں اُس سے جس کی طرف تم بُلا رہے ہو ہمیں)، یعنی ہم قرآن نہیں سمجھتے اور نہ ہی قرآنی ہدایت کو اپنے دِلوں تک پہنچنے دیتے ہیں۔ **(اور ہمارے کانوں**

میں ڈاٹ ہے) تو اَے محمد ﷺ، جو تم پڑھتے ہواُسے ہم سنتے ہی نہیں، اور اِس کو سمجھنے کے لیے توجہ دیتے ہی نہیں۔ ہم نے اپنی حالت ایسی بنارکھی ہے گویا کہ ہم سنتے ہی نہیں۔ **(اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان پردہ پڑا ہے)** کہ تمہاری نبوت کا جمال ہم نہیں دیکھتے۔۔یا۔۔آڑ ہے کہ ہمیں تجھ سے ملنے نہیں دیتی۔ **(تو تم اپنی کرو)** یعنی اپنے دین پر عمل کرو، اور **(ہم بلاشبہ اپنی کرنے والے ہیں)** یعنی اپنے آئین پر عمل کرنے والے ہیں۔

۔۔یا۔۔اُن سب نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ جو کچھ تم کر سکتے ہو ہمارے حق میں کرو، اور جو کچھ ہم تمہارے ساتھ کر سکتے ہیں اُس میں ہم بھی کمی نہ کریں گے۔ یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ۔۔۔تُو کام کر اپنی آخرت کے واسطے ہم اپنی دُنیا کے لیے کام کرنے والے ہیں۔ کافروں کی لایعنی باتوں کو سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا کس قدر غیر معقول ہے کہ تم میری باتوں کو سمجھ ہی نہیں پارہے ہو، جبکہ میں کوئی فرشتہ اور جن نہیں ہوں۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اَے محبوب! اُن کو۔۔۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا

جواب دو کہ "میں بس چہرے مہرے والا ہوں جیسے تم"، وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود صرف 'معبودِ واحد' ہے، تو سیدھی راہ چلو

اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝۶ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

اُس کی طرف، اور مغفرت مانگو اُس سے، اور ہلاکی ہے شریک بنانے والوں کی● جو نہ زکوٰۃ دیں،

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۷

اور وہ آخرت کے منکر ہیں●

(جواب) دے (دو، کہ میں بس چہرے مہرے والا ہوں جیسے تم)۔ تو صرف چہرہ مہرہ رکھنے میں تمہاری طرح ہوں۔ تم بھی چہرہ مہرہ رکھتے ہو، میں بھی چہرہ مہرہ رکھتا ہوں۔ تو اِس چہرہ مہرہ رکھنے میں ہم تمہاری طرح ہیں اور مماثلتِ جزئی کے لیے اِسی قدر کافی ہے۔۔الغرض۔۔دوٗ چیزوں کے درمیان مماثلتِ کلی تو ہوتی نہیں، اور مماثلتِ جزئی کے لیے ہر ہر صفت میں مماثل ہونا لازم نہیں۔

۔۔الحاصل۔۔اَے منکرو! جب چہرہ مہرہ رکھنے میں ہم تم ایک جیسے آدمی ہیں، تو پھر ایک آدمی کی بات دوسرا آدمی نہ سمجھ سکے، یہ زبردستی کی ہٹ دھرمی کے سوا کچھ بھی نہیں، ویسے بھی میں تمہیں ایسا

پیغام نہیں دیتا جس سے سماعت کو کراہیت اور طبیعت کو نفرت ہو، بلکہ (وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود) برحق (صرف معبودِ واحد ہے)۔۔الحاصل۔۔تمہارا صرف ایک خدا ہے (تو سیدھی راہ چلو) جو تمہیں (اُس کی طرف) ہی لے جائے، اور متوجہ ہو جاؤ اُس کی طرف توحید اور طاعت کے ساتھ اور اُس پر مقیم رہو۔ (اور مغفرت مانگو اُس سے) اُن گناہوں کی جو ایمان کے بعد تم سے ہو جائیں۔

ذہن نشین رہے کہ افعال واقوال اور احوال ظاہر و باطن میں برابر ہونے کا نام 'استقامت' ہے۔۔۔

یعنی چاہیے کہ تمہارا ظاہر و باطن ایک ہو جائے اور تم 'استقامت' کے مرتبہ پر پہنچ جاؤ، تو استغفار کرو اپنے عمل پر نظر کرنے سے، اس واسطے یہ بڑا گناہ ہے (اور ہلاکی ہے شریک بنانے والوں کی ● جو نہ زکوٰۃ دیں)، یعنی کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الله نہیں کہتے، جو نفسوں کی زکوٰۃ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ توحید اختیار کر کے اپنے کو شرک کے میل سے پاک نہیں کرتے۔۔یا یہ کہ۔۔ مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔ یعنی خیر و خیرات نہیں کرتے۔

مشرکوں کے ساتھ زکوٰۃ نہ دینے اور خیر و خیرات نہ کرنے کی تخصیص اور کاموں کے بہ نسبت اس واسطے ہے، کہ مال انہیں بہت عزیز اور محبوب ہے۔ اور مال خرچ کرنا اور کاموں کے بہ نسبت اُن کی جان پر بہت سخت ہوتا ہے، تو یہ بات بیان کرنا اُن کے بخل اور خسّت کی طرف اور خلق پر شفقت نہ کرنے کی جانب اشارہ ہے۔ اور 'بخل' سب رذیل کاموں اور بُری صفتوں میں بڑھ کر ہے۔ اور ایک مقولہ ہے کہ جس مالدار میں سخاوت اور احسان نہیں، وہ مثل ایک لاش کے ہے کہ اُس میں جان نہیں۔۔یا۔۔وہ ایسا ہے کہ گویا درخت بے پھل کا ہے۔

(اور وہ) مشرک لوگ (آخرت کے منکر ہیں) اِس جہت سے خرچ نہیں کرتے کہ اُس عالم میں بدلہ اور ثواب ملنا باور نہیں کرتے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸ ع ۱ / ۸ / ۱۵

بے شک جو ایمان لائے اور کرنے کے کام کیے، اُنہیں کے لیے ہے ثواب بے حد●

(بے شک جو ایمان لائے اور کرنے کے) لائق نیک (کام کیے، انہیں کے لیے ہے ثواب بے حد) بے حساب، جن کا ثواب نہ کم کیا جاتا ہے اور نہ ہی منقطع۔

یہاں تک کہ اگر کوئی بیمار اور عاجز اپنے ضعف وعاجزی کی حالت میں عبادت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے، تو حق تعالیٰ اُسے عبادت کا ثواب ویسا ہی عطا فرماتا ہے، جیسا کہ حالتِ صحت کی عبادت کا عطا کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بندہ جب نیک طریقہ پر ہوتا ہے عبادت میں، تو جب بیمار ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اُس فرشتے کو حکم دیتا ہے جو اُس بندہ پر متعین ہے کہ اس بیمار بندہ کے واسطے، تُو ویسا ہی عمل لکھتا رہ، جیسا کہ اُس کی صحت کے وقت لکھتا تھا، جب تک میں اُسے صحت نہ دوں۔۔یا۔۔اپنے پاس بُلا نہ لوں۔

اِس سورت کی آیت ۶ میں واضح فرمادیا گیا کہ معبودِ واحد کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں، تو اب مشرکین کا عبادت کے استحقاق میں بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔اور اُس کی دلیل یہ ہے کہ جس ذات کی شان یہ ہو کہ عظیم الشان آسمانوں اور زمینوں کو صرف چھ۶ دن کی قلیل مدت میں پیدا فرمادے، اُس کی عبادت کے استحقاق میں ان بے جان لکڑی پتھر کی مورتیوں کو اُس کا شریک قرار دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

کہاں وہ قادرِ مطلق جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے صرف چھ۶ دنوں میں یہ پوری جیتی جاگتی کائنات کھڑی کردی، اور کہاں لکڑیوں اور پتھروں کی بے جان مورتیاں اور حقیر مجسمے۔ یہ کون سی دانائی ہے کہ عظیم الشان خالق کو چھوڑ کر، حقیر مورتیوں کی پرستش کی جائے۔

تو اَے محبوب! اِن مشرکین سے۔۔۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ

پوچھو کہ "کیا تم نہیں مانتے اُسے، جس نے پیدا فرمایا زمین کو دو ہی دن میں؟

وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۹

اور بناتے ہو اُس کے برابر والے۔" یہ ہے رب العلمین●

(پوچھو کہ کیا تم نہیں مانتے اُسے جس نے پیدا فرمایا زمین کو دو ہی دن میں؟ اور بناتے ہو اُس کے برابر والے)۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اُس قادرِ مطلق کے برابر کوئی ایک بھی نہیں، چہ جائیکہ چند ہوں۔ اور صرف یہی نہیں کہ کوئی اُس کے برابر نہیں، بلکہ کسی کا بھی اُس کے برابر ہونا عقلاً محال ہے،

کیونکہ وہ خدا جس نے زمین پیدا کی (یہ ہے رب العالمین)، سب اہلِ عالَم کا پروردگار۔

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ

اور گاڑ دیے اِس میں پہاڑوں کے لنگر اِس کے اوپر سے، اور برکت دی اِس میں، اور مقدر فرمادیں

فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ ؕ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ⑩

اِس میں غذائیں چار ہی دن میں صحیح صحیح۔ پوچھنے والوں کے لیے●

(اور گاڑ دیے اُس میں پہاڑوں کے لنگر اُس کے اوپر سے)، تاکہ وہ اپنے محور پر گردش کرتی رہے اور اپنے مرکز سے اِدھر اُدھر نہ ہو، **(اور برکت دی اُس میں)**۔ یعنی اُس میں خیرِ کثیر کو پیدا فرمایا، یعنی زمین میں دریا پیدا کیے، درخت پیدا کیے، اور درختوں میں پھل پیدا کیے، اور مختلف قسم کے حیوانات پیدا کیے، اور اُس میں ہر وہ چیز پیدا کی جس کی جانداروں کو زندگی گزارنے کے لیے ضرورت ہوسکتی ہے۔

(اور مقدر فرمادیں اُس میں غذائیں) اہلِ زمین کی، یعنی ہر موضع اور ہر مقام کے رہنے والوں کے لیے روزی مقرر کردی، جیسے گیہوں، جَو، چاول، خرما، گوشت اور اِن کے مثل، کہ اِن میں سے ایک ایک چیز ہر شہر والے کی اپنی پسند ہے۔۔ الختصر۔۔ رازقِ کائنات نے کرۂ ارض کے ہر مرزوق کا رزق مقدر اور مقرر فرمادیا **(چار ہی دن میں)**۔ یعنی چار دن کے تتمہ اور بقیہ میں، کہ وہ اور دو دن ہیں۔

۔۔ الختصر۔۔ چار دنوں میں زمین والوں کے لیے غذا پیدا کرنے کا جو ذکر ہے اُسی میں وہ دو دن بھی شامل ہیں جن دو دنوں میں زمین پیدا کی گئی۔ تو صورت حال یہ رہی کہ زمین خود اور اس کے جملہ لوازمات غذائیہ وغیرہ کل کے کل صرف چار دن میں پیدا کردیے گئے۔ اُسی چار دن میں اُس کا پھیلانا اور ہموار کرنا بھی ہے۔

اِس مقام پر یہ خیال رہے کہ نفس زمین اور اُس کے مادّے آسمان کی تخلیق سے پہلے پیدا فرمائے گئے، لیکن زمین کو آسمان کو پیدا کرنے کے بعد بچھایا گیا اور ہموار کیا گیا۔ تو جس آیت میں زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کرنے کا ذکر ہے، اُس سے مراد یہ ہے کہ نفس زمین اور اُس کے مادّے کو آسمان سے پہلے بنایا۔ اور جس آیت میں آسمان کے بعد زمین بنانے کا ذکر ہے، اُس سے مراد ہے زمین کو پھیلانا اور اُس کو ہموار کرنا۔۔۔

(صحیح صحیح پوچھنے والوں کے لیے)۔ یعنی مذکورہ بالا وضاحت کے ذریعہ اُن کو صحیح صحیح جواب دے دیا گیا، جو زمین اور جو کچھ زمین میں ہے اُس کے پیدا کرنے کی مدت پوچھتے ہیں اُن کا پورا پورا

جواب بیان کر دیا گیا۔

اِس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ سائلین سے مراد طالبین ہیں، جواُن اقوات کے محتاج ہیں خواہ سوال کریں۔۔یا۔۔نہ کریں، ہر ایک کا رزق مقرر ومقدر کر دیا گیا ہے جو ان کی حاجت وضرورت کے بالکل موافق اور برابر ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا

پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف جب کہ وہ دھواں ہے تو فرمایا اُسے اور زمین کو کہ" دونوں حاضر ہو

طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىِٕعِیْنَ ﴿۱۱﴾

خوشی سے، یا دباؤ سے۔" دونوں بولے کہ" ہم حاضر ہو گئے خوشی سے"●

(پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف) یعنی اُس کے پیدا کرنے کا قصد فرمایا **(جب کہ وہ دھواں ہے)**۔حالانکہ وہ دھواں تھا یعنی پانی کا بخار کہ دھویں کی ہیئت پر ہے۔

'زادالمسیر' میں ہے کہ حق تعالیٰ نے جب پانی پیدا کیا، تو اُس پر آگ کو مسلط کر دیا کہ پانی کو جوش میں لائی اور اُس سے جو بخار اُٹھا، اُس سے حق تعالیٰ نے آسمان پیدا فرمایا۔

'عین المعانی' میں ہے کہ حق تعالیٰ نے سبز جوہر پیدا کر کے ہیبت کی نظر سے اُسے دیکھا۔ پس وہ پگھل کر بہہ نکلا۔ پس اُس پر آگ مسلط کر دی، تو وہ اُسے جوش میں لائی، اور کف اور بخار اُس سے اٹھا۔ اُس 'کف' سے تو زمین پیدا کی اور 'بخار' سے آسمان۔۔۔

(تو) آسمان پیدا کر کے **(فرمایا اُسے اور زمین کو، کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے یا دباؤ سے)**، یعنی فرمانبرداری کی رُو سے۔۔یا۔۔ناخوشی اور بے رغبتی کے ساتھ خواہ مخواہ آؤ۔ آنے کے سوا تم کو چارہ نہیں۔

اِس سے کمالِ قدرت کو ظاہر کرنا مراد ہے، اُن کی خوشی اور ناخوشی ثابت کرنا مقصود نہیں۔ بعضوں نے کہا کہ آسمان کو حکم فرمایا کہ اپنے آفتاب، ماہتاب اور ستارے ظاہر کر دے اور زمین کو حکم کیا اپنی نہریں اُبھار دے اور اپنے درخت نکال دے۔

(دونوں بولے کہ ہم حاضر ہو گئے خوشی سے)۔

روایت ہے کہ زمین کے اجزا میں سے پہلے اُس مقام نے کلام کیا جہاں کعبہ شریف ہے، پھر آسمان کے اجزا میں سے جو اُس کے مقابل تھا اُس نے کلام کیا، اُسی وجہ سے وہ

'کعبہء اسلام' اور 'قبلہء انام' ہوگیا۔ اور اُس کے اوپر بالکل سیدھ میں آسمان کا حصہ 'بیت المعمور' اور قبلہء ملائکہ ہوگیا۔

اِس تعلق سے بعض مفسرین کا ارشاد ہے کہ اُس سے زمین اور آسمان کا آنا جانا۔۔یا۔۔معروف طریقہ سے حاضر ہونا مراد نہیں، بلکہ اُس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان سے فرمایا، تم وجود میں آجاؤ سو وہ وجود میں آگئے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے متعلق فرمایا 'ہوجا' تو وہ ہوجاتی ہے ۔۔المختصر۔۔خدا نے حکم دیا اور زمین آسمان وجود میں آگئے، پھر آسمان کے کئی حصے کردیے۔۔۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ

تو پورا فرمایا اُنہیں سات آسمان دو ہی دن میں، اور حکم بھیجا ہر آسمان میں اُس کے کام کا۔

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ

اور سنوارا ہم نے قریب والے آسمان کو چراغوں سے۔ اور نگہبانی کو۔

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾

یہ ہے مقدر فرمانا عزت والے علم والے کا●

(تو پورا فرمایا اُنہیں سات آسمان) اور پورے کردیے اُن کے امور، پنجشنبہ اور جمعہ یعنی **(دو ہی دن میں، اور حکم بھیجا ہر آسمان میں اُس کے کام کا)**۔ یعنی ہر آسمان کے فرشتوں کو حکم کردیا کہ اِس طرح عبادت کرو۔۔یا۔۔ ہر آسمان سے جو کچھ ہوتا ہے وہ اُس کے واسطے مقرر کردیا۔ **(اور سنوارا ہم نے قریب والے آسمان کو چراغوں سے)**، یعنی ستاروں سے جو چراغوں کی طرح روشن ہوتے ہیں۔ **(اور نگہبانی کو)** یعنی حفاظت کی ہم نے آسمان کی آفتوں اور شیطانوں سے جو چُرا کر وہاں کی باتیں سننے کا داعیہ رکھتے ہیں۔ **(یہ ہے مقدر فرمانا عزت والے علم والے کا)**۔ یعنی یہ جو کچھ عجیب خلقتوں میں سے بیان کیا گیا ہے، یہ پیدا کرنا اور اندازہ کرنا ہے خدائے غالب کا کہ اپنی پادشاہی میں قدرت کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور چونکہ وہ علم والا ہے، تو جو کچھ کرتا ہے حکمت کی رُو سے کرتا ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ؕ ﴿۱۳﴾

پھر بھی اگر منہ پھیرے رہے، تو کہہ دو کہ "ڈرا چکا میں تمہیں کڑک سے،" جیسے عاد و ثمود کی کڑک●

(پھر بھی اگر) مکہ کے کافر (منہ پھیرے رہے) اور ایسے صاف صاف بیان کے بعد بھی ایمان لانے سے اعراض کرتے رہے، (تو کہہ دو کہ ڈرا چکا میں تمہیں کڑک سے، جیسے عاد و ثمود کی کڑک)۔ یعنی حضرت جبرائیل کی ایک ہی چیخ سے بے ہوش اور ہلاک کردینے والا عذاب۔۔الختصر۔۔تم نے اپنے کو اُس عذاب کا مستحق بنالیا ہے، اب اگر ربِّ کریم اپنے محبوب کے وجودِ مسعود کی برکت ظاہر فرمانے کے لیے، تمہارے درمیان آپ ﷺ کے موجود رہنے کے سبب تم پر وہ عذاب نازل نہ فرمائے، تو اِس سے اُس عذاب کا تمہارا استحقاق ختم نہیں ہوجاتا۔

تو تمہیں یہ سوچ کر ہی ڈرنا چاہیے کہ ممکن ہے حق تعالیٰ اپنے حبیب کو تمہارے بیچ سے نکال کر کہیں اور مثلاً آسمان وغیرہ میں پہنچادے اور تم پر وہ عذاب نازل فرمادے جس کے تم مستحق ہوچکے ہو۔۔الختصر۔۔عاد و ثمود کے عذاب کا امکانی خطرہ تمہارے سروں پر تو رہتا ہی ہے۔ اُن دونوں قوموں یعنی عاد و ثمود کی تخصیص اِس واسطے ہے کہ کفارِ قریش جاڑے اور گرمی کے سفر میں اُن قوموں کے مقاموں پر گزرتے تھے، اور عذاب کے آثار دیکھتے تھے کہ وہ 'صاعقہ' اور 'صیحہ' کے مستحق ہوئے۔۔۔

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ

جب کہ آتے رہتے تھے اُن کے پاس رسول اُن کے آگے اور پیچھے سے کہ

اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىِٕكَةً

"مت پوجو اللہ کے سوا۔" سب بولے تھے کہ "اگر چاہتا ہمارا رب تو ضرور اُتارتا فرشتوں کو،

فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ہم لوگ تو یقیناً جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو منکر ہیں"●

(جبکہ آتے رہتے تھے اُن کے پاس رسول)۔۔مثلاً: حضرت ھود اور حضرت صالح (اُن کے آگے اور پیچھے سے) یعنی اُن کے سامنے سے اور اُن کے پیچھے سے یعنی ہر طرف سے اُن کے پاس نرمی سختی اور نصیحت فضیحت کے ساتھ آئے۔۔یا۔۔لگاتار آئے اور دعوت دی، (کہ مت پوجو اللہ) تعالیٰ (کے سوا)، یعنی صرف خدا ہی کی عبادت کرو۔ تو اُس کے جواب میں (سب بولے تھے کہ اگر چاہتا ہمارا رب تو ضرور اُتارتا فرشتوں کو) تمہاری جگہ اپنا رسول بنا کر۔ (ہم لوگ تو یقیناً جس چیز کے ساتھ تم

بھیجے گئے ہو منکر ہیں)، اِس واسطے کہ تم ہماری طرح آدمی ہو اور ہم پر تم کو کچھ فضیلت اور شرافت نہیں۔

ظاہر ہو گیا کہ مشرک لوگ انبیاء علیہم السلام کی صورت ہی میں پھنسے ہوئے تھے، اور اُن کے باطن سے غافل تھے۔ پھر اُن کے قصے کی تفصیل کرتا ہے اور فرماتا ہے۔۔۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ

تو عاد تو بڑے بنتے رہے، زمین میں ناحق، اور کہتے کہ "کون بڑھ کر ہے

مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ

ہم سے قوت میں۔" کیا نہیں سوچا کہ بلاشبہ جس اللہ نے پیدا فرمایا تھا اِنہیں، وہ زیادہ

مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

قوت والا ہے اِن سے۔ اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے●

(تو) اُن میں سے (عاد تو بڑے بنتے رہے زمین میں ناحق)۔۔ چنانچہ۔۔ انہوں نے تکبر کیا زمینِ احقاف میں۔۔ یا۔۔ یمن کے شہروں میں ناحق۔ یعنی تکبر کا استحقاق نہ رکھتے تھے۔ پھر داوٗد علیہ السلام نے انہیں عذاب سے ڈرایا۔ اُنہوں نے تکبر کی وجہ سے اس کی طرف التفات بھی نہ کیا۔ **(اور کہتے کہ کون بڑھ کر ہے ہم سے قوت میں)**۔۔ الغرض۔۔ قومِ عاد کے لوگ اپنی قوت اور شوکت پر مغرور ہوئے اِس واسطے کہ لمبے، چوڑے، موٹے، تازے، قوی لوگ تھے۔ ہاتھ مار کر پہاڑ سے پتھر اُکھاڑ لیتے۔

(کیا) اُن مغرورین کو **(نہیں سوچا)**، اور اُنہوں نے نہیں جانا جنہیں اپنی قوت پر غرور تھا، **(کہ بلاشبہ جس اللہ)** تعالیٰ **(نے پیدا فرمایا تھا انہیں وہ زیادہ قوت والا ہے اُن سے)**۔ کیونکہ وہ قدرت اور قوت ایسی چیز پر رکھتا ہے کہ اُس کے سوا اور کسی کو وہ قدرت نہیں۔ رہ گئے قومِ عاد کے لوگ، تو تعصب **(اور)** تکبر کی وجہ سے **(وہ ہماری آیتوں کا اِنکار کرتے تھے)** باوصف اِس کے کہ وہ جانتے تھے کہ وہ حق ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ

تو چھوڑ دیا ہم نے اُن پر آندھی سخت ٹھنڈی، منحوس دنوں میں، کہ چکھا دیں اُنہیں رسوائی کا عذاب

الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى

دُنیاوی زندگی میں۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے،

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾

اور وہ مدد نہ کیے جائیں گے●

(تو چھوڑ دیا ہم نے اُن پر آندھی سخت ٹھنڈی) اُن کے (منحوس دنوں میں)۔

یعنی شوال کے اخیر عشرہ میں ایک بدھ کی فجر سے دوسرے بدھ کے آخر تک کہ آٹھ ۸ دن اور سات راتیں ہوتی ہیں، جو اُس قوم کے لیے کسی نہ کسی وجہ سے مشیتِ خداوندی سے نامبارک ثابت ہوتی رہیں۔

انہیں دنوں میں ہم نے اُن پر بادِ صَرْصَرًا بھیجی، تا **(کہ چکھادیں انہیں رسوائی کا عذاب دُنیاوی زندگی میں)**۔ یعنی تا کہ سب کو ہم ہلاک کردیں۔ **(اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے، اور وہ مدد نہ کیے جائیں گے)**۔ یعنی آخرت میں اُن کی کسی طرح کی نصرت نہ کی جائے گی۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ

اور ثمود، تو راہ بتائی ہم نے اُنہیں، تو پسند کیا اُنہوں نے اندھے رہنے کو راہ دیکھنے سے، تو پکڑ لیا اُنہیں

صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾

ذلت کے عذاب کی کڑک نے، جو وہ کما چکے تھے●

اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ قومِ عاد کا قصہ تھا۔۔۔

(اور) رہا قومِ **(ثمود) کا معاملہ (تو راہ بتائی ہم نے انہیں)** سیدھی راہ۔۔یا۔۔بھلائی اور بُرائی دونوں راہیں ہم نے اُن کو دکھائیں، **(تو پسند کیا انہوں نے اندھے رہنے کو راہ دیکھنے سے)**، یعنی علم، ہدایت اور ایمان پر انہوں نے جہل، گمراہی اور کفر کو ترجیح دی، **(تو پکڑ لیا انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے)**۔ یعنی حضرت جبرائیل کی چیخ نے اُن کو ہلاک کر دیا اور یہ سزا انہیں دی گئی اُس کے سبب سے **(جو وہ کما چکے تھے)**۔ یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی اور منع کرنے کے باوجود اونٹنی کی کوچیں کاٹیں۔

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ

ع ۲ / ۱۶

اور بچا لیا ہم نے اُنہیں جو ایمان لائے اور ڈرا کرتے تھے● اور جس دن ہانکے جائیں گے

اَعۡدَآءُ اللّٰهِ اِلَی النَّارِ فَهُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ ﴿۱۹﴾

اللہ کے سارے دشمن آگ کی طرف، تو وہ روک روک کر جمع کیے جائیں گے●

(اور بچالیا ہم نے انہیں جو) حضرت صالح علیہ السلام پر **(ایمان لائے اور)** خدا سے **(ڈرا کرتے تھے)**، یعنی اپنے کو شرک سے بچاتے تھے۔ اَے محبوب! یاد کرو **(اور)** ذہن میں حاضر کرلو اُس دن کے واقعات کو **(جس دن ہانکے جائیں گے اللہ)** تعالیٰ **(کے سارے دشمن)** دوزخ کی **(آگ کی طرف)**۔ یعنی پہلے **(تو وہ روک روک کر جمع کیے جائیں گے)** پھر وہ ہنکائے جائیں گے دوزخ میں۔۔یا ۔۔اگلوں کو روک رکھیں گے جب تک پچھلے پہنچیں، پھر سب کو دوزخ میں ہنکا دیں گے۔

حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوۡهَا شَهِدَ عَلَیۡهِمۡ سَمۡعُهُمۡ وَ اَبۡصَارُهُمۡ

یہاں تک کہ جب آگئے وہاں، تو گواہی دینے لگے اُن پر اُن کے کان، اور اُن کی آنکھیں،

وَ جُلُوۡدُهُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۰﴾

اور اُن کی کھالیں، جو کچھ وہ کرتے تھے●

(یہاں تک کہ جب آگئے وہاں) یعنی دوزخ میں **(تو گواہی دینے لگے اُن پر اُن کے کان)** جو کچھ انہوں نے سنا ہو اُس کی، **(اور اُن کی آنکھیں)** جو کچھ انہوں نے دیکھا ہو اُس کی، **(اور اُن کی کھالیں)** یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ۔

اور اُن کے بدن میں جو عضو پہلے اُن سے کلام کرے گا وہ بائیں ران اور داہنے ہاتھ کی ہتھیلی ہوگی، اور بعضوں نے کہا کہ اُن کی شرمگاہیں گواہی دیں گی اُس چیز کی۔۔۔

(جو کچھ وہ کرتے تھے)۔ اپنے اعضاءِ بدن کی باتیں سن کر کفار تعجب میں پڑ گئے۔۔یا یہ کہ۔۔ غصے میں آگئے، تو جھڑکنے لگے۔۔۔

وَ قَالُوۡا لِجُلُوۡدِهِمۡ لِمَ شَهِدۡتُّمۡ عَلَیۡنَا ؕ قَالُوۡۤا اَنۡطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیۡۤ

اور لگے کہنے اپنی کھالوں کو کہ "کیوں گواہی دی تم نے ہم پر۔" کھالیں بولیں کہ "گویائی بخشی ہم کو اللہ نے،" جس نے

اَنۡطَقَ کُلَّ شَیۡءٍ وَّ هُوَ خَلَقَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۱﴾

گویائی دی ہے ہر ایک کو، اور اُس نے پیدا فرمایا تمہیں پہلی بار، اور اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے●

(اور لگے کہنے اپنی کھالوں کو) یعنی اپنے بدن کے اعضاء کو، (کہ کیوں گواہی دی تم نے ہم پر)۔ اِس کا بھی خیال نہ کیا کہ ہم تم پر دُنیا میں حکومت کرتے تھے، اور تم کو تکلیف سے بچاتے تھے۔ تو (کھالیں بولیں) اور اُن کے اعضاء کہنے لگے کہ ہمیں ملامت نہ کرو، ہم اپنے اختیار سے بات نہیں کرتے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ حق تعالیٰ کی قدرت ومشیت سے ہو رہا ہے۔ کیوں (کہ گویائی بخشی ہم کو اللہ) تعالیٰ (نے جس نے گویائی دی ہے ہر ایک کو، اور) حال یہ ہے کہ (اُس نے پیدا فرمایا تمہیں پہلی بار) اور نیست سے ہست کیا، (اور اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) تم جزا کے واسطے۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ

اور تم چھپا نہیں سکتے تھے کہ گواہی دیں تم پر تمہارے کان،

وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ

اور نہ تمہاری آنکھیں، اور نہ تمہاری کھالیں لیکن گمان رکھتے تھے کہ "اللہ

لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

جانتا ہی نہیں بہت سی چیزوں کو جو کر رہے ہو"●

(اور تم چھپا نہیں سکتے تھے کہ گواہی دیں تم پر تمہارے کان، اور نہ تمہاری آنکھیں، اور نہ تمہاری کھالیں، لیکن گمان رکھتے تھے کہ اللہ) تعالیٰ (جانتا ہی نہیں بہت سی چیزوں کو جو کر رہے ہو)۔ یعنی تم اِس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گے، لیکن تمہارا یہ گمان تھا کہ تم جو کچھ کام کر رہے ہو اُن کو اللہ تعالیٰ نہیں جانتا۔

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ

اور یہ ہے تمہارا گمان، جو رکھتے تھے اپنے رب سے، تباہ کر دیا اُس نے تمہیں، تو ہو گئے

مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ

تم خسارہ والوں سے ● اب اگر صبر بھی کریں، تو جہنم ٹھکانہ ہے اُن کا۔

وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

اور اگر خوشامد کریں، تو نہیں ہیں وہ خوشامد قبول کیے ہوؤں سے●

(اور یہ ہے تمہارا گمان جو رکھتے تھے اپنے رب سے، تباہ کر دیا اُس نے تمہیں، تو ہو گئے تم خسارہ والوں سے)۔ یہ کافر (اب اگر صبر بھی کریں، تو) اُس سے اُن کو کوئی راحت ملنے والی نہیں، کیونکہ ہر صورت میں (جہنم ٹھکانہ ہے اُن کا)۔۔الختصر۔۔وہ صبر کریں۔۔یا۔۔بے صبری، ہر حال میں انہیں جہنم رسید ہونا ہے۔ (اور اگر خوشامد کریں) اور حق تعالیٰ کی خوشنودی ڈھونڈیں، (تو نہیں ہیں وہ خوشامد قبول کیے ہوؤں سے)۔ یعنی یہ اُن لوگوں میں سے نہیں جن کی خوشامد قبول کر لی جاتی ہے، اور اُن کی خوشنودی طلب کرنے کو مقبول کر لیا جاتا ہے۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

اور متعین فرمایا ہم نے اُن کے کچھ ساتھیوں کو، تو خوبصورت بنایا اُن کی نظر میں جو سامنے کی دُنیا ہے، اور جو بعد کی آخرت ہے،

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ

اور درست ہو گئی اُن پر بات، اُنہیں امتوں میں ہو کر جو گزر چکیں اُن سے پہلے، جنات

وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿٢٥﴾

وانسان سے۔ بے شک وہ خسارہ والے تھے●

ع ۱۷ / ۳

(اور متعین فرمایا ہم نے اُن کے کچھ ساتھیوں کو) یعنی ہم نے مقرر کیا مشرکوں کے واسطے دوست اور ہم نشین شیطانوں میں سے اور اُن پر مسلط کر دیا، (تو خوبصورت بنایا) اور آراستہ کر دیا شیطانوں نے (اُن کی نظر میں جو سامنے کی دُنیا ہے)، یعنی دُنیا کی زینت اور نفس اور خواہش کی متابعت، یہاں تک کہ اُن کی طلب میں وہ قائم ہو گئے، (اور جو بعد کی آخرت ہے) یعنی جو اُن کے پیچھے ہیں امور اخروی اور وعدے وعید میں سے کہ اُن کے منکر ہوئے۔ (اور درست ہو گئی اُن پر بات انہیں امتوں میں ہو کر جو گزر چکی اُن سے پہلے، جنات وانسان سے)۔ یعنی اُن کے حق میں اللہ کا وہ قول ثابت ہو گیا، جو اُن سے پہلے جنات اور انسانوں کے گروہوں میں ثابت ہو چکا تھا جنہوں نے یہی کام کیے تھے، یعنی اگلی امتوں نے تکذیب کی جس طرح وہ عذاب کی مستحق ہوئیں، اُسی طرح یہ گروہ بھی عذاب کے لائق ہے۔

'کشف الاسرار' میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے، تو اُس کو دوست نیک اور ہم نشیں اچھا عطا فرماتا ہے کہ عبادت میں اُس کا معین اور مددگار رہے۔

اور جب بندے کے ساتھ بُرائی کرنا چاہتا ہے، تو اُسے رفیق بد اور مصاحب فاسق وفاجر کے ساتھ مبتلا کرتا ہے کہ اُسے حق کی مخالفت میں ترغیب وتحریص کرتا ہے، جس طرح شیطانوں کو اُن کا ہم نشیں کردیا اور وہ عذاب کے مستحق ہوگئے۔

(بے شک وہ) کافر لوگ (خسارہ والے تھے) یعنی دونوں جہان میں نقصان پانے والے۔

روایت ہے کہ کفارِ قریش ایک دوسرے کونصیحت اور وصیت کرتے تھے کہ جب آنحضرت ﷺ کو قرآن پڑھتے دیکھیں، تو اِس طرح پراگندہ اور پریشان کردیں کہ آپ غلطی کریں اور پڑھ نہ سکیں۔ تو جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قرآن پڑھتے، تو لوگ متعرض ہوکر بلند آوازوں سے بیہودہ باتیں کرتے، اور سیٹیاں اور تالیاں بجاتے اور مہمل اشعار پڑھتے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ

اور بولے جنھوں نے کفر کیا ہے کہ "مت سنا کرو اِس قرآن کو، اور بے ہودہ شور

لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾

مچایا کرو اُس میں کہ جیت جاؤ"•

(اور بولے جنھوں نے کفر کیا ہے)، یعنی عرب کے مشرکین باہم ایک دوسرے سے بولے، (کہ مت سنا کرو اُس قرآن کو) جو محمد ﷺ پڑھتے ہیں۔ (اور بے ہودہ شور مچایا کرو اُس میں)، یعنی پڑھنے کے درمیان لغو باتیں کیا کرو۔۔یا۔۔آپ کے منہ کے سامنے کھڑے ہوکر چیخو چلاّ و، تا (کہ جیت جاؤ)۔ یعنی شاید تم غلبہ پالو آپ کی تلاوت پر، اور آپ قرآن پڑھنے سے باز رہیں۔

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ

تو ضرور چکھائیں گے ہم اُنھیں جنھوں نے انکار کیا ہے سخت عذاب۔ اور یقیناً بدلہ دیں گے اُنھیں

اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾

اُن کے بُرے سے بُرے کام کا جو کرتے تھے•

(تو ضرور چکھائیں گے ہم انہیں جنھوں نے اِنکار کیا ہے سخت عذاب)۔ یعنی بہت اور ہمیشہ رہنے والا۔

یہاں کافر سے یہ کہنے والوں کا گروہ مراد ہے۔۔یا۔۔سب کافر مقصود ہیں۔بہر تقدیر۔۔۔
اُن کو سخت عذاب دیں گے (اور یقیناً بدلہ دیں گے اُنہیں اُن کے بُرے سے بُرے کام کا جو کرتے تھے)۔یعنی ہم اُن کے بدترین کاموں کی سزا ضرور دیں گے۔

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

یہ ہے اللہ کے دشمنوں کی سزا آگ۔اُن کا اِس میں ہمیشہ کا گھر ہے۔سزا ہے جو وہ

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ

ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ● اور دُعا کرنے لگے جنہوں نے کفر کیا ہے کہ "پروردگارا! دکھادے ہمیں اُنہیں،

اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا

جنہوں نے گمراہ کیا تھا ہمیں جنات وانسان سے، کہ کچل ڈالیں ہم اُن کو اپنے پاؤں کے نیچے،

لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾

تاکہ وہ ہو جائیں سب سے نیچوں سے" ●

(یہ ہے اللہ) تعالیٰ (کے دشمنوں کی سزا) یعنی (آگ۔اُن کا اُس میں ہمیشہ کا گھر ہے) یعنی وہ ہمیشہ آتشِ دوزخ میں رہیں گے۔یہ (سزا ہے) بہ سبب اُس کے (جو وہ ہماری آیتوں کا) یعنی ہمارے کلام کی آیتوں کا (اِنکار کرتے تھے ● اور) آتشِ دوزخ میں پہنچنے کے بعد (دُعا کرنے لگے جنہوں نے کفر کیا ہے کہ پروردگارا! دکھادے ہمیں اُنہیں)، دُنیا میں (جنہوں نے گمراہ کیا تھا ہمیں جنات وانسان سے کہ کچل ڈالیں ہم اُن کو اپنے پاؤں کے نیچے، تاکہ وہ ہو جائیں سب سے نیچوں سے) یعنی دوزخ کے سب سے نچلے طبقے سے ہو جائیں۔

جنات میں سب سے پہلے جس نے گمراہ کیا وہ ابلیس ہے، اور ابن آدم میں سے جس نے سب سے پہلا گناہ کیا اور بعد کے لوگوں کو گمراہ کیا، وہ قابیل ہے۔جس نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔اب کلام کا حاصل یہ ہوا کہ۔۔۔

پروردگارا! ابلیس جس نے تیری نافرمانی کی اور قابیل جس نے پہلے پہل خونِ ناحق کیا، اُن دونوں شخصوں کو ہمیں دکھا، کہ کریں ہم اُن دونوں کو اپنے قدموں کے نیچے اور اُن دونوں سے بدلا لیں، تاکہ ہو جائیں وہ دونوں بہت نیچے رہنے والے لوگوں میں سے۔یعنی دوزخ

میں سب سے نیچے والے درکہ میں ہوں ۔۔یا۔۔سب نیچوں سے نیچے ہو جائیں۔ یہ تو رہا کافروں کا حال، اور اُس کے برعکس اُن کا حال ہے۔۔۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ

بے شک جنہوں نے کہا کہ "ہمارا رب اللہ ہے،" پھر جم گئے، اُترتے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ

اُن پر فرشتے، کہ مت ڈرو اور رنجیدہ نہ ہو، اور خوش ہو جاؤ اُس جنت سے،

كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٠﴾

جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا●

(**بے شک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ**) تعالیٰ (**ہے، پھر**) اُسی پر (**جم گئے**) یعنی اُسی پر قائم ہو گئے اور اِدھر اُدھر ذرّہ برابر نہیں کھسکے۔

حضرت صدیقِ اکبر نے اُس کی تفسیر میں کہا کہ شرک نہیں کیا، فاروقِ اعظم نے فرمایا امر و نہی پر قائم ہو گئے، عثمانِ غنی نے کہا کہ اپنے عمل پاکیزہ اور خالص کر لیے، حضرت علی کا ارشاد ہے کہ فرائض ادا کرتے رہے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا طاعتیں اور عبادتیں کیں اور گناہوں سے بچے۔ بعضوں نے کہا کہ دُنیائے فانی سے منہ پھیرا اور سرائے باقی کی طرف راغب ہوئے۔ بعض کا قول ہے کہ رَبُّنَا اللّٰهُ کہنا توحید اقراری ہے، اور ثُمَّ اسْتَقَامُوْا سے توحیدِ معرفت کی طرف اشارہ ہے۔

استقامت کی جو تفسیریں اُوپر مذکور ہوئی ہیں، اُس کی عبارتیں ہر مفسر کے اپنے ذوق کے مطابق ہیں، جو اگرچہ مفاہیم کے لحاظ سے الگ الگ ہیں، لیکن جو اُن میں سے کسی ایک کا مصداق ہوگا، وہ سبھی کا مصداق ہوگا۔

یہ توحید و استقامت والے اُن کی شان ایسی ہے، کہ (**اُترتے ہیں اُن پر فرشتے**) اُن کی موت کے قریب۔۔یا۔۔قبر سے باہر آتے وقت۔۔یا۔۔قبر کے اندر۔۔یا۔۔اُن سب وقتوں میں جو مذکور ہوئے، ساتھ اس بات کے کہ اُن سے کہیں گے (**کہ مت ڈرو**) ان سے جو تمہارے آگے ہیں امورِ اخروی، اس واسطے کہ وہ تم پر آسانی سے گزر جائیں گے۔ (**اور رنجیدہ نہ ہو**) اُس کے سبب سے جو چھوڑ آئے ہو اہل و عیال کہ حق تعالیٰ ان کے کام بخوبی بنائے گا۔ (**اور خوش ہو جاؤ اُس جنت**) کے سبب (**سے،**

جس) جنت (کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) پیغمبر کی زبانی۔۔اور۔۔

نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا

ہم تمہارے دوست ہیں دُنیاوی زندگی میں اور آخرت میں۔اور تمہارے لیے اُس میں

مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۳۱

جس کو چاہے تم لوگوں کا جی،اور تمہارے لیے اُس میں جو کچھ مانگو●

(ہم تمہارے دوست ہیں دُنیاوی زندگی میں)،تم کو آفتوں سے بچاتے رہے،اور سچا الہام دیتے رہے،اور بھلائی کی باتیں بتاتے رہے،اور مدد کرتے رہے۔**(اور)** ایسے ہی ہم تمہارے دوست رہیں گے **(آخرت میں)** بھی،تمہاری تعظیم وتکریم کرکے،اور جس کسی کو خدا چاہے اُس کی شفاعت میں مدد کرکے،**(اور تمہارے لیے)** ہے **(اُس میں)** یعنی آخرت میں،یعنی جنت میں ہر وہ چیز **(جس کو چاہے تم لوگوں کا جی)** لذتوں اور کرامتوں میں سے۔**(اور تمہارے لیے اُس میں)** ہے **(جو کچھ مانگو)**۔یعنی تم جو چاہو گے عقبیٰ میں وہ تمہیں عطا کیا جائے گا۔۔دراصل یہ۔۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۳۲ ؑ

ع ۱۸ ۷

مہمانی ہے غفور رحیم کی طرف سے●

(مہمانی ہے غفور رحیم کی طرف سے)،یعنی خدائے مہربان بخشنے والے کی طرف سے۔

'نزول' کے ساتھ 'رحیم' لانا اس طرح اشارہ کرتا ہے جو اہلِ استقامت کی تمنا ہے،وہ اُن نعمتوں کے سامنے جو عطا کی جائیں گی،ایسی ہے جیسے مہمان کے سامنے جو ماحضر لاتے ہیں۔ اُسے ان نعمتوں کے ساتھ نسبت ہے جو اس کی ضیافت کے واسطے اہتمام اور تکلف کے ساتھ تیار کی جاتی ہے۔

اور یہیں سے بزرگوں نے کہا ہے کہ 'نہایتِ کرامت' ''نتیجہ ءاستقامت' ہے۔اس واسطے کہ 'سلوکِ طریقت' میں اُس سے عالی کوئی درجہ نہیں۔۔۔سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایسے اقوال نقل فرمائے تھے جن سے پتہ چلتا ہے وہ نبی ﷺ کی دعوت سے سخت اعراض کرتے ہیں۔۔مثلاً:انہوں نے کہا آپ ہمیں جس دین کی طرف بُلا رہے ہیں،اُس کے خلاف ہمارے دِلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔اور انہوں نے کہا اُس قرآن کو مت

سنو اور اُس کی تلاوت کے وقت لغو باتیں کرو۔ اب گویا اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرمایا، ہر چند کہ اہلِ مکہ نے دِل آزار اور سنگین باتیں کہی ہیں، لیکن آپ اُن باتوں سے متاثر نہ ہوں اور اُن کو اُسی طرح پیہم تبلیغ کرتے رہیں، کیونکہ دینِ حق کی دعوت دینا سب سے بڑی عبادت ہے اور سب سے اہم اطاعت ہے، اس لیے فرمایا اُس سے عمدہ کلام کس کا ہوسکتا ہے۔۔۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا

اور کون زیادہ بہتر ہے بات میں اُس سے؟ جس نے بُلایا اللہ کی طرف اور کام کیا لیاقت والا،

وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾

اور کہہ دیا کہ "بلاشبہ میں مسلمانوں سے ہوں"●

(اور کون زیادہ بہتر ہے بات میں اُس سے؟ جس نے بلایا اللہ) تعالیٰ (کی طرف اور کام کیا لیاقت والا) یعنی نیک کام کیا، (اور کہہ دیا کہ بلاشبہ میں مسلمانوں سے ہوں)۔

سابقہ آیات سے مناسبت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کی فضیلت کا ایک مرتبہ یہ ہے کہ وہ بُری صفات کو ترک کر کے اور نیک صفات کو اپنا کر خود کامل ہوجائے۔ اور اِس سے بھی بڑی فضیلت یہ ہے کہ خود کامل ہونے کے بعد دوسروں کو کامل بنائے، تو اس سے پہلی آیت میں انسان کے کامل ہونے کا مرتبہ فرمایا تھا، کہ بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اُس پر مستقیم رہے۔ اور اِس آیت میں انسان کے کامل گر ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے اور یہ انسان کی زیادہ بڑی فضیلت ہے۔

اِس آیت کا آنحضرت ﷺ کی شان میں ہونا تو ظاہر ہے کہ آپ نے خلق کو خدا کی طرف بُلایا۔ امام ابواللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ اِس سے علماء مراد ہیں جو دین کے امور لوگوں کو سکھاتے ہیں اور اپنے علم کے موافق عمل کرتے ہیں۔۔۔یا۔۔۔محتسب لوگ مراد ہیں کہ امر معروف اور نہی منکر کے قاعدوں کی تمہید کرتے ہیں اور اُن کا عملِ صالح صبر و عمل ہے، ان سختیوں اور مکروہات پر جو انہیں پہنچتی ہیں۔

بعضوں نے فرمایا کہ سب امام اور مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اِس آیت میں داخل ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے یہ آیت موذنوں کی شان میں ہے۔ صاحبِ عین المعانی

نے لکھا ہے کہ جب حضرت بلال اذان دیتے، تو یہود کہتے کہ کوّا اچلّا تا ہے اور نماز کے واسطے بُلا تا ہے۔ اور اُس کے سوا بھی بیہودہ باتیں اُن کی زبان پر آتیں، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اِس تقدیر پر کہ یہ آیت موذنون کی شان میں ہو، تو اُن کا نیک عمل یہ ہے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان میں دو رکعت نماز پڑھیں ۔۔ الختصر۔۔ اوپر کے ارشادات سے واضح ہو گیا۔۔۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ

اور نہیں برابر ہو سکتی نیکی و بدی۔ "ہٹایا کرو ہٹانے کی چیز کو نہایت بھلائی سے،"

فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾

تو اُس وقت وہ، کہ تمہارے درمیان اور اُس کے درمیان دشمنی ہے، گویا کہ دوست ہے رشتہ دار●

(اور) روشن ہو گیا کہ جزاؤں اور مکافات میں (نہیں برابر ہو سکتی نیکی و بدی)۔ یعنی خدا کو ایک جاننا اور خدا کا شریک ٹھہرانا برابر نہیں ہے۔ پہلا بہشت میں درجے بلند ہونے کا باعث ہے، اور دوسرا دوزخ کے درکوں میں گرنے کا سبب ہے۔

کہا گیا ہے کہ حَسَنَۃٌ نرمی ہے اور سَیِّئَۃٌ سختی ہے۔۔ یا۔۔ حَسَنَۃٌ علم ہے اور سَیِّئَۃٌ جہل ہے۔ تبیان اور عین المعانی میں ہے کہ حَسَنَۃٌ آلِ رسول ﷺ سے محبت ہے، اور سَیِّئَۃٌ اُن کے ساتھ عداوت ہے۔

حکمت و دانائی کا تقاضا یہی ہے کہ (ہٹایا کرو ہٹانے کی چیز کو نہایت بھلائی سے)۔ یعنی دفع کیجیے اُس کے ساتھ جو زیادہ بہتر ہے۔ تو غصہ کو حلم سے تسکین دے، اور گناہ کو معاف کر کے مٹا دے، اور لغو سے غفلت کے ساتھ درگزر۔

یہ اچھی خصلت کے حسنِ انجام کا بیان ہے، یعنی جب تمہیں کسی دشمن سے کوئی بُرائی عارض ہو، تو اُسے ایسی بھلائی سے دفع کریں جو اُس سے بہتر ہو۔ یعنی بُرائی کا بدلہ احسان سے دیں، کیونکہ یہ عفو سے احسن ہے۔

جب تم ایسا کرو گے (تو اُس وقت وہ کہ تمہارے درمیان اور اُس کے درمیان دشمنی ہے) اُس کے دِل سے عداوت دُور ہو جائے گی اور ایسا لگے گا کہ (گویا کہ) وہ تمہارا (دوست ہے)، اور وہ بھی (رشتہ دار) ہے، یعنی تمہارا حامی و خیر خواہ ہے۔

وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾

اور نہیں دیا جاتا یہ، مگر جنہوں نے صبر سے کام لیا۔ اور نہیں پاتے یہ، مگر بڑے نصیب والے●

(اور نہیں دیا جاتا یہ، مگر جنہوں نے صبر سے کام لیا)۔ یعنی یہ صفت اُنہیں کو عطا کی جاتی ہے، جو صبر سے کام لیتے ہیں۔ (اور نہیں پاتے یہ) خوبی (مگر بڑے نصیب والے)۔

یعنی اُن لوگوں کو جو پورا حصہ حاصل رکھتے ہیں ایمان میں سے۔۔یا۔۔کمالِ نفس۔۔یا۔۔خیر۔۔یا۔۔اخلاقِ حسنہ میں سے۔ اور بعضوں نے کہا حَظٍّ عَظِيْمٍ بہشت ہے۔۔الغرض ۔۔یہ خوبی بہشتیوں کا مقدر ہے۔

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ

اور اگر کونچے تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی کونچا، تو پناہ مانگ لے اللہ کی۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

بے شک وہی سننے والا علم والا ہے●

(اور اگر کونچے تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی کونچا)۔ یعنی اے مخاطب اگر پہنچے تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ۔۔یا۔۔تباہی، یعنی اگر وسوسۂ شیطانی چاہے کہ یہ صفت جو مذکور ہوئی اُس کی جڑ کاٹ دے اور اُسے توڑ ڈالے، (تو پناہ مانگ لے اللہ) تعالیٰ (کی) اُس کے شر سے۔ (بے شک وہی سننے والا) ہے تمہارے پناہ مانگنے کو۔ اور (علم والا ہے) یعنی جانتا ہے تمہاری نیت کو۔

اِسی سورہ کی آیت ۳۳ میں بیان فرمایا تھا کہ اُس سے عمدہ اور کس کا کلام ہوسکتا ہے، جو اللہ کے دین کی دعوت دے اور اِس اگلی آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ کے دین کی دعوت دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود، اُس کی الوہیت، اُس کی توحید، اُس کی قدرت، اور اُس کی حکمت پر دلائل پیش کیے جائیں۔ رات اور دن سورج اور چاند وغیرہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت، اُس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں، اور اُس کی تقریر یہ ہے کہ سورج اور چاند کا طلوع وغروب ایک مقرر شدہ نظام کے تحت تسلسل سے وجود میں آرہا ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ سورج اور چاند کسی ناظم کے تابع ہیں، اور چونکہ پوری کائنات میں یہ نظام واحد ہے، اِس سے واضح ہوتا ہے کہ اُس کا ناظم بھی واحد ہے۔ اور اِس پوری دُنیا میں سورج سے عظیم وقوی چیز ہمیں کوئی نظر نہیں آتی۔ وہ اگر اپنے مقام سے ذرا نیچے ہوتا، تو

اُس کی تپش سے روئے زمین پر کوئی زندہ نہ رہتا۔ اور اگر اوپر ہوتا تو سب سردی سے منجمد ہوجاتے۔ تو جس ذات نے اِس عظیم سیارے کو اپنے نظام کا پابند کیا ہوا ہے، وہی خلاقِ عالَم ہے۔ پھر وہ جب چاہتا ہے تو اُس عظیم آفتاب کو گہن لگا کر بےنور کردیتا ہے۔ اور یہ اس کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے، اور اِس میں اُس پر متنبہ کرنا ہے کہ جو اتنے عظیم سورج کے نور کو سلب کرنے پر قادر ہے، وہ ہماری آنکھوں سے بصارت کے نور کو اور ہمارے دِلوں سے بصیرت کے نور کو زائل کرنے پر بطریقِ اولیٰ قادر ہے۔۔ چنانچہ۔۔ فرمانِ الٰہی۔۔۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ

اور اُس کی نشانیوں سے ہے رات اور دن، اور سورج اور چاند، مت سجدہ کرو سورج کا

وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۳۷

اور نہ چاند کا، اور سجدہ کرو اللہ کا، جس نے پیدا فرمایا اُنہیں، اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو●

(اور) ارشادِ خداوندی ہے کہ (اُس) کی قدرت وحکمت (کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن)، کہ ایک دوسرے کے پیچھے ہے۔ دن آرائش کے لیے اور رات آسائش کے لیے۔ (اور سورج اور چاند) کہ سیرِ مقدر اور اندازۂ مقرر کے ساتھ آتے جاتے ہیں، اور یہ سب بھی تمہاری طرح مخلوق ہی ہیں، تو (مت سجدہ کرو سورج کا اور نہ چاند کا، اور سجدہ کرو اللہ) تعالیٰ (کا، جس نے پیدا فرمایا انہیں)، یعنی آفتاب ماہتاب اور رات دن وغیرہ ساری کائنات کو، (اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو)۔ اِس لیے کہ سجدہ ایک بہت خاص عبادت ہے اور وہ خالق کے واسطے چاہیے، مخلوق کے لیے نہیں۔

امام شافعی اِسی مقام پر سجدہ کرتے ہیں، تاکہ سجدہ حکم کے ساتھ ملا رہے۔ اور یہ روایت حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ

پھر بھی اگر ڈینگ کی لیں، تو جو تمہارے رب کے پاس ہیں، تسبیح بولتے اُس کی رات

وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۳۸ السجدۃ

اور دن، اور وہ نہیں تھکتے●

(پھر بھی اگر ڈینگ کی لیں) یعنی از راہِ تکبر سرکشی کریں خدا کو سجدہ کرنے سے، (تو) اُس سے

الجزء ۱۵

اُس کا نقصان کیا ہے، اس لیے کہ وہ اُن کی عبادت اور اُن کی تسبیح وتحمید کا محتاج نہیں، اس لیے کہ اَے محبوب! (جو تمہارے رب کے پاس) فرشتے (ہیں تسبیح بولتے) ہیں (اُس کی رات اور دن)، یعنی برابر اُس کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، (اور وہ نہیں تھکتے) بہت عبادت اور تسبیح وتحمید کرنے سے۔

امام اعظم یہاں پر سجدہ کرتے ہیں، اس واسطے کہ سجدہ کا ذکر یہاں تمام ہوا، اور یہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ اِس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ قرآنی سجدوں میں سے گیار''ہواں سجدہ ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فتوحات میں اِس سجدہ کو 'سجدۂ اجتہاد' کہا ہے، اور فرمایا ہے کہ اگر پہلی آیت کے آخر پر سجدہ کریں، تو 'سجدۂ شرط' ہوگا۔ اس واسطے کہ حق تعالیٰ کے قول اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ سے ملا ہوگا۔ اور اگر دوسری آیت کے بعد سجدہ کریں، تو 'نشاط' اور 'محبت' کا سجدہ ہوگا، اس لیے کہ هُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ کے کلمے سے ملا ہوا ہے۔ آسمانی قدرت کی نشانیوں کے ذکر کے بعد اب زمینی نشانیوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔۔۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

اور اُس کی نشانیوں سے ہے، کہ بلاشبہ تم دیکھ رہے ہو زمین کو دبی پڑی، پھر جب اُتارا ہم نے اُس پر پانی،

الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ

تو پھر پھرائی اور بڑھی۔ بے شک جس نے اُس کو زندہ کیا یقیناً مُردوں کو جلانے والا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹

بے شک وہ ہر چاہے پر قدرت رکھنے والا ہے●

(اور) فرمایا جارہا ہے کہ (اُس کی نشانیوں سے ہے کہ بلاشبہ تم دیکھ رہے ہو زمین کو دبی پڑی) اور سوکھی، (پھر جب اُتارا) اور برسایا (ہم نے اُس پر پانی، تو پھر پھرائی) یعنی جنبش میں آئی، اُس سے سبزہ اُگنے کے سبب سے، (اور بڑھی) یعنی اُگی اور بڑھی گھاس کے سبب سے۔ (بے شک جس نے اُس) مردہ زمین (کو زندہ کیا، یقیناً مُردوں کو جلانے والا ہے) اور (بے شک وہ ہر چاہے پر قدرت رکھنے والا ہے) جو چاہے کرے۔۔۔ المختصر۔۔۔ بے شک وہ سب چیزوں پر زندہ کرنے اور مار ڈالنے پر قادر ہے، اور اُس کی قدرت سب مقدوروں کے ساتھ ایک ہی ہے۔

اِسی سورۂ مبارکہ کی آیت ۳۳ میں یہ بتایا تھا، کہ انسان کا سب سے عمدہ منصب اور مرتبہ

'اللہ کے دین کی دعوت دینا ہے'، یعنی خود بھی سیدھے راستے پر رہنا اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے پر چلانے کی کوشش کرنا۔ اُس کے برخلاف۔۔۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی

بے شک جو ٹیڑھی چال چلیں ہماری آیتوں میں، وہ نہیں پوشیدہ ہیں ہم پر۔ تو کیا جو ڈال دیا جائے

فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ

آگ میں وہ بہتر ہے یا جو آئے بحالتِ امن، قیامت کے دن؟ کر ڈالو جو جی چاہے۔

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴۰﴾

بے شک وہ جو کچھ کر دیکھ رہا ہے اُنہیں بھی●

(بے شک جو ٹیڑھی چال چلیں ہماری آیتوں میں)، یعنی ہماری آیتوں کی تکذیب کریں۔۔یا۔۔ ہماری آیتوں سے انحراف کریں۔۔یا۔۔ ہماری آیتوں سے کفر کریں۔۔یا۔۔ ہمارے رسولوں سے عناد رکھیں۔۔یا۔۔ تلاوتِ قرآن کے وقت سیٹیاں بجائیں اور تالیاں پیٹیں۔۔یا۔۔ قرآنی آیات میں تاویلِ باطل کریں۔۔یا۔۔ طعن و تشنیع کریں، تو **(وہ نہیں پوشیدہ ہیں ہم پر)**۔ یعنی ہم سب کو جانتے ہیں اور اُن کے طعن اور الحاد کی جزا ہم اُن کو دیں گے۔ **(تو)** اِس مقام پر غور کریں غور کرنے والے، کہ **(کیا)** ابوجہل صفت انسان **(جو ڈال دیا جائے آگ میں وہ بہتر ہے؟ یا جو آئے بحالتِ امن قیامت کے دن)**۔

جیسے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے چاہنے والے اور آپ پر ایمان لانے والے آپ کے غلام۔۔ مثلاً: حضرت حمزہ، حضرت عمار، حضرت عمر، حضرت عثمان وغیرہم رضی اللہ عنہم ہیں۔ حق تعالیٰ نے پھر منکرین کو ڈراتے اور دھمکاتے ہوئے فرمایا کہ۔۔۔

(کر ڈالو جو جی چاہے۔ بے شک وہ جو کچھ کر دیکھ رہا ہے انہیں بھی) اور اُس پر تم کو جزا دے گا۔ اور سن لو کہ۔۔۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ﴿۴۱﴾ ۙ

جنہوں نے انکار کر دیا نصیحت کا جب کہ آئی اُن کے پاس، اور بلاشبہ یہ یقیناً عزت والی کتاب ہے●

(جنہوں نے اِنکار کر دیا نصیحت کا جبکہ آئی اُن کے پاس) اور اِس طرح وہ قرآنِ کریم، یعنی

ذکروں میں سب سے بہتر ذکر کے منکر ہو گئے، (اور) وہ عداوت اور جھگڑا کرنے والے یہ بھی نہ سوچ سکے، کہ (بلاشبہ یہ یقیناً عزت والی کتاب ہے)، جسے 'ربِّ عزیز' نے 'فرشتہءعزیز' کے ذریعہ اپنے 'رسولِ عزیز' پر 'امتِ عزیز' کے واسطے نازل فرمایا۔

--یا یہ کہ--

دوست کا نامہ ہے دوست کے پاس، اور دوست کا نامہ دوستوں کے نزدیک عزیز ہوتا ہے۔

یہ ایسی کتابِ عزیز ہے کہ---

لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖؕ

نہیں آسکتا باطل اُس کے آگے اور نہ پیچھے سے۔

تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ﴿۴۲﴾

اُتاری ہوئی حکمت والے حمد والے کی طرف سے●

(نہیں آسکتا باطل اُس کے آگے اور پیچھے سے)۔ یعنی کسی جہت سے کوئی باطل امر اُس کی طرف آ ہی نہیں سکتا--یا--گھٹانا یا بڑھانا اُس کی طرف راہ نہیں پاتا، اور اگلی پچھلی خبریں جو اُس میں ہیں ان خبروں میں کچھ بھی جھوٹ نہیں پایا جاتا۔ اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے، اس لیے کہ یہ کتاب--- (اُتاری ہوئی حکمت والے حمد والے کی طرف سے)، یعنی خداوند دانا اور پروردگار حمید نے اسے نازل فرمایا ہے۔ اور اَے محبوب! تمہاری قوم کے کافروں سے---

مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ

نہ کہا جائے گا تمہیں، مگر جو کہا گیا رسولوں کو پہلے تم سے۔ بے شک تمہارا رب یقیناً

مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۴۳﴾

مغفرت والا، اور دردناک عذاب والا ہے●

(نہ کہا جائے گا تمہیں مگر جو کہا گیا رسولوں کو پہلے تم سے)۔

اِس میں نبی کریم کے لیے تسلی ہے کہ آپ کے عہد کے کافر جو کہہ رہے ہیں، یہ کہنا کوئی نئی بات نہیں، بلکہ آپ کے عہد کے پہلے کے کافروں نے بھی اپنے پیغمبروں کے ساتھ اسی طرح کی بکواس کی تھی۔

تو اَے محبوب! کافروں کی اِن باتوں سے آپ غمگین نہ ہوں، اس لیے کہ خدا کی مہربانیاں آپ کے ساتھ اور دوسرے پیغمبروں کے ساتھ ہیں۔ (بے شک تمہارا رب یقیناً مغفرت والا) ہے، جو انبیاءِ کرام کو اذنِ شفاعت دے کر ان کے درجات بلند کرنے والا ہے، اور اُن کے سارے وفادار امتیوں کو اپنے فضل اور اُن کی شفاعت سے بخشنے والا ہے۔ (اور) کافروں اور تکذیب کرنے والوں کو (دردناک عذاب) میں مبتلا کرنے (والا ہے)۔

روایت ہے کہ کفارِ قریش نے کہا کہ قرآن زبانِ عجم میں کیوں نہیں نازل ہوتا، اور کچھ عربی اور کچھ عجمی کیوں نہیں ہوتا، تاکہ دونوں قوم کے لوگ اُس سے حصہ لیں، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ

اور اگر بناتے ہم اُسے قرآن عجمی زبان کا، تو ضرور کہتے کہ "کیوں نہ صاف صاف بولی گئیں اُس کی آیتیں"۔۔ "کیا عجمی پیغام

وَّعَرَبِیٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِیْنَ

اور عربی پیغمبر؟" کہہ دو کہ "وہ اُن کے لیے جو مان گئے، ہدایت وشفاء ہے۔" اور جو

لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی ؕ

نہ مانیں، اُن کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہے، اور وہ اُن پر اندھرایا ہوا ہے۔

اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ۝۴۴ ع

جیسے وہ لوگ پکارے جاتے ہیں دُور جگہ سے●

(اور) فرمایا گیا کہ (اگر بناتے ہم اِسے قرآن عجمی زبان کا) یعنی غیر عرب کی زبان میں، (تو ضرور کہتے) کفارِ عرب (کہ کیوں نہ صاف صاف بولی گئیں اِس کی آیتیں) ایسی زبان میں جس کو ہم سمجھتے۔ یہ بھی (کیا) بات رہی کہ (عجمی پیغام) ہے (اور عربی پیغمبر) اور مخاطب بھی عرب ہیں۔۔ الختصر۔۔ جو کٹ حجتی ہی کرنا چاہتے ہوں، وہ ہر صورت میں اپنی کٹ حجتی کے لیے راستہ نکال ہی لیں گے۔ تو اَے محبوب! اُن سے (کہہ دو، کہ وہ اُن کے لیے جو مان گئے ہدایت وشفاء ہے)، جو حق کی طرف راہ دکھانے والا ہے، اور شک وشبہ کی بیماریوں سے شفاء بخشنے والا ہے۔ (اور جو نہ مانیں اُن کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہے)، یعنی وہ بہرے بنے جاتے ہیں اور گوش ہوش سے اُس کو نہیں سنتے۔ (اور وہ اُن پر

اندھرایا ہوا ہے)، یعنی اُن کا اندھا پن اور نابینائی چھائی ہوئی ہے کہ وہ اُس کے جمال کمال کا جلوہ نہیں دیکھتے۔ اور وہ گروہ جو قرآن سننے اور اس کی حقیقت کی طرف سے اندھے ہیں وہ ایسے ہیں، (جیسے وہ لوگ پکارے جاتے ہیں دُور جگہ سے)، یعنی اُن کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی کو دُور دراز مسافت سے پکاریں کہ وہ نہ پکارنے والے کو دیکھے نہ اُس کی آواز سنے، تو اُس کو اُس پکار سے کیا فائدہ؟

سابقہ آیت میں کتاب کے تعلق سے کافروں کی باتوں کا ذکر تھا، اور اب آگے حق تعالیٰ یہ واضح فرما رہا ہے کہ اپنے عہد کی آسمانی کتاب کے تعلق سے اِس عہد کے لوگوں نے بھی مختلف رویہ اختیار کیا تھا۔ بعض نے تصدیق کی اور بعض نے تکذیب، بلکہ پانچ سو۵۰۰ سال کے بعد اُس کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔

تو اَے محبوب! یہی تمہاری قوم کا بھی حال ہے کہ ہم نے اُن کو قرآنِ کریم دیا، تو بعض نے تصدیق کی اور بعض نے کفر کیا۔ مگر یہ لوگ قرآن کریم کو بدل نہ سکے، اس لیے کہ اُس کی حفاظت کو خود ہم نے اپنے ذمہءکرم میں رکھ لیا تھا۔ اور چونکہ تمہاری امت کے حق میں یہ لکھ دیا گیا ہے، اور حکم ازلی میں یہ طے کر دیا گیا ہے کہ دُنیا میں اُن کو ہلاک کر دینے والا اور اُن کو جڑ سے اکھاڑ دینے والا عذاب نہیں دیا جائے گا، بلکہ ان کا اور اہلِ ایمان کا فیصلہ قیامت میں ہوگا۔ اور یہ بھی طے کر دیا گیا کہ آپ کی موجودگی میں ان پر عذاب نازل نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ اُن کو یہاں مہلت وفرصت نصیب ہوگئی ہے، ورنہ یہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ایسے سرکشوں کی سرکشی کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا بات کی وضاحت۔۔۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب، تو جھگڑا نکالا گیا اُس میں۔ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے ہو چکی تمہارے رب کی

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾

طرف سے، تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اُن کے درمیان۔ بے شک وہ ضرور شک میں ہیں اُس کی طرف سے، تردد میں پڑے●

(اور) صاف صاف بیان کر دینے کے لیے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ (بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب) توریت (تو جھگڑا نکالا گیا اُس میں)، اُس کی تصدیق وتکذیب کر کے اور اُس میں تحریف کر کے۔ (اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے ہو چکی تمہارے رب کی طرف سے)، یعنی قیامت کا وعدہ، میدانِ حشر میں جھگڑے فیصل کرنا۔۔یا۔۔تکذیب کرنے والوں کے عذاب میں تاخیر، (تو

ضرور فیصلہ کردیا جاتا اُن کے درمیان) اور پھر وہ نیست و نابود ہوجاتے۔ (بے شک وہ) یعنی عرب کے مشرک۔۔یا۔۔یہود (ضرور شک میں ہیں اُس کی طرف سے) یعنی قرآن۔۔یا۔۔توریت کے تعلق سے، اور ایسا شک جس کی وجہ سے وہ (تردد میں پڑے) ہیں اور اضطراب کا شکار ہیں، سچی بات تو یہ ہے کہ۔۔۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ

جس نے لیاقت مندی کی، تو اپنے بھلے کو، اور جس نے بُرائی کی تو اُسی پر ہے۔

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۴۶

اور نہیں ہے تمہارا رب ظلم کرنے والا، بندوں کے لیے●

(جس نے لیاقت مندی کی، تو اپنے بھلے کو) یعنی اُس کا فائدہ اُسی کو پہنچے گا۔ (اور جس نے بُرائی کی، تو اُسی پر ہے) اُس کا وبال اور اُس کا ضرر۔ (اور نہیں ہے تمہارا رب ظلم کرنے والا) اپنے (بندوں کے لیے) کہ عمل کے لائق بدلہ نہ دے۔

بعونہٖ تعالیٰ و بفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۶/ جمادی الاوّل ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۳۰/ مارچ ۲۰۱۲ء

بروز جمعہ مبارکہ چوبیسویں ۲۴ پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گو ہوں

کہ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت

مرحمت فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی حفاظتِ خاص میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ، وَبِحَقِّ نٓ وَصٓ،

وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

تشریحِ لغات

-- ﴿ آ ﴾ --

آشکارا: ظاہر۔۔نمایاں۔۔۔کھلا ہوا۔

آفرینش: پیدائش۔۔مخلوق۔۔دُنیا۔

آلودہ: بھرا ہوا۔۔پھنسا ہوا۔۔گناہگار۔

-- ﴿ ا ﴾ --

ابتلاء: آزمائش۔۔امتحان۔۔مصیبت۔۔بلا۔

اٹکل: اندازہ۔۔قیاس۔۔تخمینہ۔

احتمال: شک وشبہ۔۔وہم۔۔گمان۔

اختصاص: خاص کرنا۔۔خصوصیت رکھنا۔

اخص: خاص الخاص۔۔نہایت خصوصیت والا۔

اذن: اجازت۔

ارفع: نہایت بلند۔۔عالی مرتبہ۔

ازالہ: زائل کرنا۔۔دُور کرنا۔۔مٹانا۔۔ہٹانا۔

ازانجملہ: سب میں سے۔۔اُن میں سے۔

ازدحام: بھیڑ۔۔مجمع۔

اسپند: کالا نشان جو اکثر گورے چہروں پر نظرِ بد سے بچاؤ کے لیے لگایا جاتا ہے۔

استجابت: التجا کو سننا اور قبول کرنا۔

استحقاق: مستحق ہونا۔۔سزاوار ہونا۔

استحکام: مضبوطی۔۔استواری۔۔پختگی۔

استدلال: دلیل۔۔برہان۔۔ثبوت۔

استعداد: لیاقت۔۔قابلیت۔۔فطری صلاحیت۔

استغاثہ: داد۔۔فریاد۔

استفسار: دریافت کرنا۔۔پوچھنا۔۔پوچھ گچھ۔

استقرارگاہ: ٹھہرنے کی جگہ۔۔قائم ہونے کا مقام۔

استہزا: ہنسی مذاق۔۔ہنسی اُڑانا۔

استہزاءً: ہنسی اُڑانا۔۔ہنسی کے طور پر۔

اسرارِرموز: بھیدوراز۔۔پوشیدہ باتیں۔

اسناد: سند پیش کرنا۔۔سند لانا۔

اصرار: ہٹ۔۔ضد۔۔اَڑ۔

اضافت: نسبت۔۔لگاؤ۔

اطوار﴿طور کی جمع﴾: طریقہ۔

اعتدال: نہ کمی نہ زیادتی۔۔درمیانی درجہ۔۔میانہ روی

اعتراف: اقرار کرنا۔۔تسلیم کرلینا۔۔مان جانا۔

اعراض: منہ پھیرنا۔۔بچنا۔۔رُوگردانی کرنا۔

افتخار: فخر۔۔عزت۔۔ناز۔

افراط: زیادتی۔۔حدِاعتدال سے بڑھ جانا۔۔کثرت۔

اقسامِ خلائق: مخلوق کی قسمیں۔

اقوات﴿قوت کی جمع﴾: کھانے کی چیزیں۔

اقوالِ کاذبہ: جھوٹے قول۔۔من گھڑت باتیں۔

اکارت: بے کار۔۔ضائع۔۔برباد۔

التزام: کسی بات کو لازم کرلینا۔۔ضروری قرار دے لینا۔

التفات: متوجہ ہونا۔۔توجہ۔۔مہربانی۔

الحانِ دل آویز: دل کو خوش کردینے والی آواز۔۔اچھی آواز۔

انحراف: اِنکار۔۔مخالفت۔۔نافرمانی۔

انواع﴿نوع کی جمع﴾: جنس۔۔وضع۔۔شکل۔

اوہامِ ضعیفہ: کمزور اور بے بنیاد وہم اور خیالات۔

ایثار: دوسرے کے نفع کو اپنے نفع پر ترجیح دینا۔

ایذا: دکھ۔۔تکلیف۔۔اذیت۔

ایذارسانی: دکھ پہنچانا۔۔تکلیف دینا۔۔اذیت دینا۔

ایمانِ یاس: خوف کے وقت کا ایمان۔۔آخری وقت جب موت دکھائی دی تو مان جانا۔

اِدراک: عقل۔۔فہم۔۔رسائی۔

اجَل: موت۔۔مرگ۔۔قضا۔

اُلفت: پیار۔۔محبت۔۔دوستی۔

--﴿ ب ﴾--

بار: تکلیف۔۔ذمہ داری۔
بارگاہِ قدم: ہمیشگی والی دربار۔۔خدا کی بارگاہ۔
باڑھ: اٹھان۔
باغِ وصال: جنت۔۔جہاں اللہ کا دیدار ہوگا۔
بالجبر: زبردستی۔
باور: یقین۔۔بھروسا۔۔اعتبار۔۔اعتماد۔
برانگیختہ: اُکسانا۔۔آمادہ کرنا۔
برگزیدہ: منتخب۔۔چنا ہوا۔۔پسندیدہ۔
برلانے: پورا کرنا۔۔انجام کو پہنچانا۔
بروج ﴿برج کی جمع﴾: ستارے کا مقام۔۔نظری طور پر۔۔آسمانی دائرے کا بارہواں حصہ۔
بزعمِ خود: خود اپنے گمان میں۔اپنے گمان کے مطابق۔
بطریقِ اولیٰ: بہتر طریقے سے۔۔بہتر انداز سے۔
بطلان: باطل ہونا۔۔جھوٹ ہونا۔۔تردید۔
بطن: پیٹ۔۔شکم۔
بطورِ تمسخر: ہنسی کے طور پر۔۔مذاق اُڑانے کے انداز میں۔
بعث ونشر: روزِ قیامت۔۔مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا۔
بُعد: دوری۔۔فاصلہ۔
بعید: دور۔۔علیحدہ۔
بنا: بنیاد۔۔شروع۔
بہرہ مند: فائدہ اٹھانے والا۔
بہیمی: حیوانیت۔
بھید: راز۔۔پوشیدہ بات۔
بیضہ: انڈا۔
بے بہرہ: محروم۔۔بےنصیب۔
بے ثباتی: ناپائیداری۔
بَری: آزاد۔

--﴿ پ ﴾--

پاسبانی: حفاظت۔
پتر: کسی دھات کا پتلا سا ٹکڑا۔
پراگندہ: منتشر۔۔تتر بتر۔
پہلوتہی: کنارہ کشی کرنا۔

--﴿ ت ﴾--

تابانیوں ﴿تابانی سے﴾: روشنی۔۔نور۔۔چمک۔
تابع: ماتحت۔۔مطیع۔۔فرمانبردار۔
تاخیر: دیر۔۔توقف۔۔وقفہ۔
تاسف: افسوس۔۔حیرت۔۔رنج وملال۔
تامل: سوچ بچار۔۔فکر۔
تائب: توبہ کرنے والا۔۔گناہ کی معافی مانگنے والا۔
تبنیت: متبنّیٰ بنانا۔۔گود لینا۔۔لے پالک بنانا۔
تپائی: تین پایوں کی چوکی۔
تتمہ: بقیہ۔۔بچا ہوا۔۔کسی چیز کا آخری حصہ۔
تجدید: نئے سرے سے کام شروع کرنا۔
تحریص: لالچ دینا۔۔حرص دلانا۔۔ترغیب۔
تحسر: حسرت۔۔غم۔۔رنج۔۔افسوس۔
تحمل: برداشت۔۔صبر۔
تخصیص: خصوصیت۔۔حق مخصوص۔
تخفیف: کمی۔۔گھٹاؤ۔۔افاقہ۔۔آرام۔
تدارک: درستی۔۔اصلاح۔
تدریجا: درجہ درجہ ہونا۔۔آہستہ آہستہ ہونا۔
تدقیق: غور وفکر۔۔سوچ وبچار۔۔باریک بینی۔
تذکیر: ڈرانے سے۔
تردد: شش وپنج۔۔سوچ۔۔فکر۔
ترک: چھوڑنا۔
تسویف: ٹالنا۔۔کل کے لیے رکھ چھوڑنا۔
تصدق: صدقہ دینا۔۔قربانی۔۔صدقہ۔۔خیرات۔
تصرف: قبضہ۔۔اختیار۔۔استعمال۔
تعب: دکھ۔۔محنت مشقت۔۔تکلیف۔
تعرض: مزاحمت کرنا۔۔روکنا۔
تغیر وتبدل: الٹ پھیر۔
تفاوت: فاصلہ۔۔دُوری۔

تفاوت طبقات: درجوں میں فاصلہ۔۔ایک سے ایک بڑا درجہ۔
تقدیم: مقدم سمجھنا۔۔مقدم ہونا۔۔ترجیح۔۔فوقیت۔
تقصیر: کوتاہی۔۔کمی۔۔سہو۔۔بھول چوک۔
تقلید: پیروی۔۔کسی کے قدم بہ قدم چلنا۔۔کسی کی متابعت کرنا۔
تکذیب: جھٹلانا۔۔جھوٹ بولنے کا الزام لگانا۔
تکوین: پیدا کرنا۔۔وجود میں لانا۔
تلافی: نقصان کا عوض۔۔بدلہ۔
تلف: برباد۔۔تباہ۔۔گم۔۔ضائع۔
تمثیل: مثال۔۔تشبیہ دینا۔
تمجید: خدا کی بزرگی کی تعریف کرنا۔
تمہید: کسی بات کا آغاز۔۔کسی مضمون کا عنوان۔
تن پروری: بدن کو پالنا۔۔جسم کی ضرورت کے لیے کھانا پینا۔
تناسل: نسل بڑھانا۔۔اولاد پیدا کرنا۔
تناقض: ایک دوسرے کی ضد یا مخالف ہونا۔
تند: تیز۔۔سخت۔۔شدید۔۔پرزور۔
تنزیہہ: پاکی۔
تنعم: عیش وآرام۔
توالد: اولاد پیدا کرنا۔
توبہ شکن: توبہ کر کے توڑ دینے والا۔
توسیع: وسعت۔۔کشادگی۔۔فراخ کرنا۔
توضیح: شرح۔۔وضاحت۔
توقف: دیر۔۔تاخیر۔۔وقفہ۔
توھمات ﴿توہم کی جمع﴾: وہم۔۔گمان۔
تہدید: ڈرانا۔۔دھمکانا۔
تھکے: جمے ہوئے۔۔لوند۔

-- ﴿ ج ﴾ --

جامع: مکمل۔۔ہمہ گیر۔
جامعیت: ہمہ گیری۔۔جس میں سب کچھ آ گیا ہو۔۔کاملیت۔
جانکاری: واقفیت۔
جبوترا: چبوترا۔
جدال: جھگڑا۔۔بحث۔۔تکرار۔۔قضیہ۔
جدال ونزاع: لڑائی جھگڑا۔۔بحث وتکرار۔

جرم: جسم۔۔بدن۔۔دھڑ۔۔تن۔
جلوت ﴿خلوت کی ضد﴾: سب کے سامنے۔
جماد: پتھر۔۔یہاں پتھر کے بت مراد ہیں۔
جمادات ﴿جماد کی جمع﴾: پتھروں کے بت۔
جنابت: ناپاکی۔۔خصوصاً وہ ناپاکی جو مرد وعورت کے صحبت کرنے یا احتلام سے ہو۔
جور: ظلم۔۔ستم۔۔سختی۔۔زبردستی۔۔بے رحمی۔۔جفا۔
جورو: بیوی۔۔گھر والی۔۔زوجہ۔۔رفیقۂ حیات۔
جہت: وجہ۔۔سبب۔۔باعث۔
جہل مرکب: دوہری جہالت۔۔جاہل ہونا اور خود کو عالم فاضل سمجھنا۔
جھاؤ: ایک قسم کا پودا جو دریا کے کنارے اگتا ہے اور جس سے ٹوکریاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔

-- ﴿ چ ﴾ --

چارۂ کار: تدبیر۔۔درستی۔
چیلھڑ: ایک قسم کی جوں جو میلے کپڑوں میں پیدا ہوتی ہے۔

-- ﴿ ح ﴾ --

حاجت روا: ضرورت پوری کرنے والا۔
حاشا: (حرف تردید)۔۔ہرگز نہیں۔۔بالکل نہیں۔۔انکار اور لاعلمی کے لیے بطور قسم استعمال ہوتا ہے۔
حبط: ضائع۔۔برباد۔۔مٹنا۔
حتمی: آخری۔
حدِ معین: مقرر کی ہوئی حد، جس سے نہ آگے بڑھا جائے اور نہ پیچھے ہٹا جائے۔
حدوث ﴿قدیم کی ضد﴾: نیا۔۔تازہ۔۔پیدائش وجود میں آنا۔
حضر ﴿سفر کی ضد﴾: ایک جگہ قیام۔۔پڑاؤ۔۔اقامت۔
حظ نفس: حیوانی مزہ۔۔بدنی خوشی۔
حقیت: حق۔۔حقداری۔۔ملکیت۔
حوادث ﴿حادثہ کی جمع﴾: واردات۔۔واقعات۔۔سانحہ صدمہ۔
حیلہ: دھوکا۔۔مکر۔۔فریب۔

-- ﴿ خ ﴾ --

خادم ومطیع: نوکروفرمانبردار۔
خام خیالی: غلط گمان۔۔غلط خیال۔۔جھوٹا خیال۔۔وہم۔
خائف: خوفزدہ۔
ختمیت: آخری ہونا۔
خرخشہ: جھگڑا۔۔بکھیڑا۔۔پریشانی۔۔خلجان۔
خسارت: نقصان۔۔خسارہ۔۔شرمندگی۔
خسّت: ذلت۔
خصائل: سیرت۔۔عادات۔
خلت: دوستی اور محبت۔
خلعت: تحفہ۔۔عطیہ۔۔وہ پوشاک جو بادشاہ یا امراء کی طرف سے بطورِ عزت افزائی ملے۔
خلوت: تنہائی۔۔علیحدگی۔۔گوشہ نشینی۔
خودساختہ: اپنا بنایا ہوا۔۔خود سے قائم کیا ہوا۔
خیالاتِ فاسدہ: بُرے تصورات۔۔بے ہودہ خیال۔

-- ﴿ د ﴾ --

دارالخلود: آخرت کا گھر۔
دارین: دونوں جہان۔
داعیہ: خواہش۔۔مرضی۔
دائمی: سداکا۔۔ابدی۔۔ثبات والا۔
درماندہ: مصیبت زدہ۔۔بے چارے۔
دست درازی: ظلم وستم۔۔بے انصافی۔۔زبردستی۔
دسترس: پہنچ۔۔رسائی۔۔قدرت۔
دغدغہ: تشویش۔۔خدشہ۔۔کھٹکا۔
دلالت: دلیل۔۔ثبوت۔۔علامت۔۔نشان۔
دنیاومافیہا: دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے۔
دیباچِ قرآن: قرآن کا مقدمہ، تمہید، پیش لفظ۔
دیرینہ: قدیم۔۔پرانی۔

-- ﴿ ڈ ﴾ --

ڈپٹ: دھمکی۔۔حملہ۔

-- ﴿ ذ ﴾ --

ذات ستودہ صفات: وہ ذات جس میں قابل تعریف خوبیاں ہوں۔۔اچھے اوصاف والا۔
ذریات: اولادیں۔۔نسلیں۔
ذرّیت: اولاد۔۔نسل۔
ذنوب ﴿ذنب کی جمع﴾: گناہ۔۔قصور۔۔جرم۔۔بُرا کام۔

-- ﴿ ر ﴾ --

راسخ: پکا۔۔مضبوط۔
راندا: نکالا ہوا۔۔دھتکارا ہوا۔
راندے: نکالے ہوئے۔۔دھتکارے ہوئے۔
رجاء: امید۔
رخصت: اجازت۔۔منظوری۔۔رضا۔
رضاعی: دودھ شریک۔۔وہ بچے جنہوں نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہو۔
رقیب: نگہبان۔۔پاسبان۔۔محافظ۔۔خدا کا ایک صفاتی نام۔
روا: جائز۔۔مباح۔۔درست۔۔ٹھیک۔
رواج: عام دستور۔۔ریت۔

-- ﴿ ز ﴾ --

زادراہ: توشہ۔۔سفرخرچ۔
زائل: دُور ہونے والا۔۔کم ہونے والا۔
زجر: روک۔۔ڈانٹ ڈپٹ۔۔دھمکی۔۔تنبیہ۔
زندان وبال: قید خانے کی مصیبت۔۔دوزخ۔
زوج: جفت۔۔جوڑا۔
زہادت: پرہیزگاری۔۔تقویٰ۔

-- ﴿ س ﴾ --

ساقط: گرا ہوا۔
ساکت: خاموش۔۔چپ۔
سالکوں: خدا کا قرب چاہنے والے۔
سبعی: حیوانی۔
ستائش: تعریف۔۔حمد وثناء۔

سرمو: ذرا سا بھی۔
سلب: چھین لینا۔۔کھینچنا۔۔لے جانے یا مٹانے کا عمل۔۔جذب کرنا۔
سلیم: ٹھیک۔۔درست۔۔کامل۔۔پوری۔
سمندر: ایک جانور جس کی بابت مشہور ہے کہ آگ میں پیدا ہوتا ہے اور وہیں رہتا ہے اور آگ سے باہر نکلتے ہی مر جاتا ہے۔
سنگباری: پتھروں کی بارش۔پتھر برسانا۔
سیئات: برائیاں۔۔بدیاں۔

-- ﴿ ش ﴾ --

شاق: مشکل۔۔دشوار۔۔دوبھر۔۔ناگوار۔
شائبہ: شک وشبہ۔
شب باش: رات کی رات رہنے والا۔
شرح صدر: کھلے سینے سے۔۔دل میں بات کھل کر آ جانا یا رہنا۔
شق: قسم۔۔نوع۔۔طرف۔۔جانب۔
شقی القلب: سنگ دل۔۔ظالم۔
شمائل: سیرت۔
شوائب ﴿شائبہ کی جمع﴾: شک شبہ۔۔گمان۔

-- ﴿ ص ﴾ --

صادق الوعد: وعدے کا سچا۔۔وعدہ پورا کرنے والا۔
صانع: پیدا کرنے والا۔۔خالق۔۔اللہ تعالیٰ۔
صانعیت: خالقیت۔۔پیدا کرنے کی قدرت۔
صحت: صحیح ہونا۔غلطی سے پاک۔
صفات تنزیہی: پاک اور اچھی صفتیں۔
صفوت: برگزیدگی۔۔خالص۔۔بہترین۔
صلاح: نیکی۔۔بھلائی۔۔بہتری۔۔اچھائی۔
صلب: نسل۔

-- ﴿ ض ﴾ --

ضرر: نقصان۔۔خسارہ۔۔زیاں۔
ضلالت: گمراہی۔۔گناہ۔۔خطا۔
ضیافت: مہمانی۔۔دعوت۔

-- ﴿ ط ﴾ --

طعن و تشنیع: طنز و ملامت۔
طمع: لالچ۔۔حرص۔
طول: لمبائی۔۔درازی۔

-- ﴿ ظ ﴾ --

ظلمت معصیت: گناہوں کے اندھیرے۔
ظن و تخمین: خیال و اندازہ۔

-- ﴿ ع ﴾ --

عار: غیرت۔۔شرم۔۔لاج۔۔بُرائی۔۔عیب۔
عاصی: گنہ گار۔
عالی ہمتی: بلند حوصلے والا۔۔مضبوط ہمت والا۔
عبث: بے کار۔۔بے مقصد۔۔بے فائدہ۔
عتاب: ملامت۔۔غصہ۔۔ناراضی۔
عذر: بہانہ۔
عرائسِ قرآن: قرآن کی خوبصورتیاں۔
عرصات ﴿عرصہ کی جمع﴾: جہاں آخری فیصلہ سنایا جائے گا۔۔روزِ محشر۔
عزیمت: ارادہ۔۔قصد۔
عصیان: گناہ۔
عفریت: دیو۔۔بھوت پریت۔
عقاب: دکھ۔۔تکلیف۔۔عذاب۔۔سزا۔
عقبیٰ: آخرت۔۔عاقبت۔
عقوبت: عذاب۔۔سزا۔۔تکلیف۔۔دکھ۔
علت: وجہ۔۔سبب۔۔باعث۔
علوی اور سفلی: بلند اور نیچا۔۔آسمانی اور زمینی۔
علیٰ ھٰذا القیاس: اِسی طرح۔۔اِسی قیاس پر۔
عناصرِ اربعہ: مادّی دُنیا کے چاروں بنیادی اجزاء۔۔پانی، ہوا، آگ، مٹی۔
عیوب ﴿عیب کی جمع﴾: برائی۔۔خرابی۔

-- ﴿ غ ﴾ --

غالبیت: غالب آنے کی صفت -- غالب آجانا۔
غایت جہل: انتہائی درجہ کی جہالت -- انتہائی بے علمی۔
غل: شور -- ہنگامہ -- چیخم دھاڑ۔
غور و تامل: سوچ بچار۔

-- ﴿ ف ﴾ --

فاش: ظاہر -- کھلا -- آشکارا -- صریح۔
فاعل: کام کرنے والا۔
فخر و مباہات: فخر -- بڑائی -- شیخی -- ناز -- گھمنڈ۔
فرستادہ: بھیجا ہوا -- قاصد -- ایلچی۔
فرقت: جدائی -- ہجر -- علیحدگی۔
فرمانِ واجب الاذعان: وہ حکم جس کی فرمانبرداری لازم ہو۔
فساق ﴿فاسق کی جمع﴾: گناہ گار -- فسق و فجور میں پڑا ہوا -- جھوٹا -- دروغ گو۔
فصاحت: خوش کلامی -- خوش بیانی۔

-- ﴿ ق ﴾ --

قبائح ﴿قبیحہ کی جمع﴾: برائیاں۔
قبض وبسط: تصوف کی اصطلاح میں دل کا خدا کی یاد کی طرف کبھی متوجہ ہونا اور کبھی نہ ہونا۔
قبیح: بُری -- معیوب -- شرمناک۔
قصد: ارادہ -- نیت -- مقصد۔
قصے قضیوں: لڑائی -- جھگڑے -- بکھیڑے۔
قضیوں: جھگڑے -- بکھیڑے۔
قطع: کاٹنا۔

-- ﴿ ک ﴾ --

کاسے ﴿کاسہ کی جمع﴾: کٹورا -- پیالہ -- بادیہ۔
کٹ حجتی: بے جا حجت -- بے جا ضد بحث۔
کثافت: گاڑھاپن -- موٹائی -- غلاظت -- نجاست۔
کثرت: زیادتی -- بہتات -- افراط۔
کج فکری: غلط سوچ۔
کجی: ٹیڑھاپن۔
کراہیت: نفرت -- بیزاری -- گھن۔
کرگس: گدھ۔
کف: جھاگ۔
کفایت: کمی کرنا۔
کلفت: رنج -- تکلیف -- مصیبت۔
کمالاتِ تمجیدی: اللہ کے کمالات جو بزرگی اور تعریف کے قابل ہیں۔
کوتاہ: کم -- تھوڑا۔
کوتاہ نظری: تنگ نظری -- کم فہمی۔
کونچا: یہاں شیطانی وسوسہ مراد ہے۔
کونچے: یعنی کوئی شیطانی وسوسہ تمہیں پہنچے۔
کھان: کان -- معدن -- جس جگہ سے معدنیات نکلتے ہیں۔
کھڑ کنے: ڈانٹنے -- دھمکانے۔
کیفرِ کردار: کیے کی سزا -- بُرے کام کا بدلہ۔

-- ﴿ ل ﴾ --

لطافت: باریکی -- پاکیزگی -- صفائی۔
لغو: بیہودہ -- فضول۔
لوچ: نرمی -- ملائمت -- نزاکت -- لچک۔
لَوث: آمیزش -- ملاوٹ -- آلودگی۔

-- ﴿ م ﴾ --

ماحضر: جو موجود ہو -- جو کچھ حاضر ہو۔
ماخوذ: اخذ کیا گیا -- حاصل کیا گیا۔
مامور: مقرر -- متعین۔
مانع: سدراہ -- روک -- روکنے والا۔
ماہیاتِ ممکنہ: وہ ماڈے اور مغز جو ممکن ہوں۔
مباح: جائز -- روا -- حلال -- درست -- مسنون -- پاک۔
مبادا: ایسا نہ ہو -- خدا نہ کرے -- خدانا خواستہ۔

مبادی ﴿مبدء کی جمع﴾: ابتدائی۔۔بنیادی۔
مبالغہ: کسی کام میں سخت کوشش کرنا۔۔کسی بات کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔حد سے زیادہ تعریف یا برائی کرنا۔
مبتدعین: دین میں کوئی نئی بات نکالنے والے۔
مبدل: بدلا ہوا۔۔پلٹا ہوا۔۔تبدیل شدہ۔۔متغیر۔
مبدء: ابتدا۔۔بنیاد۔۔شروع ہونے کی جگہ۔
مبرا: پاک۔۔بےعیب۔۔صاف۔۔منزہ۔
مبنی برحکمت: حکمت ودانائی کی بنیاد پر۔
مبہوتوں: ہکابکا۔۔دیوانہ۔۔باؤلہ۔۔مدہوش۔
متابعت: پیروی۔۔فرمانبرداری۔۔اطاعت۔
متاع: پونجی۔۔اثاثہ۔۔تجارت کا سامان۔
متبنّی: فرزندی میں لیا ہوا۔۔گود لیا ہوا۔۔لے پالک بیٹا بنایا ہوا۔
متبوع: اتباع کیا گیا۔۔پیروی کیا گیا۔۔سردار۔۔پیشوا۔
متجاوز: اپنی حد سے بڑھنے والا۔۔تجاوز کرنے والا۔
متخاشع: منکسر المزاج۔۔عاجز۔۔خاکسار۔
متخاصمین: طرفین جو جھگڑا کریں۔۔فریقین۔۔باہم مخالف۔
متدین: قائم ہو جانے والے۔۔پکے ہو جانے والے۔۔پکڑ لینے والے۔
متردد: تردد کرنے والا۔۔پس وپیش کرنے والا۔۔سوچ میں پڑ جانے والا۔۔پریشان۔۔مضطرب۔
متصف: صفت رکھنے والا۔
متصل: پاس۔۔قریب۔۔لگا ہوا۔۔نزدیک۔۔برابر ملنے والا۔
متضاد: برعکس۔۔خلاف۔۔الٹا۔
متضمن: داخل کیا ہوا۔۔شامل کیا ہوا۔
متعجب: تعجب کرنے والا۔۔حیران۔۔متحیر۔۔دنگ۔
متعدد: بہت۔۔کئی۔۔چند۔۔مختلف۔
متعرض: روکنے والا۔۔آگے آنے والا۔
متغیر: بدلا ہوا۔۔تبدیل شدہ۔۔پلٹا ہوا۔
متفاوت: فرق رکھنے والا۔۔ایک دوسرے سے دور۔
متفرق: جدا جدا۔۔الگ الگ۔۔پراگندہ۔۔منتشر۔
متقاضی: تقاضا کرنے والا۔۔مانگنے والا۔۔طلب کرنے والا۔
متکفل: کفالت کرنے والا۔۔کفیل۔۔ضامن۔۔ذمہ دار۔
متمرد: تمرد کرنے والا۔۔سرکشی کرنے والا۔۔نافرمان۔۔سرکش۔۔باغی۔
متمکن: جگہ پکڑنے والا۔۔قرار پکڑنے والا۔۔جاگزیں۔۔قائم۔
متنبہ: خبردار۔۔آگاہ۔۔ہوشیار۔
متواضع: تواضع کرنے والا۔۔عاجزی کرنے والا۔
متولی: انتظام کرنے والا۔۔عاجزی کرنے والا۔
مثل: مانند۔۔ملتا ہوا۔
مثل ومشابہ: ملتا ہوا۔۔ہم شکل۔
مثلوں ﴿مثل کی جمع﴾: مانند۔۔ملتا ہوا۔
مجادلین ﴿مجادل کی جمع﴾: لڑنے والا۔۔جھگڑنے والا۔
مجازات: سزا۔۔کیفر کردار کو پہنچنا۔
مجازاً: فرضاً۔۔مراداً۔
مجسم: جسم والا۔
مجہول: نامعلوم۔۔غیر معلوم۔
محارم ﴿محرم کی جمع﴾: ایسا قریبی رشتہ دار جس کے ساتھ نکاح جائز نہ ہو۔
محاسبہ: حساب۔۔شمار۔۔پڑتال۔۔حساب کی پوچھ گچھ۔
محال: غیر ممکن۔
محالات خرد: عقل کے لیے ناممکن باتیں۔۔وہ چیزیں جن کا ہونا ازروئے عقل ممکن نہ ہو۔
محبوس: حبس میں رکھا گیا۔۔قید میں رکھا گیا۔
محصور: حصر کیا گیا۔۔گھرا ہوا۔۔روکا ہوا۔۔مقید۔
محل: موقع۔۔وقت۔
محل قبول: قبول ہونے کا موقع اور وقت۔
محمول: قیاس وگمان کیا گیا۔۔ظن کیا گیا۔
محو: زائل۔۔دور۔۔معدوم۔۔گم۔۔مٹا ہوا۔۔فنا۔
مخبر: خبر دینے والا۔
مخفی: چھپا ہوا۔۔پوشیدہ۔
مدح: تعریف۔۔توصیف۔۔ستائش۔
مدعا: مطلب۔۔مقصد۔۔مراد۔۔غرض۔۔خواہش۔
مدعی: دعویٰ کرنے والا۔
مذلت: ذلت۔۔رسوائی۔۔بدنامی۔۔خواری۔
مذمت: برائی۔۔ہجو۔

مذموم: بُرا۔۔خرابَ۔۔قبیح۔۔وہ جس کی برائی کی جائے۔
مرتکب: کسی فعل کا کرنے والا۔۔قصوروار۔۔مجرم۔
مرزوق: رزق دیا گیا۔۔جس کو رزق دیا جاتا ہے۔
مرگِ مفاجات: اتفاقی موت۔۔ناگہانی موت۔
مزکی: پاک کرنے والا۔
مژدۂ جانفزا: خوشی یا پیغام جس کو سن کر دلی مسرت ہو۔
مستثنیٰ: استثنا کیا گیا۔۔الگ کیا گیا۔۔ماسوا۔۔بجز۔
مستجاب الدعوات: جس کی دعائیں درگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت پائیں۔
مستحسن: نیک۔۔پسندیدہ۔۔خوب۔۔بہتر۔
مستحکم: پکا۔۔مضبوط۔۔سخت۔۔قائم رہنے والا۔
مسترد: رَد کیا گیا۔۔واپس کیا گیا۔
مستعد: آمادہ۔۔تیار۔۔کمربستہ۔
مستغرق: ڈوبا ہوا۔۔نہایت مصروف۔
مستغنی: آزاد۔۔بری۔۔بے پرواہ۔
مستلزم: کوئی کام اپنے اوپر لازم کرنے والا۔
مسخ وخسف: اچھی صورت بدل کر بری صورت ہو جانا۔
مسخر: تسخیر کیا گیا۔۔تابع کیا گیا۔۔قبضہ کیا گیا۔
مسرفوں ﴿مسرف کی جمع﴾: فضول خرچ۔۔کھاؤ اڑاؤ۔
مسلّم: درست۔۔بجا۔۔ٹھیک۔۔بے شک۔
مسنون: سنت کام۔۔وہ کام جسے خود حضور ﷺ نے کیا ہوا۔
مشابہت: مطابقت۔۔موافقت۔
مشرح: تشریح کیا گیا۔۔شرح کیا گیا۔۔مفصل۔۔واضح۔
مشروع: شرع کے موافق۔۔جائز کیا گیا۔
مشفق: شفقت کرنے والا۔۔مہربان۔۔شفیق۔
مصاحب: ساتھی۔۔جلیس۔۔ہم نشین۔۔ہم صحبت۔
مصالح ﴿مصلحت کی جمع﴾: نیک صلاح۔۔اچھا مشورہ۔۔مناسب تجویز، حکمت، پالیسی۔
مصداق: آلۂ تصدیق۔۔ثبوتِ صداقت۔
مصفی: پاک صاف۔
مضرت: ضرر۔۔نقصان۔۔زیاں۔
مضطرب: بے چین۔۔بے قرار۔
مضمحل: اداس۔۔دل گیر۔۔رنجیدہ۔۔مضموم۔

مطلقات: طلاق دی ہوئی عورتیں۔
مطیع: فرمانبردار۔۔اطاعت کرنے والا۔۔تابع۔۔ماتحت۔
معاد: لَوٹ کر جانے کی جگہ۔۔واپس جانے کا مقام۔۔عقبیٰ۔۔آخرت۔۔قیامت۔۔حشر۔
معاند: عناد رکھنے والا۔۔دشمن۔۔مخالف۔
معترف: اعتراف کرنے والا۔۔اقرار کرنے والا۔
معتمد: اعتماد کیا گیا۔۔بھروسا کیا گیا۔۔قابلِ اعتماد۔
معدوم: نابود۔۔ناپید۔۔وجود میں نہ ہونا۔
معصیت: گناہ۔۔قصور۔۔خطا۔۔نافرمانی۔۔انحراف۔
مغلوب: دبا ہوا۔۔عاجز۔۔زیر۔۔شکست خوردہ۔
مغلوبیت: اطاعت۔۔عاجزی۔۔فرمانبرداری۔
مفارقت: جدائی۔۔فرقت۔علیحدگی۔
مفاھیم: مفہوم۔۔مطالب۔
مقدور: بَس۔۔قابو۔۔دسترس۔۔اختیار۔
مقر: اقراری۔۔معترف۔۔اعتراف کرنے والا۔۔تسلیم کرنے والا۔
مقید: قید کیا گیا۔۔اسیر۔۔پابند۔
مکاشفوں: اوامرِ غیبی کے انکشافات۔
مکافات: عوض۔۔بدلہ۔۔پاداش۔۔سزا۔
مکدر: ملول۔۔ناراض۔۔رنجیدہ۔۔غمگین۔
مکذب: جھٹلانے والا۔۔جھوٹا بنانے والا۔
مکلف: تکلیف دیا گیا۔۔عاقل۔۔بالغ۔
مکونات ﴿مکون کی جمع﴾: مخلوقات۔۔موجودات۔
ملاحت: سانولا پن (چہرے کا)۔
ملاقی: ملنے والا۔۔ملاقات کرنے والا۔
ملامت: بُرا بھلا۔۔جھڑکی۔۔ڈانٹ ڈپٹ۔
ملفوف: لپیٹا ہوا۔۔لفافے میں بند۔
مماثل: مانند۔۔مثل۔۔مشابہ۔۔ایک۔۔نظیر۔
مماثلت جزئی: تھوڑی مشابہت۔۔کسی چیز میں ایک جیسا ہونا۔
مملوک: غلام۔۔بندہ۔
ممیز: تمیز کیا گیا۔۔پہچانا گیا۔
منادی: پکارنے والا۔۔اعلان کرنے والا۔
منازعت: جھگڑا۔

منازلِ اجتماعیہ: چاند جس راستے پر زمین کے گرد چکر لگاتا ہے۔ انہیں منزل کہتے ہیں۔۔ یہ وہ منزلیں ہیں جہاں چاند بڑھتا ہے۔
منازلِ استقبالیہ: یہ وہ منزلیں ہیں جہاں چاند گھٹتا ہے۔
منتہائے شباب: جوانی کی انتہا، پھر جہاں سے بڑھاپا شروع ہوتا ہے۔
منجمد: سردی سے جما ہوا۔
منعم: نعمت دینے والا (یہاں اللہ تعالیٰ مراد ہے)۔
منفصل: علیحدہ کیا ہوا۔
منفعتیں ﴿منفعت کی جمع﴾: نفع۔۔فائدہ۔
منہمک: کسی کام میں بہت مصروف۔۔انہماک کرنے والا۔
موافقت: مطابقت۔
موثر: تاثیر کرنے والا۔۔اثر کرنے والا۔۔کارگر۔
موجب: واجب کرنے والا۔۔لازم کرنے والا۔
موحد: خدا کو ایک ماننے والا۔
موذیوں ﴿موذی کی جمع﴾: ظالم۔۔جابر۔۔شریر۔۔بدذات۔
موردالزام: جس پر کوئی الزام وارد ہو۔۔مجرم۔
موصوف: تعریف کیا گیا۔۔جسکی تعریف یا توصیف کی جائے۔
موضع: گاؤں۔۔جگہ۔
موعود: وعدہ کیا گیا۔۔اقرار کیا گیا۔
موقوف: انحصار کیا گیا۔
موہوم: وہم کیا گیا۔
موہومہ: وہمی۔۔خیالی۔۔قیاسی۔۔فرضی۔
مہتمم: اہتمام کرنے والا۔۔منتظم۔۔سربراہِ کار۔
مہمل: بیہودہ۔۔فضول۔۔بے معنی۔۔لغو۔۔زائد۔
میخوں ﴿میخ کی جمع﴾: کیلیں۔۔خیموں کو مضبوط کرنے کے لیے جولوہے یا لکڑی کی کیلیں زمین میں گاڑی جاتی ہیں جن پر رسیاں باندھ کر خیموں کو مضبوط کیا جاتا ہے۔
میل: رغبت۔۔رجحان۔۔التفات۔۔خواہش۔

-- ﴿ ن ﴾ --

ناگاہ: اچانک۔۔یکا یک۔
ندا: آواز۔۔صدا۔۔پکار۔
نزول من السماء: آسمان سے نازل ہونا۔
نسیان: بھول چوک۔۔فراموشی۔
نصرت: مدد۔۔حمایت۔۔فتح۔۔جیت۔
نفائس انفاس: اچھے اعمال۔
نفریں: ملامت۔۔پھٹکار۔۔لعنت۔
نفس الامر: حقیقت۔۔درحقیقت۔۔اصل مدعا۔۔واقعی بات۔
نفوذ: سرایت کرنا۔۔اندر گھسنا۔۔اثر کرنا۔
نقاہت: کمزوری۔۔ضعف۔
نورِ طاعت: فرمانبرداری کی چمک، روشنی، سفیدی۔
نوعیں ﴿نوع کی جمع﴾: قسمیں۔۔جنسیں۔
نیست: عدم۔۔نابود۔۔معدوم۔۔فنا۔

-- ﴿ و ﴾ --

واجب الوفاء: جس کا پورا کرنا لازم ہو۔
وارد: آنے والا۔۔پہنچنے والا۔۔موجود۔
واضح المراد: جس کا معنی مراد ظاہر ہوں۔
ودیعت: امانت۔۔سپردگی۔
وصلت: ملاپ۔۔ملنا۔
وضع: صورت۔۔ظاہری حالت۔

-- ﴿ ہ ﴾ --

ہست: ہستی۔۔زندگی۔۔حیات۔۔وجود۔
ہمسری: برابری۔
ہنکاتے: دور کرتے۔۔بھگاتے۔۔دھکیلتے۔
ہیئت: بناوٹ۔۔صورت۔۔شکل۔
ہَول: خوف۔۔اندیشہ۔۔گھبراہٹ۔

-- ﴿ ی ﴾ --

یمن: برکت۔۔سعادت۔۔اقبال مندی۔۔کامیابی۔

ہماری دوسری مطبوعات:

اردو ترجمہ قرآن بنام 'معارف القرآن'

مترجم: مخدوم الملۃ علامہ سید محمد اشرفی جیلانی المعروف بہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ

قرآن کریم کا اردو زبان میں نہایت ہی آسان، سلیس اور انوکھا ترجمہ جسکا مطالعہ کرنے سے قرآنِ کریم کا مفہوم دل و دماغ میں اترتا چلا جاتا ہے۔ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے اس ترجمہ کا شروع کا حصہ دیکھ کر فرمایا،
'شہزادے، آپ اردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔۔۔'

'مسئلہ قیام وسلام اور محفل میلاد' ﴿۶۴ صفحات﴾

تالیف: مخدوم الملۃ علامہ سید محمد اشرفی جیلانی المعروف بہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ

'الاربعین الاشرفی فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ' ﴿۴۰۷ صفحات﴾

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'محبت رسول ﷺ روح ایمان' ﴿۹۵ صفحات﴾

('حدیث محبت' کی عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ تشریح)

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'تعلیم دین وتصدیق جبرائیل امین' ﴿۱۱۰ صفحات﴾

('حدیث جبرائیل' کی فاضلانہ تشریح)

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'مقالاتِ شیخ الاسلام' ﴿۱۴۰صفحات﴾

تصنیف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ' ﴿۳۲صفحات﴾

'حدیث نیت' کی محققانہ تشریح'

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'نظریہء ختم نبوت اور تحذیر الناس' ﴿۴۶صفحات﴾

مصنف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'فریضہء دعوت و تبلیغ' ﴿۳۶صفحات﴾

مصنف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'دین کامل' ﴿۳۲صفحات﴾

مصنف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

مزید براں ادارے کے اشاعتی پروگرام میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں۔

☆---معارف القرآن کا گجراتی اور ہندی میں علیحدہ علیحدہ ترجمہ---☆

☆---معارف القرآن کا تفصیلی تقابلی جائزہ---☆

☆---مضامین معارف القرآن---☆

☆---تفسیر اشرفی کا گجراتی میں ترجمہ---☆

☆---حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی دیگر تصنیفات---☆

'تصدیق نامہ'

میں نے گلوبل اسلامک مشن، انک، نیویارک، یو ایس اے کی کتاب، بنام:

'سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی' ﴿ جلد ہشتم ﴾

کی طباعت کے وقت اسکے ہر صفحہ کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔

تصدیق کی جاتی ہے کہ اس میں موجود قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں۔ اور میرا یہ سرٹیفکیٹ درستگی اور اغلاط سے پاک ہونے کا ہے۔ دورانِ طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ چھپائی میں خراب ہو جائے تو اسکا متن کتابت کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔۔۔۔علاوہ ازیں ۔۔۔کتاب ھٰذا میں کوئی مضمون ملک وملت کے خلاف نہیں ہے۔

فقط

المصدق

سیّد محمد عظمتُ علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف، سندھ) کراچی